

PkPdf.Blogspot.Com

# گاد فادر

PkPdf.Blogspot.Com

محمد واجد مودی



بوناسیرا اس وقت نیو یارک کی فوجداری عدالت نمبر تین میں بیٹھا تھا اور انصاف کا منتظر تھا۔ اس کے دل میں اس وقت صرف ایک ہی خواہش تھی..... وہ یہ کہ ان دونوں جوانوں کو قراقرظی سزا ملے جنہوں نے بری نیت سے اس کی بیٹی پر حملہ کیا تھا اور جب وہ کسی طرح ان کے قابو میں نہیں آئی تھی تو انہوں نے مار مار کر اس کا برا حال کر دیا تھا۔ اس کا جبر اتوڑ دیا تھا۔

لڑکی ابھی تک اسپتال میں تھی۔ اس کا جبر اچاندی کے تاروں کے ذریعے جوڑنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اس کی چوٹیں اور زخم ابھی ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔ اس کی حالت دیکھ کر بوناسیرا کے دل پر جو گزرتی تھی وہ وہی جانتا تھا۔

جج صاحب بھاری بدن کے آدمی تھے۔ ان کے چہرے پر پسینہ تھا۔ انہوں نے آستینیں چڑھا کر اپنے سامنے کھڑے ہوئے دونوں نوجوان ملزموں کو اس طرح گھورا جیسے اٹھ کر، اپنے ہاتھوں سے انہیں عدالت میں ہی سزا دینے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ ان کے چہرے پر وہی جلال تھا جو کسی ایسے منصف کے چہرے پر ہو سکتا تھا جس کا خون کسی کی زیادتی اور ظلم کی تفصیل سن کر کھول رہا ہو۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں بوناسیرا کا دل کسی انجانے اندیشے درخوف سے گویا ڈوبا جا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے عدالت میں کوئی چیز کچھ مصنوعی کر رہی ہے۔ جیسے وہاں کچھ کمی ہے۔ جیسے اس کے ساتھ کوئی دھوکا ہونے والا ہے۔

”تم نے جو حرکت کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم انسان نہیں، درندے ہو۔“ جج صاحب گرجے۔

”بالکل۔ بالکل۔“ بونا سیرا نے دل ہی دل میں جج صاحب کی تائید کی۔

”بلکہ درندوں سے بھی بدتر۔!“

وہ نفرت سے ان دونوں نوجوانوں کو گھور رہا تھا جن کے چہروں سے خوشحالی کی چمک عیاں تھی۔ جن کے تراشیدہ بال سلیقے سے جھے ہوئے تھے۔ جن کے لباس صاف ستھرے تھے۔ وہ گویا ایک انتہائی سنگین جرم کے سلسلے میں ملزم نامزد ہو کر عدالت میں پیش نہیں ہوئے تھے بلکہ کسی تقریب میں شرکت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے گویا بادل ناخواستہ تھوڑی سی شرمندگی کے اظہار کے لئے جج صاحب کے سامنے ایک لمحے کے لئے سر جھکایا۔

جج صاحب نے غیظ و غضب کی گھن گرج کے ساتھ سلسلہ کلام جاری رکھا۔

”تمہارا طرز عمل جنگل کے درندوں سے بھی بدتر تھا۔ تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم اس مظلوم لڑکی کی عزت لوٹنے میں کامیاب نہیں ہوئے ورنہ میں تم دونوں کو کم از کم بیس سال کے لئے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھجوادیتا۔“

انہوں نے خاموش ہو کر گھنی بھنویں اُچکاتے ہوئے غمزہ بونا سیرا کی طرف دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے انہوں نے گویا اس سے نظر چراتے ہوئے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات کی موٹی سی گڈی کی طرف دیکھا۔ وہ اس مقدمے سے متعلق مختلف نوعیت کے کاغذات تھے۔ جج صاحب کی پیشانی پر شکنیں اور موٹے موٹے نقوش میں خفیف سا کھنچاؤ تھا۔ ان کے اندر گویا ایک زبردست کشمکش جاری تھی۔

چند لمحے کی خاموشی کے بعد آخر وہ کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے بولے۔

”بہر حال..... تمہاری نوجوانی اور نادانی کی عمر کو دیکھتے ہوئے، تمہارے اعلیٰ خاندانی پس منظر اور صاف ستھرے ریکارڈ کو مد نظر رکھتے ہوئے اور حقیقت کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے

— کہ قانون کا وقار، انتقام لیتے میں پوشیدہ نہیں ہے۔ میں تمہیں تین سال کی سزائے قید کا حکم سناتا ہوں۔ لیکن اس حکم پر عملدرآمد اس وقت تک معطل رہے گا جب تک عدالت اسے مناسب سمجھے۔“

بونا سیرا تکفین و تدفین کا کام کرتا تھا۔ بنیادی طور پر وہ ایک گورکن تھا لیکن برسوں کی محنت کے بعد اپنے پیشے کو زیادہ باعزت صورت دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس کے پاس جو مردے تکفین و تدفین کے لئے لائے جاتے تھے، ان سے اس کا کوئی رشتہ یا قرابت داری نہیں ہوتی تھی، لیکن اپنے پیشے کے تقاضوں کو زیادہ بہتر طور پر پورا کرنے کے خیال سے بونا سیرا مرنے والوں کے لواحقین کے غم میں شریک ہو جاتا تھا۔ دکھاوے کے لئے وہ بھی ان کے سامنے غمزہ صورت بنالیتا تھا اور کبھی کبھار کوشش کر کے دو چار آنسو بھی بہالیتا تھا۔

لیکن آج وہ سچ سچ غمزہ تھا۔ غم کی شدت سے اس کا دل پھٹا جا رہا تھا اور جج صاحب کا فیصلہ سننے کے بعد تو اس کا جی چاہا کہ وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ اپنا سر پیٹ لے لے۔ اپنے بالوں میں خاک ڈال لے۔ آنسوؤں سے دھندلائی ہوئی اس کی آنکھوں میں بیٹی کا چہرہ نقش تھا جو درحقیقت زندگی سے بھرپور ایک خوبصورت لڑکی تھی لیکن اس وقت بگڑا ہوا چہرہ اور مضروب جسم لئے اسپتال کے بید پر پڑی تھی۔

بونا سیرا نے بشکل خود کو اپنے جذبات کے اظہار سے باز رکھا اور اپنے آپ پر ضبط کئے عدالت کا منظر دیکھتا رہا۔ دونوں نوجوانوں کے والد اٹھ کر اپنے چہیتوں کے قریب آگئے تھے اور انہیں پیار کر رہے تھے۔ وہ سب بہت خوش نظر آ رہے تھے، مسکرا رہے تھے۔

بونا سیرا کے حلق میں ایک زہریلی سی کڑواہٹ گھل گئی۔ اس کے سینے میں ایک چیخ بگولے کی طرح چکرار ہی تھی۔ اس چیخ سے وہ عدالت کے درو دیوار ہلا دینا چاہتا تھا۔ جج صاحب کے کانوں کے پردے پھاڑ ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر اس نے اس چیخ کا گلا گھونٹنے کے لئے دانت سختی سے بھینچ لئے اور جیب سے رومال نکال کر منہ پر رکھ لیا۔ دونوں نوجوان اس

کے قریب سے گزرتے ہوئے مسکراتے ہوئے اپنے والدین اور رشتے داروں کے ساتھ عدالت کے کمرے سے باہر کی طرف چل دیے۔ انہوں نے بونا سیرا کی طرف ایک نگاہ غلط انداز ڈالنے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ وہ گویا ان کے نزدیک نہایت حقیر اور قطعی غیر اہم تھا۔ ان کے چہروں پر دھبی۔ لیکن فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

تب گویا بونا سیرا مزید ضبط نہ کر سکا۔ وہ ان جاتے ہوئے لوگوں کی طرف منہ کر کے پھٹی پھٹی سی آواز میں چلا اٹھا۔ ”تم بھی ایک روز اسی طرح روؤ گے جس طرح میں رویا ہوں۔ تمہیں بھی اسی طرح رنج اور صدمہ اٹھانا پڑے گا جس طرح تمہارے بچوں کی وجہ سے مجھے اٹھانا پڑا ہے۔ دیکھ لینا میں تمہیں رونے پر مجبور کر دوں گا۔“ وہ ان لڑکوں کے والدین سے مخاطب تھا۔

کرب اور غصے کی شدت سے اس کی آواز اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ وہ رومال آنکھوں پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔ حالانکہ وہ اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا لیکن مضبوط جسم کا ایک عدالتی اہلکار یوں اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا جیسے اسے اندیشہ ہو کہ وہ رخصت ہوتے ہوئے طرمان کے والدین پر حملہ کر دے گا۔ لڑکوں اور ان کے والدین نے گردنیں گھما کر ترحم آمیز سے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ ان کے ساتھ ان کے وکیلوں کا پورا ایک گروپ تھا۔ ان وکیلوں نے یوں انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا جیسے وہ ان کے قانونی ہی نہیں جسمانی محافظ بھی ہوں۔

بونا سیرا امریکی نہیں تھا۔ وہ اطالوی تھا اور سسلی سے امریکا آیا تھا لیکن سال ہا سال سے یہیں آباد ہونے کی بناء پر وہ یہاں اجنبیت محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ امریکی معاشرت میں رچ بس گیا تھا۔ اس نے یہاں انصاف ہوتے دیکھا۔ یہاں کے قانون اور نظام انصاف پر اس کا یقین بڑا پختہ ہو چکا تھا۔ لیکن آج اس کے اعتماد کو جس طرح ٹھیس پہنچی تھی، اس کے بعد اس کا یقین ریت کے گھر وندے کی طرح کھڑ گیا تھا۔

اس کے ذہن میں نفرت کی آندھیاں سی چل رہی تھیں اور اس کے حواس پر غیظ و

غضب کی سرمئی دھند سی چھا گئی۔ اس کی رگ و پے میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔ اس نے چشم تصور سے اپنے آپ کو کہیں سے ایک پستول خریدتے۔ اور پھر ان دونوں نوجوانوں کے جسم گولیوں سے چھلنی کرتے دیکھا۔ تاہم وہ جلد ہی اس خواب کے اثر سے نکل آیا، وہ جاگتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ اپنی بیوی کی طرف مڑا جو ایک سادہ سی عورت تھی اور ابھی تک دم بہ خود بیٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حزن و ملال اور چہرے پر مایوسی تھی۔ بونا سیرا گویا اسے حوصلہ دیتے ہوئے بولا۔ ”تم فکر نہ کرو۔۔۔۔۔“ وہ گویا دل ہی دل سے کسی فیصلے پر پہنچ چکا تھا۔ ”ہمارے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔۔۔۔۔ انہوں نے دنیا کے سامنے ہمارا تماشا بنایا ہے۔۔۔۔۔ ہمارا مذاق اڑایا ہے۔۔۔۔۔ انصاف حاصل کرنے کے لئے ہم ڈون کارلیون کے پاس جائیں گے۔ ہمیں عدالت سے انصاف نہیں ملا۔۔۔۔۔ لیکن ڈون کارلیون سے ہمیں ضرور انصاف ملے۔۔۔۔۔“

☆.....☆.....☆

لاس اینجلس کے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل کا وہ سوئٹ قدرے شوخ سے انداز میں آراستہ تھا۔ اس سوئٹ کے ڈرائنگ روم میں ایک کاؤچ پر جوئی فونٹانے نیم دراز تھا۔ وہ نشے میں دھت تھا اور بوتل اب بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے ایک اور گھونٹ بھرا۔ اس کے سینے میں گویا ایک بار پھر آگ سی لگ گئی۔ مگر یہ اس آگ سے کہیں کمتر تھی جو پینے سے پہلے ہی اس کے وجود کو جلا رہی تھی۔ وہ رقابت کی آگ تھی۔

اپنی اداکارہ بیوی مارگوٹ اسٹین کے بارے میں سوچتے ہوئے یہ آگ اس کے ہر مسام جاں سے پھوٹنے لگتی تھی۔ اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے اور اسے نہیں معلوم تھا کہ گزشتہ شام سے اس کی بیوی کہاں تھی؟ خمار سے دھندلائے ہوئے ذہن کے ساتھ وہ سوچ رہا تھا کہ مارگوٹ جب واپس آئے گی تو وہ اسے قتل کر دے گا۔ وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ مارگوٹ کب واپس آئے گی۔۔۔۔۔ اور آئے گی بھی یا نہیں؟

واپس آگئی تھی۔ اس وقت بھی بوتل جونی کے ہونٹوں سے لگی ہوئی تھی۔ اس نے اسے ہٹانے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ مارگوٹ کمرے میں آگئی اور اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی۔ وہ بے پناہ خوبصورت عورت تھی۔ اس کا سراپا قیامت تھا۔ بہت سے خوبصورت لوگ فلم اسکرین پر زیادہ خوبصورت نظر نہیں آتے لیکن وہ اسکرین پر بھی اصل سے خوبصورت دکھائی دیتی تھی۔ کیمرا اس کے حسن میں چار چاند لگا دیتا تھا۔ اس کے سراپا میں گویا کچھ اور جان پڑ جاتی تھی۔

جونی کے لئے مشکل یہ تھی کہ وہ اب بھی اس حسن بلاخیز کا دیوانہ تھا۔ مارگوٹ کی فلمیں دیکھنے والوں میں سے کم از کم دس کروڑ مرد اس پر دل و جان سے مرتے تھے۔ اور جونی محسوس کرتا تھا کہ شاید وہ بھی انہی دس کروڑ مردوں میں سے ایک تھا۔ وہ اس کا شوہر نہیں، اس کا پرستار۔ اس کا عاشق زار تھا۔ وہ جب اس کے سامنے آتی تھی تو وہ اپنا سارا غصہ، برہمی اور نفرت بھول جاتا تھا۔ بالکل بے بس ہو جاتا تھا۔

”کہاں تھیں تم اب تک؟“ جونی نے اپنی لڑکھاتی آواز میں غصہ سمونے کی کوشش کی لیکن اسے اس میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔

”باہر..... عیش کر رہی تھی۔“ مارگوٹ نے بے خونی سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ گویا اسے جھپٹ رہی تھی۔ چڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس نے جونی کی مدہوشی کے بارے میں غلط اندازہ لگایا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ شاید جونی میں اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی سکت نہیں ہے۔ مگر وہ اچھل کراٹھ کھڑا ہوا اور اس نے مارگوٹ کا گلا دبوچ لیا۔ لیکن اتنے قریب سے اس حسین چہرے کو دیکھ دیکھ جیسے بالکل ہی بے بس ہو گیا۔ اور پھر کچھ نشے کی زیادتی کے باعث بھی اس کے ہاتھوں میں جان نہیں تھی۔ مارگوٹ کے گلے پر اس کی گرفت ذرا بھی سخت نہیں تھی۔ وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا رہی تھی۔

جونی نے گویا اس کے اس انداز سے ذرا چڑ کر دوسرا ہاتھ گھونسا رسید کرنے کے

اس کی پہلی بیوی..... جسے اس نے چھوڑ دیا تھا..... اس وقت تو وہ اسے بھی فون کر کے نہیں پوچھ سکتا تھا کہ اس کے دونوں بچوں کا کیا حال تھا؟ رات کے پچھلے پہر وہ اپنے دوستوں اور جاننے والوں میں سے بھی کسی کو فون کر کے تسلی کا کوئی لفظ سننے کی امید نہیں رکھ سکتا تھا۔ اس وقت تو شاید کوئی اس کا فون ریسیو ہی نہ کرتا۔ اور اگر کرتا بھی..... تو وہ یقیناً بیزار یا غصے کا اظہار کرتا۔ کیونکہ جونی اب ایک زوال زدہ شخص تھا۔

کچھ زیادہ پرانی بات نہیں تھی کہ وہ ہالی وڈ کا صف اول کا گلوکار تھا۔ وہ بے حد مقبول راک سنگر تھا۔ بے حد وجہ بھی تھا۔ عورتیں اس پر مرقی تھیں۔ اسے فلموں میں بھی کام کرنے کی پیشکشیں ہوتی تھیں۔ اس نے چند ایک فلموں میں کام بھی کیا۔ لیکن اسے خود ہی احساس ہوا کہ وہ زیادہ اچھا اداکار نہیں تھا۔ اس لئے اس نے دوبارہ گلوکاری پر ہی توجہ مرکوز کر دی۔

پھر کچھ ایسے عوامل پیدا ہوئے کہ بطور گلوکار بھی اس پر بہت تیزی سے زوال آ گیا۔ اب وہ نشے میں دھت ہونے کے باوجود صبح کے چار بجے کسی کو فون کرنے کی خود میں ہمت نہیں پاتا تھا۔ کوئی وقت تھا کہ اگر وہ رات کے اس پہر بھی کسی کو فون کرتا تو وہ اس پر فخر محسوس کرتا۔ وہ اپنے حلقہ احباب میں بیٹھ کر بظاہر سرسری..... لیکن درحقیقت فخریہ لہجے میں بتاتا کہ جونی فونٹانے رات کے چار بجے اسے فون کیا تھا۔

کوئی وقت تھا کہ وہ ہالی وڈ کی کئی سپر اسٹارز کے سامنے اپنی پریشانیوں یا مسائل کا بھی تذکرہ کرتا تھا تو وہ نہایت دلچسپی اور حیرت سے آنکھیں پھیلا پھیلا کر سنتی تھیں۔ لیکن اب اگر وہ ان سے رکی باتیں بھی کرنے کی کوشش کرتا تو وہ شاید اس کے منہ پر ہی کہہ دیتیں کہ وہ انہیں بور کر رہا تھا۔ اس نے وہ سبکی سے لتھڑے ہوئے اپنے ہونٹوں کو الٹے ہاتھ سے صاف کیا اور وقت اور حالات کے اس تغیر کے بارے میں سوچتے ہوئے افسردگی سے مسکرا دیا۔

آخر اسے دروازے کے تالے میں چابی گھومتے کی آواز سنائی دی۔ اس کی بیوی

پھر دھیرے دھیرے اس کے دل کے کسی گوشے سے عزم اور ہمت کی ایک لہری ابھری۔ وہ عزم اور ہمت جس کی مدد سے اس نے ہالی وڈ کے ”جنگل“ میں اپنی بقا کی جنگ لڑی تھی اور اپنا مقام بنایا تھا۔ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ اب وہ ایک دلدل میں پھنس چکا تھا۔ دھیرے دھیرے نیچے جا رہا تھا۔ نا کامیاب چاروں طرف سے اس پر حملہ آور تھیں۔ ہر قسم کی کامیابی اور ہر قسم کی خوشی گویا اس کی زندگی سے رخصت ہو چکی تھی۔

..... مگر اسے زندہ رہنا تھا۔ کامیابیوں اور خوشیوں کے حصول کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے تھے۔ وہ اتنی آسانی سے شکست تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ اس دنیا میں ابھی ایک فرد موجود تھا جو اس کا ہاتھ تھام سکتا تھا..... اسے حالات کی دلدل سے نکال سکتا تھا..... اسے سہارا دے سکتا تھا۔ اسے دوبارہ کامیابیوں کے راستے پر ڈال سکتا تھا..... اور وہ تھا اس کا مربی اور سرپرست، اسکا گاڈفادر..... ڈون کارلیون..... جس کے لئے جونی منہ بولے بیٹے کی طرح تھا!

جونی نے فیصلہ کیا کہ وہ نیویارک جائے گا اور گاڈفادر سے ملے گا۔ اس نے اسی وقت فون اپنی طرف کھسکایا اور نیویارک کے لئے جہاز پر ایک سیٹ بک کرانے کی غرض سے ایئر پورٹ کا نمبر ملانے لگا۔

☆.....☆.....☆

نیزورین کی بیکری اطالوی چیزوں کے لئے مشہور تھی اور بیکری کی بالائی منزل پر ہی نیزورین اپنی بیوی اور جوان بیٹی کے ساتھ رہتا تھا۔ وہ گٹھے ہوئے جسم کا ایک پست قامت آدمی تھا۔ اس وقت وہ ایپرل باندھے بیکری کے پچھلے حصے میں کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میدے میں لتھڑے ہوئے تھے اور چہرے پر بھی کہیں کہیں میدہ لگا ہوا تھا۔

اس کے سامنے اس کی بیوی، جوان بیٹی اور بیکری کے کاموں میں کچھ عرصہ پہلے تک اس کا ہاتھ بٹانے والا نو جوان انیزو موجود تھا۔ انیزو خوش شکل اور میانہ قامت تھا۔ وہ ورزشی جسم کا مالک تھا۔ اس کے جسم پر اطالوی جنگی قیدیوں والی مخصوص وردی تھی۔

لئے بلند کیا تو وہ دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے چلا اٹھی۔ ”دیکھو..... میرے چہرے پر گھونسا ہرگز نہ مارنا..... ابھی میری شوٹنگ چل رہی ہے..... فلم ختم نہیں ہوئی..... ابھی میں اپنے چہرے پر ذرا سا بھی نشان انورڈ نہیں کر سکتی۔“

جونی کا ہاتھ اٹھا رہا گیا۔ وہ اسے گھونسا رسید کرنے سے باز رہا۔ بے بسی اس پر پہلے ہی غالب تھی۔ مارگوٹ گویا اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہنسنے لگی۔ تب جونی نے اسے قالین پر گرادیا اور اس کے جسم کے ایسے حصوں پر گھونسنے رسید کرنے لگا جہاں اول تو نشان پڑ نہیں سکتے تھے..... اور اگر پڑتے بھی..... تو نظر نہیں آسکتے تھے۔ درحقیقت شمار حد سے زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کے ہاتھوں میں اتنی طاقت ہی نہیں تھی کہ وہ مارگوٹ کو کوئی گزند پہنچا سکتا۔

وہ اس کے نیچے دبی اس طرح ہنس رہی تھی جیسے جونی اسے مارنے کی بجائے اس کے گدگدی کر رہا ہو۔ وہ نہایت نازک اندام نظر آتی تھی۔ اس کا بے داغ مرمریں سراپا گویا ذرا سی رگڑ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا..... لیکن درحقیقت وہ اتنی نازک اندام بھی نہیں تھی۔ چند لمحوں بعد وہ اسے ایک طرف دھکیل کر اٹھ کھڑی ہوئی اور استہزائیہ لہجے میں بولی۔ ”تمہارا ہر کام ہی سچکا نہ ہوتا ہے..... تمہیں ڈھنگ سے کچھ بھی کرنا نہیں آتا..... حتیٰ کہ تم جو نٹے بازوں جیسے فضول اور دواہیات گانے گایا کرتے تھے، اب تو تم سے وہ بھی نہیں گائے جاتے.....“

پھر اس نے گھڑی دیکھی اور اس کے لہجے میں بیزاری آگئی۔ ”میں سونے جا رہی ہوں، خدا حافظ اور شب بخیر.....“

وہ بیڈروم میں چلی گئی اور دروازہ اس نے مقفل کر لیا۔ جونی، سوٹ کے ڈرائنگ روم میں پڑا رہ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ اس سرگھوم رہا تھا۔ ذلت اور شکستگی کے احساس سے اس کی آنکھیں کچھ اور دھندلائی جا رہی تھیں۔

دوسری جنگ عظیم کے دوران امریکا میں غیر قانونی طور پر مقیم اطالیوں میں سے بیشتر کو پکڑ لیا گیا تھا۔ کچھ چھان بین کے بعد ان میں سے بیشتر کو پیرول پر رہا کر دیا تھا اور ان کی صلاحیتوں کے اعتبار سے، ہر کاری طور پر مختلف مقامات پر کاموں پر لگا دیا گیا تھا جن کا انہیں بہت کم معاوضہ ملتا تھا۔ ان کا کام گویا ایک طرح کی بیگار تھی جو امریکی حکومت ان سے لے رہی تھی۔ ان کی حیثیت جنگی قیدیوں کی سی تھی تاہم وہ کسی قید خانے یا کمپ میں نہیں تھے البتہ ان کے لئے اپنے کام کی جگہ پر پہنچنا ضروری تھا۔ عام خیال یہی تھا کہ اب..... جبکہ جنگ اختتام پذیر تھی..... جلد ہی انہیں ان کے وطن واپس بھیج دیا جائے گا۔

ایزور بھی ان دنوں اس خطرے سے دوچار تھا۔ نیزورین خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ اس وقت ان چاروں کے درمیان نہایت سنجیدہ گفتگو جاری تھی اور ایزور کو خدشہ تھا کہ اس بحث میں الجھ کر وہ گورنر آئی لینڈ پہنچنے میں لیٹ ہو جائے گا جہاں اس کی ڈیوٹی لگی ہوئی تھی۔ کام پر پہنچنے میں لیٹ ہونا ایک سنگین مسئلہ تھا۔ اس کے نتیجے میں اس کی پیرول منسوخ ہو سکتی تھی اور اسے قید میں ڈالا جاسکتا تھا جبکہ اس کے لئے رسمی آزادی بھی نعمت تھی۔

”میں پوچھتا ہوں کہ تم نے میری بیٹی کو محبت کا جھانہ دے کر اس کی عزت و برباد نہیں کی؟“ نیزورین نے خونخوار لہجے میں ایزور سے دریافت کیا۔ ”تم کہیں اسے گناہ کو کوئی نشانی تو نہیں دیئے جا رہے؟ جنگ ختم ہوتے ہی امریکی حکومت تمہیں تو سلی تمہارے گاؤں واپس بھیج دے گی جہاں گندگی اور غربت کے سوا کچھ نہیں..... تم دھکے کھانے کے لئے وہاں چلے جاؤ گے اور میری بیٹی یہاں روتی رہ جائے گی۔“

ایزور سینے پر ہاتھ رکھ کر منود بانہ انداز میں جھکتے ہوئے اور اپنی آواز کو گلوگیر بنانے کی کوشش کرتے ہوئے مجروح سے لہجے میں بولا۔ ”یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں..... میں نے کبھی آپ کی نوازشات اور آپ کی بیٹی کی محبت کا ناجائز فائدہ اٹھانے کے بارے میں سوچا بھی نہیں..... میں مقدس کنواری کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ میں نے کوئی غلط حرکت

نہیں کی۔ میں آپ کی بیٹی سے محبت کرتا ہوں لیکن اس کی عزت بھی مجھے عزیز ہے۔ آپ سب میری نظر میں محترم ہیں۔ میرے دل میں آپ سب کے لئے عزت بھی ہے اور اپنائیت بھی..... میں باعزت انداز میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں..... اور یہ کوئی غلط بات نہیں ہے..... لیکن اگر امریکی حکومت نے جبری طور پر مجھے واپس میرے وطن..... میرے گاؤں بھیج دیا تو پھر میں کیتھرین سے شادی نہیں کر سکوں گا۔“

اس موقع پر نیزورین کی بیوی مینا نے مداخلت کی اور ڈانٹنے کے سے انداز میں اپنے پستہ قد شوہر سے مخاطب ہوئی۔ ”بے وقوفی کی باتیں چھوڑو اور اصل مسئلے کی طرف دھیان دو۔ ہمیں ایزور کو ہر حال میں امریکا میں رکھنے کا بندوبست کرنا چاہئے۔ اسے فی الحال روپوش ہونے کے لئے اپنے بھائی کے گھر لاگ آئی لینڈ بھیج دو اور اس دوران میں اس کے کاغذات بنوانے کی کوشش کرو جن کی مدد سے یہ جائز اور قانونی طریقے سے امریکا میں رہ سکے۔“

نیزورین خود سسلی کا باشندہ تھا لیکن وہ برسوں سے امریکا میں مقیم تھا اور یہاں کی شہریت حاصل کر چکا تھا۔ اسے سسلی میں واقع اپنے آبائی گاؤں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی تاہم وہ سسلی کے پرانے اور روایت پسند لوگوں میں سے تھا جن کی پہلی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اپنے بچوں کی شادیاں اپنے ہم وطنوں میں کریں۔

نیزورین کو تو ویسے بھی ایزور جیسا خوش شکل اور نوجوان داماد میسر آنا مشکل تھا کیونکہ اس کی بیٹی نہایت عام سی شکل صورت کی مالک اور اچھی خاصی موٹی تھی۔ یہ کہنا بے جا نہیں تھا کہ وہ کسی حد تک بھدے پن کا شکار تھی اور مردوں کی طرح اس کی ناک کے نیچے ہلکا سا رواں بھی تھا جیسا کسی نوعمر لڑکے کی مسیں بھیک رہی ہوں۔

معلوم نہیں ایزور کس طرح اس پر مہربان ہو گیا تھا۔ جن دنوں وہ بیکری کے کاموں میں ہاتھ بٹا رہا تھا، نیزورین نے اسے اکثر آنکھ بچا کر اپنی بیٹی کے ساتھ آنکھیلیاں اور چھٹڑ چھاڑ کرتے دیکھا تھا۔ کیتھرین پوری گرجوٹی سے اس کی حرکتوں کو جواب دیتی تھی۔

انداز میں مختلف رسوم کا سلسلہ تمام دن ہی جاری رہتا تھا۔ مدعوئین کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ یہ ایک یا دو گار تقریب ہوگی۔ لوگوں کے لئے یہ احساس بھی طمانیت بخش تھا کہ جنگ عظیم تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ آخری معرکہ آرائی جاپانیوں سے چل رہی تھی۔ اب وہ بھی اختتام پر پہنچ چلی تھی۔ لوگوں کے بیٹے جو فوج میں بھرتی ہو کر مختلف محاذوں پر گئے ہوئے تھے، گھروں کو لوٹ آئے تھے۔ اب وہ صحیح طور پر کوئی خوشی منا سکتے۔ کسی تقریب سے لطف اندوز ہو سکتے تھے۔ تقریب کے دوران ان کے دل و ذہن پر اس قسم کے تفکرات اور اندیشوں کے سائے نہ ہوتے کہ انکے بیٹے نہ جانے کن محاذوں پر ہوں گے..... کس حال میں ہوں گے..... اور وہ زندہ بھی واپس آئیں گے یا نہیں؟ ان کے خیال میں شادی کی یہ تقریب بہت ہی اچھے موقع پر آئی تھی۔

چنانچہ اس سنیچر کو دن چڑھتے ہی بہت سے لوگ نیویارک سٹی سے لانگ آئی لینڈ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ ان کے پاس دلہن کو تحفے کے طور پر دینے کے لئے لفافے تھے جن میں ہر ایک نے حسب حیثیت زیادہ سے زیادہ رقم رکھ کر ڈون کارلیون سے اپنی عقیدت اور وابستگی کا اظہار کرنے کی کوشش کی تھی۔ یہ رقم وہ کسی مجبوری کے تحت نہیں..... بلکہ حقیقت میں اپنی خوشی سے لے کر جا رہے تھے۔ وہ سب ہی کسی نہ کسی وجہ سے ڈون کے لئے اپنے دل میں عقیدت، ممنونیت اور تشکر کے جذبات رکھتے تھے..... اور ان کے اظہار کا، ان کے خیال میں یہ ایک نہایت اچھا موقع اور نہایت اچھا طریقہ تھا۔

ان میں بیشتر لوگ وہ تھے جنہوں نے ہر مشکل گھڑی میں مدد کے لئے ڈون کارلیون کے دروازے پر دستک دی تھی..... اور انہیں کبھی مایوس نہیں لوٹا پڑا تھا۔ ڈون نے کبھی ان سے کوئی جھوٹا وعدہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی کبھی کسی کی مدد کے سلسلے میں یہ عذر پیش کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ اپنے سے بھی بڑی کسی طاقت کے سامنے مجبور تھا، اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے..... یا فلاں کام، فلاں ٹھوس وجہ کی بناء پر ممکن ہی نہیں تھا۔ ڈون کارلیون کے منہ سے کبھی کسی نے اس قسم کی بات نہیں سنی تھی۔

نیزورین کو تو اندیشہ تھا کہ اگر اس نے ان دونوں پر کڑی نظر نہ رکھی ہوتی تو اس کی بیٹی خود اینزو کی طرف مائل ہو چکی ہوتی۔

کیتھرین اس وقت رو رہی تھی۔ اس کی ماں نے جب اس کے باپ کو ڈانٹا تو کیتھرین نے امید بھری نظروں سے باپ کی طرف دیکھا..... لیکن جب وہ متذبذب انداز میں خاموش رہا تو کیتھرین چلا اٹھی۔ ”اگر اینزو کو سسلی بھیجا گیا تو میں بھی اس کے ساتھ وہیں چلی جاؤں گی اور وہیں رہوں گی۔ اگر اس کے ساتھ میری شادی نہ کی گئی تو میں اس کے ساتھ بھاگ جاؤں گی۔ اگر اسے یہاں نہ روکا گیا تو اس کے ساتھ رہنے کے لئے میں کچھ بھی کر گزروں گی۔“

نیزورین نے ناگواری سے بیٹی کی طرف دیکھا۔ اسے احساس ہوا کہ بیٹی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ اس پر نوجوانی کے جذبات کا غلبہ تھا۔ اس سلسلے میں صحیح سمت میں قدم اٹھانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس کے خیال میں درست اقدام یہی تھا کہ اینزو کو امریکا میں روکا جاتا اور اسے شہریت دلوانے کی کوشش کی جاتی..... یہ بہت مشکل کام تھا۔ نیزورین کے بس کی بات نہیں تھی۔ فی الحال تو یہ تقریباً ناممکن ہی تھا۔ صرف ایک شخص ایسا تھا جو نیزورین کے خیال میں اس ناممکن کام کو ممکن بنا سکتا تھا..... اور وہ تھا گاؤں کا دور..... ڈون کارلیون.....!

☆.....☆.....☆

ان سب لوگوں کو ڈون کارلیون کی بیٹی تانزیا کارلیون کی شادی کی تقریب کے دعوت نامے ملے تھے۔ دعوت نامے نہایت خوبصورت تھے اور ان پر طلائی حروف ابھرے ہوئے تھے۔ شادی کے لئے اگست 45ء کے آخری سنیچر کا دن مقرر کیا گیا تھا۔ ڈون کارلیون کو کہ اب لانگ آئی لینڈ پر ایک طویل و عریض محل نما مکان میں رہ رہا تھا لیکن وہ تمام اہم تقریبات کے مواقع پر اپنے پرانے پڑوسیوں، دوستوں اور عقیدت مندوں کو مدعو کرنا نہیں بھولتا تھا۔

شادی کی ضیافت کا اہتمام اس محل نما مکان میں ہی کیا گیا تھا اور جشن کے

تھے۔

محل میں مستقل..... یا پھر اس خاص موقع پر عارضی طور پر خدمات انجام دینے والوں سے بھی ڈون کا کوئی نہ کوئی پرانا تعلق یا دوستی کا رشتہ تھا۔ مثلاً آج کے دن ہارٹینڈر کے فرائض انجام دینے والا ڈون کا پرانا دوست تھا اور تقریب کے لئے تمام مشروبات کا انتظام اس نے اپنی جیب سے کیا تھا۔ یہ گویا اس کی طرف سے شادی کا تحفہ تھا۔

ویٹرز کے طور پر کام کرنے والے لوگ ڈون کارلیون کے بیٹوں کے دوست تھے اور اس موقع پر ڈون فیملی کی خدمت انجام دے کر خوشی محسوس کر رہے تھے۔ ایک ایکڑ پر پھیلے ہوئے خوبصورت اور سرسبز باغ میں بہت سی پکنک ٹیبلوں پر طرح طرح کے جو کھانے بچے ہوئے تھے وہ ڈون کی بیوی نے اپنی نگرانی میں ملازماؤں اور اپنی سہیلیوں سے پکوائے تھے۔ اس نے خود بھی ان کے ساتھ کام کیا تھا۔ باغ کی سجاوٹ اور آرائش دلہن کی سہیلیوں نے کی تھی۔

ڈون کارلیون ہر مہمان کا استقبال یکساں احترام اور گرم جوشی سے کر رہا تھا۔ کوئی امیر یا غریب..... اہم تھا یا غیر اہم..... بڑے سماجی رتبے کا حامل تھا یا کوئی معمولی کارندہ..... ڈون کارلیون سب کو یکساں انداز میں خوش آمدید کہہ رہا تھا۔ اس کے رویے سے کسی مہمان کو اپنے بارے میں گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ وہ دوسروں کے مقابلے میں کمتر تھا۔ ڈون کا رویہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔ یہ اس کے کردار کا ایک حصہ تھا۔ وہ اس عمر میں بھی اپنے ڈنز سوٹ میں اتنا وجہیہ، پروقار اور دلکش نظر آ رہا تھا کہ اگر آنے والا کوئی مہمان اس کا صورت آشنانہ ہوتا تو شاید یہ سمجھتا کہ وہ دولہا ہے۔

اس کے تین بیٹوں میں سے دو اس کے ساتھ صدر دروازے پر کھڑے تھے۔ لن میں سے ایک سین ٹیون تھا۔ پیدائش کے بعد اس کا نام تو سین ٹیون رکھا تھا لیکن زیادہ تر لوگ اسے کنی کے نام سے جانتے تھے۔ باپ کے سوا تقریباً سبھی اس نام سے پکارتے تھے۔ ڈون کارلیون کے بچے امریکا میں ہی پیدا ہوئے تھے اور یہیں پلے بڑھے تھے۔

اس کے پاس مدد کی غرض سے جانے والے سائل کے لئے یہ بھی ضروری نہیں تھا کہ وہ کوئی اہم آدمی ہوتا..... یا ڈون اس سے یہ توقع رکھتا کہ کبھی وہ بھی جواب میں اس کے کسی کام آئے گا۔ چھوٹے موٹے، معمولی اور غیر اہم آدمی بھی مدد مانگنے کے لئے ڈون کے پاس جاسکتے تھے شرط صرف یہ تھی کہ ڈون سے ان کی شناسائی، دوستی یا نیاز مندی ہوتی یا وہ ڈون کے پرانے ہم وطن ہوتے اور انہوں نے اس سے رابطہ اور رشتہ کسی نہ کسی صورت میں، کسی نہ کسی انداز میں برقرار رکھا ہوتا۔

ڈون ایک روایت پسند آدمی تھا۔ اگر کوئی شخص اس سے تعلق یا قربت داری کا دعوے دار ہوتا تو ڈون کی یہ بھی خواہش ہوتی کہ وہ کسی نہ کسی انداز میں اس کا اظہار بھی جاری رکھتا۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا کہ عام حالات میں تو کوئی ڈون سے برسوں لا تعلق رہتا، کبھی رابطہ نہ رکھتا اور جب کوئی مشکل یا مصیبت پڑتی تو روتا ہوا اس کے پاس پہنچ جاتا۔

اس کے شناساء، دوست پرانے پڑوسی یا ہم وطن کبھی کبھار اسے کوئی تحفہ بھیجواتے رہتے تھے یا کسی اور انداز میں رابطہ رکھتے تھے اور ڈون کو یہ احساس دلاتے رہتے تھے کہ اسے بھولے نہیں تھے..... تو ڈون بہت خوش ہوتا تھا۔ کسی کے چھوٹے موٹے تحفے کی اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں ہوتی تھی لیکن وہ یہ محسوس کر کے خوش ہوتا تھا کہ تحفہ بھیجنے والے اس کی ذات سے اپنی عقیدت، ممنونیت اور تعلق خاطر کا اظہار کیا ہے۔ اس کی نظر میں اس چھوٹی چھوٹی باتوں کی بہت اہمیت تھی۔ ممنونیت، عقیدت اور تشکر کے انہی جذبات کے تحت بہت سے لوگ اسے گاؤ فادر کہتے تھے۔ اسے اپنا مربی، سرپرست اور منہ بولا یار و حافی بابہ قرار دیتے تھے۔

آج کا دن خود ڈون کے لئے بھی یادگار تھا۔ آج اس کی بیٹی کی شادی تھی۔ وہ اپنے محل کے صدر دروازے پر مہمانوں کے استقبال کے لئے کھڑا تھا۔ ان میں سے بیٹے ایسے تھے جو ڈون ہی کی کسی نہ کسی نوازش کی وجہ سے کامیابی کے راستے پر گامزن ہوئے تھے۔ وہ تو اس کے روبرو بھی دلی محبت اور عقیدت سے اسے گاؤ فادر کہہ کر مخاطب کر

ان کے نقوش پر اطالوی رنگ غالب تھا مگر شخصیت میں امریکی چھب بھی تھی۔ مثلاً سین میز عرف سنی قد کاٹھ اور ہاتھ بیروں کی ساخت سے امریکی لگتا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ اور جسم کسی نیل یا گھوڑے کی طرح مضبوط تھا جبکہ اس کے سنہرے بال نہایت گھنے اور گھنگھرے یا لے تھے۔ اس کا چہرہ کسی حد تک کیو پڈ کی خیالی تصویر سے ملتا تھا۔

عورتوں کے لئے اس میں بے پناہ کشش تھی۔ وہ شادی شدہ اور تین بچوں کا باپ تھا مگر اس پر عورتوں کی نوازشات میں کوئی کمی نہیں آئی تھی اور وہ ان نوازشات سے استفادہ کرنے میں چوکتا بھی نہیں تھا۔ جن عورتوں کو اس سے واسطہ پڑتا تھا وہ اس کی بے پناہ کشش پر عرصے تک حیران رہتی تھیں۔

آج بھی بیشتر جوان ملازمین اور چھوٹی موٹی دیگر خدمات انجام دینے والی عورتیں آتے جاتے، موقع پا کر اسے میٹھی میٹھی نظروں سے دیکھ رہی تھیں لیکن وہ ان کی طرف سے انجان بنا ہوا تھا۔ آج وہ بہن کی شادی کے موقع پر نہایت سنجیدہ اور ذمے دارانہ طرز عمل کا مظاہرہ کرنا چاہتا تھا تاہم دلہن کی اس وقت کی خاص خادمہ لوسی پر نظر رکھنے سے باز نہیں رہا تھا اور موقع ملنے کا منتظر تھا۔

لوسی دلہن سے کہیں زیادہ خوبصورت اور پُرکشش تھی۔ آج کچھ زیادہ ہی اہتمام سے بنی سنوری ہونے کی وجہ سے وہ اور بھی غضب ڈھا رہی تھی۔ وہ خوبصورت گلابی گاؤں میں تھی اور اس کے ریشمی سیاہ بالوں میں پھولوں کا تاج سجا ہوا تھا۔ پچھلے ایک ہفتے سے شادی کی تیاریوں اور مختلف رسوم کی ریہرسل کے دوران وہ سنی سے اچھی خاصی بے تکلفی بات کرتی رہی تھی اور صبح چرچ میں شادی کی رسم کے دوران اس نے موقع پا کے چپکے سے کڑ کا ہاتھ بھی پکڑ لیا تھا۔

سنی کے بارے میں عام خیال یہی تھا کہ اس میں باپ والی بیشتر خصوصیات نہیں تھیں۔ گو کہ وہ فراخ دل اور مستعد آدمی تھا مگر اس میں باب جیسا تحمل اور معاملہ نمئی نہیں تھی۔ غصہ در اور جلد مشتعل ہو جانے والا آدمی تھا۔ اسی جلد بازی اور تند مزاجی میں وہ غلط فیصلے

جاتا تھا۔ گو کہ اس وقت وہ باپ کے کاروبار میں ہاتھ بٹا رہا تھا لیکن اس کے بارے میں یہ امید نہیں رکھی جاتی تھی کہ وہ صحیح معنوں میں باپ کا جانشین یا اس کا صحیح وارث ثابت ہو سکے گا۔

ڈون کے دوسرے بیٹے کا نام فریڈرک تھا جسے پیار سے فریڈ کہا جاتا تھا۔ اکثر اطالوی اپنے ہاں اس قسم کا بیٹا پیدا ہونے کی دعا مانگتے تھے۔ وہ آنکھیں بند کر کے باپ کے حکم پر چلنے والا، ہر حال میں اس کا وفادار اور خدمت گار تھا۔ تیس سال کی عمر میں بھی وہ باپ کے ساتھ ہی رہتا تھا۔

وہ سنی جتنا دراز قد اور خوب دو تھیں تھا لیکن بہر حال جسمانی طور پر اس کی طرح مضبوط تھا اس کی صورت میں بھی کیو پڈ کی جھلک تھی تاہم اس کی آنکھوں اور چہرے کی ساخت سے سرد مہری جھلکتی تھی۔ وہ کبھی اپنے باپ سے اختلاف نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کبھی عورتوں کے بارے میں اس کا کوئی اس کیڈنڈل بنا تھا جس سے اس کے باپ کو شرمندگی اٹھانا پڑتی۔ اس کی یہ خوبیاں اپنی جگہ تھیں مگر اس میں بھی وہ طاقت، وہ خود اعتمادی اور وہ قائدانہ صلاحیتیں نظر نہیں آتی تھیں جو ڈون کا لیون جیسے آدمی کی روایات اور وراثت کو مکمل سنبھالنے کے لئے ضروری تھیں۔

ڈون کا تیسرا بیٹا مائیکل کارلیون تھا۔ وہ اس وقت اپنے باپ اور دونوں بھائیوں سے الگ تھلک، باغ کے ایک گوشے میں میز پر بیٹھا تھا لیکن وہاں بھی وہ بہت سے مہمانوں کی توجہ کا مرکز تھا۔ وہ ڈون کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا اور اپنے باپ کا سب سے کم فرمانبردار تھا۔ وہ اپنے بھائیوں کی طرح مضبوط اور قدرے بھاری بھر کم سی شخصیت کا مالک نہیں تھا۔ اس کے بال بھی گھنے، سنہرے اور گھنگھرے یا لے نہیں بلکہ سیدھے، سیاہ اور ریشمی تھے۔ وہ چھریرے جسم کا تھا اور بال ذرا لمبے رکھتا تھا۔ اس کی زچوئی جلد میں ہلکی سی زردی تھی۔ ایسی جلد اگر کسی عورت کی ہوتی تو بہت اچھی لگتی۔

مائیکل بھی ایک وجیہہ نو جوان تھا لیکن اس کی شخصیت میں کچھ نزاکت تھی۔ جب

شروع ہوئی تو مائیکل نے باپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنی مرضی سے اپنا نام فوج میں لکھوا دیا۔

ڈون ابھی تک امریکیوں کو ایک غیر قوم ہی محسوس کرتا تھا..... اور وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا سب سے چھوٹا اور سب سے لاڈلا بیٹا ایک غیر قوم کے محافظ کے فرائض انجام دیتے ہوئے کسی دور افتادہ محاذ پر مارا جائے۔ ڈون نے اسے فوج میں جانے سے روکنے کے لئے خفیہ طور پر کوششیں بھی کی تھیں۔ ڈاکٹروں کو رشوت دی گئی تھی کہ وہ اسے فوج کے لئے نا اہل قرار دے دیں..... دوسرے کئی طریقے اختیار کرنے کے لئے بھی بہت رقم خرچ کی گئی تھی لیکن مائیکل کی عمر اکیس سال تھی..... یعنی قانونی طور پر وہ خود مختار تھا اور رضا کارانہ طور پر فوج میں جانے کے لئے تیار تھا..... اس لئے اسے روکنے کی تمام ظاہری اور خفیہ کوششیں ناکام رہیں۔

فوج میں مائیکل نے کیپٹن کا عہدہ حاصل کیا اور کئی محاذوں پر شجاعت کے ساتھ نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ 44ء میں اس وقت کے امریکا کے سب سے بڑے میگزین ”لائف“ میں جنگی ہیرو کی حیثیت سے اس کی تصویر بھی چھپی۔ ڈون کی اپنی فیملی میں سے تو کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ تصویر اسے دکھاتا البتہ ڈون کے ایک دوست نے اسے وہ میگزین پیش کیا۔ اس کا خیال تھا کہ ڈون اپنے بیٹے پر فخر محسوس کرے گا۔ ”لائف“ میں اس طرح تصویر اور کارناموں کا تذکرہ چھپنا بہت بڑا اعزاز تھا۔

لیکن ڈون نے یہ سب کچھ ناگواری سے..... سرسری انداز میں دیکھا اور میگزین ایک طرف ڈالتے ہوئے بولا۔ ”کیا فائدہ.....؟ اس احق نے یہ کارنامے غیروں اور اجنبیوں کے لئے انجام دیئے ہیں!“

مائیکل کو جنگ میں ایک ایسا زخم بھی آیا تھا جس نے اسے تقریباً معذور کر دیا۔ 45ء میں جب اسے فوج سے ڈسچارج کر دیا گیا تو وہ بھی سمجھا کہ اسے طبی بنیادوں پر سبکدوش کیا گیا ہے۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کے باپ نے اسے فوج سے واپس بلوانے کا بندوبست

وہ چھوٹا تھا، اس وقت تو ڈون کو یہ نزاکت کسی حد تک نسوانیت محسوس ہوتی تھی اور اسے اندیشہ تھا کہ شاید اس کے بیٹے میں وہ وجاہت اور مردانگی نہ ہو جو اس کے خاندان کا خاصا تھی..... لیکن جب مائیکل سترہ سال کا ہوا تو اس کے باپ کی یہ تشویش دور ہو گئی۔

اس وقت بھی مائیکل گویا اپنے اور اپنے فیملی کے درمیان کچھ فاصلہ ظاہر کرنے کے لئے سب سے ہٹ کر، الگ تھلک بیٹھا ہوا تھا..... لیکن اکیلا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ اس کی دوست..... ایک امریکی لڑکی موجود تھی جس کا نام کے ریڈمز تھا۔ کارلیون فیملی کے جاننے والوں نے اس لڑکی کے بارے میں سن تو رکھا تھا لیکن آج وہ پہلی بار اسے دیکھ رہے تھے۔

مائیکل اسے ساتھ لئے سب سے الگ تھلک ضرور بیٹھا تھا لیکن اس نے بدتمیزی یا ناشائستگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ اس نے ”کے“ کو پہلے تمام مہمانوں اور اپنے خاندان کے افراد سے ملوایا تھا اور اس کا تعارف بھی کر دیا تھا۔ اس کے خاندان کے افراد اس سے ذرا بھی متاثر نہیں ہوئے تھے۔ ان کے خیال میں وہ بہت نازک اندام اور بہت دلی تھی۔ اس کے چہرے سے بہت زیادہ ذہانت جھلکتی تھی..... اور مائیکل کے خاندان میں عورت کا زیادہ ذہین نظر آنا خوبی نہیں، خامی تھی۔ انہیں تو اس کا نام بھی پسند نہیں آیا تھا..... ’کے‘! بھلا یہ بھی کوئی نام ہوا؟

ہر مہمان محسوس کر رہا تھا کہ ڈون کارلیون اپنے اس بیٹے کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دے رہا تھا۔ دوسری جنگ عظیم شروع ہونے سے پہلے مائیکل ہی ڈون کا سب سے چہیتا بیٹا تھا اور لوگوں کا خیال تھا کہ مناسب وقت آنے پر ڈون اسے ہی اپنا جانشین قرار دے گا کیونکہ اس میں ایک خاموش ذہانت اور باپ جیسی معاملہ فہمی نظر آتی تھی۔ وہ صحیح وقت پر صحیح فیصلے کرنے کا اہل نظر آتا تھا اور اس میں کوئی ایسی بات تھی کہ لوگ اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ اس کی یہ خوبیاں ظاہر کرتی تھیں کہ اس میں باپ کی زبردست شخصیت کی جھلک موجود تھی۔ خواہ اس کا سراپا باپ سے مختلف نظر آتا تھا..... مگر جب دوسری جنگ عظیم

اس میں موجود دونوں افراد گاڑی سے اترنے کے بجائے اپنے اپنے کوٹ کی جیب سے ایک ایک نوٹ بک اور قلم نکال کر بیٹھ گئے۔

انہوں نے وہاں موجود گاڑیوں کے نمبر نوٹ کرنے شروع کر دیئے۔ انہوں نے اپنی اس کارروائی کو خفیہ رکھنے کا بھی تکلف نہیں کیا تھا۔ سنی نے گھوم کر باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ لوگ یقیناً پولیس والے ہیں۔“

”ان کا تعلق ایف بی آئی سے ہے.....“ ڈون نے بے نیازی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”لیکن ہمیں اس سے کیا؟ سڑک تو میری ملکیت نہیں ہے۔ سڑک پر کھڑے ہو کر..... جس کا جودل چاہے کر سکتا ہے۔“

سنی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس نے سیاہ کار والوں کو نیچی آواز میں گالی دی اور بولا۔ ”ان لوگوں کی نظر میں کسی کی کوئی عزت نہیں ہے۔ انہیں موقع محل کا کوئی خیال نہیں ہے۔“

پھر وہ غصیلے انداز میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا سیاہ کار تک پہنچا اور ڈرائیونگ سیٹ پر موجود شخص کی طرف جھک کر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اس نے ایک کارڈ جیب سے نکال کر اس کے سامنے لہرایا۔ ڈون کا اندازہ ٹھیک ہی تھا۔ ان لوگوں کا تعلق ایف بی آئی سے ہی تھا۔ سنی غالباً انہیں کھری کھری سنانے کے ارادے سے گیا تھا، تاہم کارڈ دیکھ کر اس نے ارادہ ملتوی کر دیا۔

سیدھا ہو کر وہ ایک لمحے انہیں خونخوار نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے نفرت سے بے ظاہر تو سڑک پر تھوکا..... لیکن جان بوجھ کر گردن کو اس طرح جھکا دیا کہ تھوک گاڑی کے دروازے پر جا گرا۔ پھر وہ گھوما اور واپس گھر کی طرف چل دیا۔ اس کا خیال تھا کہ ایف بی آئی والے اس کے پیچھے پیچھے آئیں گے..... مگر وہ نہیں آئے..... اور نہ ہی ان میں سے کسی نے ایک لفظ بھی کہا۔

گیٹ پر پہنچ کر سنی نے باپ سے کہا۔ ”آپ کا خیال ٹھیک ہی تھا..... وہ ایف بی

کیا تھا۔ گھر آ کر چند ہفتوں بعد جب وہ صحت یاب ہو گیا تھا تو اس نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے نیو ہمشائر کے ایک کالج میں داخلہ لے لیا۔ اس وجہ سے وہ ایک بار پھر باپ کا گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اب وہ بہن کی شادی میں شرکت کے لئے خاص طور پر آیا تھا اور اپنے ساتھ اپنی ہونے والی بیوی کو بھی لے آیا تھا تا کہ اسے خاندان کے افراد سے ملوا سکے..... مگر کسی نے بھی اس لڑکی کو پسند نہیں کیا تھا۔

مگر ’کے‘ کو اس بات کا احساس نہیں تھا۔ وہ بے چاری ہر ایک سے خوش خلقی سے مل رہی تھی۔ ہر مہمان کے بارے میں مائیکل سے کرید کرید کر پوچھ رہی تھی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنکھیں پھیلا کر حیران ہو رہی تھی۔ شادی کے لئے اس قدر اہتمام اور تکلفات بھی اس کے لئے گویا انوکھی بات تھی۔

پھر اس کی نظر چند افراد کی ٹولی پر پڑی جو گھر میں تیار کی گئی شراب کے ایک بیرل کے پاس کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک تو تکفین و تدفین کا کام کرنے والا ہونا سیرا تھا۔ دوسرا ایک بیکری کا مالک نیز ورین تھا۔ تیسرے کا نام کپولا اور چوتھے کا براسی تھا۔ ’کے‘ ایک ذہین لڑکی تھی اور اس کی قوت مشاہدہ تیز تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ وہ چاروں آدمی اس طرح خوش دکھائی نہیں دے رہے تھے جس طرح شادی میں شرکت کرنے والے دوسرے لوگ نظر آ رہے تھے۔ اس نے اس بات کا ذکر مائیکل سے بھی کر دیا۔

”ہاں..... وہ واقعی خوش نہیں ہیں.....“ مائیکل نے مسکراتے ہوئے اس کے خیال کی تائید کی۔ ”اس وقت شادی میں شرکت تو ان چاروں کے لئے ایک ضمنی کام ہے۔ حقیقت میں تو یہ اپنے کسی کام سے آئے ہیں۔ غالباً کوئی فریاد لے کر آئے ہیں اور تخیلیے میں میرے والد سے ملاقات کے منتظر ہیں۔“

مائیکل کی بات صحیح معلوم ہوتی تھی۔ ’کے‘ دیکھ رہی تھی کہ ان چاروں آدمیوں کی نظریں مسلسل ڈون کے تعاقب میں تھیں۔ مہمان آتے تو ڈون آگے بڑھ کر گیٹ پر ان کا استقبال کرتا۔ اسی دوران سڑک کے دوسری طرف سیاہ رنگ کی ایک بڑی گاڑی آ کر رکی۔

ڈون کاریوں کی بیٹی کا پورا نام کونسل تانزیا تھا لیکن اختصار سے اسے صرف کونی کہا جاتا تھا۔ وہ اپنے دولہا کارلورزی کے ساتھ ایک آراستہ اسٹیج پر بیٹھی تھی جس کے فرش پر بہت سے پھول بکھرے ہوئے تھے۔ وہ بھاری بھر کم عروسی لباس میں تھی۔ اس کے ساتھ دو اور نوجوان لڑکیاں بھی تقریباً لہن ہی کی طرح تیار ہو کر پیچھے بیٹھی تھیں۔

سب کچھ قدیم، روایتی، اطالوی انداز میں ہو رہا تھا۔ کونی کو روایتی طور طریقے زیادہ پسند نہیں تھے لیکن باپ کی خوشی کی خاطر وہ خاموش رہی تھی اور اس نے سب کچھ اسی طرح ہونے دیا تھا جس طرح ڈون چاہتا تھا کیونکہ ڈون نے بھی اپنے ہونے والے داماد رزی کو برداشت ہی کیا تھا ڈون کو وہ نوجوان پسند نہیں آیا تھا لیکن وہ کونی کو پسند تھا اور باپ نے بیٹی کی پسند کے سامنے سرجھکا دیا تھا۔

رزی کا باپ سسلی کا اور ماں تاتھ ٹلی کی تھی جس سے اسے سنہرے بال اور نیلی آنکھیں ورثے میں ملی تھیں۔ اس کے والد نوڈا میں رہتے تھے لیکن رزی نے کچھ عرصہ پہلے وہ ریاست چھوڑ دی تھی۔ یہ کہنا زیادہ درست تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ آیا تھا کیونکہ وہاں پولیس کے ساتھ اس کا کچھ مسئلہ ہو گیا تھا۔

وہ نیویارک آیا تو یہاں اس کی ملاقات سنی سے ہوئی اور اسی کے توسط سے وہ اس کی بہن سے بھی مل لیا۔ جس کے ساتھ آخر اس کی شادی کی نوبت آ گئی۔ ڈون نے اڑتی اڑتی خبر سن لی تھی کہ وہ نوڈا میں کسی سلسلے میں پولیس کو مطلوب تھا۔ ڈون نے بیٹی کی شادی اس کے ساتھ کرنے سے پہلے اس معاملے کی صحیح معلومات کرانے کے لئے اپنے قابل اعتماد آدمیوں کو نوڈا بھیجا جنہوں نے آکر رپورٹ دی کہ نوڈا میں رزی کسی سنگین معاملے میں پولیس کو مطلوب نہیں تھا۔

بات بس اتنی تھی کہ ایک بار اس کے پاس سے ایک غیر قانونی پستول برآمد ہوا تھا۔ وہ ضمانت پر رہا تھا مگر فرار ہو کر نیویارک آ گیا تھا۔ یہ حرکت جرم سے زیادہ سنگین تھی تاہم اتنی سنگین بھی نہیں تھی کہ اس پر تشویش میں مبتلا ہوا جاتا۔ نوجوان اس قسم کی حرکتیں کرتے ہی

آئی والے ہی ہیں.....“

ڈون مربیانہ انداز میں مسکرا دیا گویا اسے اس تصدیق کی ضرورت نہیں تھی۔ سنی بولا۔ ”وہ خبیث ہمارے ہاں آنے والی ہر گاڑی کا نمبر نوٹ کر رہے ہیں۔“

ڈون نے اب بھی مربیانہ انداز میں مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔ اس نے بیٹے کو نہیں بتایا کہ اسے تو اپنے ذرائع سے پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی کہ اس موقع پر ایف بی آئی والے آئیں گے اور یہی کام کریں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے تمام قریبی جاننے والوں کو پیغام بھجوایا تھا کہ شادی میں شرکت کے لئے وہ اپنی گاڑیوں میں نہ آئیں بلکہ ادھر ادھر سے گاڑیوں کا انتظام کر لیں۔

اسے اپنے بیٹے سنی کی طرف سے یوں غصے کا اظہار اچھا نہیں لگا تھا۔ ڈون اس انداز میں کسی بھی معاملے میں اپنا رد عمل ظاہر کرنے والا آدمی نہیں تھا۔ لیکن اس کے خیال میں سنی کی اس حرکت کا ایک فائدہ بھی ہوا تھا۔ اس کے انداز سے ایف بی آئی والوں کو یقین ہو گیا ہوگا کہ ان کی آمد ڈون فیملی کے لئے غیر متوقع تھی۔ اس لئے انہوں نے کوئی احتیاطی تدبیر نہیں کی ہوگی۔

ڈون کاریوں طاقتور ترین دشمن سے انتقام لینے کے لئے بھی اپنے صبر و ضبط اور تحمل کو برقرار رکھنے کا قائل تھا۔ اس لئے وہ اس وقت بھی غصے میں نہیں تھا۔ اسی دوران بینڈ نے طربیہ موسیقی کی دھن چھیڑ دی۔ تمام مہمان آچکے تھے۔ کھانا شروع ہو رہا تھا۔ ڈون نے اپنے دونوں بیٹوں کو اپنے ساتھ اندر چلنے کا اشارہ کیا اور وہ باغ کی طرف چل دیئے جہاں کھانے کی میزیں سجی ہوئی تھیں۔

مہمانوں کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ ان میں سے کچھ، ایک طرف بنے ہوئے چوبی فرش پر ڈانس کر رہے تھے اور کچھ کھانے کے لئے لمبی لمبی میزوں پر بیٹھ چکے تھے جنہیں انواع و اقسام کے کھانے اور مشروبات سجے ہوئے تھے۔ باغ میں جشن کا سماں تھا۔ فہ میں موسیقی کی لہریں بکھر رہی تھیں۔

پرس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ اس کا نام پالی گھٹو تھا۔ وہ عمدہ سوٹ میں ملبوس تھا اور اس کا چہرہ کسی حد تک نیو لے جیسا تھا۔ اس کے بال سلیقے سے جھے ہوئے تھے۔ وہ عادت سے مجبور ہو کر پرس کی طرف لپٹائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور اسے پار کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔ ورنہ اسے معلوم تھا کہ اس قسم کی حرکت کرنا ایسا ہی تھا جیسے کسی نہتے آدمی کا شیر کے منہ سے نوالا چھیننا۔ لیکن خواب دیکھنے پر بہر حال کوئی پابندی نہیں تھی۔

کبھی کبھی وہ اپنے باس پیٹر میز کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا جو ڈانگ فلور پر کئی لڑکیوں کے ساتھ باری باری ڈانس کر رہا تھا۔ میز ایک دراز قد اور نہایت مضبوط جسم کا آدمی تھا۔ اکثر لڑکیوں کے سر اس کے سینے تک بھی نہیں پہنچ پاتے تھے اور وہ اس کے سامنے بالکل گڑیوں جیسی لگتی تھیں۔ وہ اس قسم کے لوگوں میں سے تھا جسے آتے دیکھ کر لوگ خود ہی راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔ میز اور گھٹو دونوں ڈون کے خاص کارندے تھے۔

آخر کار میز اتھک کر ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا تو گھٹو جلدی سے آگے بڑھ کر ایک ریشمی رومال سے اس کی پیشانی سے پسینہ پونچھنے لگا۔ میز اتیزی سے بولا۔ ”ان نخرے بازیوں کو چھوڑو اور اپنے اصل کام پر توجہ رکھو۔ ادھر ادھر گھوم پھر کر جائزہ لیتے رہو کہ سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہے۔ پاس پڑوس پر بھی نظر ڈالتے رہنا۔۔۔۔۔ کہ کہیں کسی گڑبڑ کے آثار تو نہیں۔“

گھٹو اس کا حکم سنتے ہی مہمانوں کے جھوم میں کہیں غائب ہو گیا۔

اسی دوران نینو نامی ایک نوجوان نے مینڈولین اٹھا کر بجانا شروع کر دیا۔ وہ ترنگ میں تھا۔ مینڈولین کی دھن پر اس نے ایک خاص بے تکلفانہ قسم کا محبت بھرا گیت بھی لڑکھڑائی آواز میں گانا شروع کر دیا۔ مہمان اس کا ساتھ دینے لگے۔ عورتیں خوشی سے چیخ رہی تھیں، قہقہے لگا رہی تھیں جن میں ڈون کی بیوی بھی شامل تھی۔

ڈون کو اس انداز کی ہنگامہ خیزی پسند نہیں تھی لیکن وہ مہمانوں کی خوشی اور تفریح میں رکاوٹ بھی نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ خاموشی سے اندر کی طرف چل دیا۔ باپ کو اندر جاتے

رہتے تھے۔ یہ ایسا معاملہ تھا جس کا ریکارڈ آسانی سے صاف کرایا جاسکتا تھا۔ ڈون نہیں چاہتا تھا کہ اس کے خاندان کے کسی فرد..... اور خصوصاً اس کے ہونے والے داماد کا پولیس میں کوئی ریکارڈ موجود ہو۔

ڈون کے جو آدمی نوٹڈا گئے تھے، وہ رزی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے علاوہ یہ خبر بھی لائے تھے کہ اس ریاست میں کچھ مخصوص شرائط پوری کرنے کے بعد قانونی طور پر جو اخانے کھولنے کی اجازت تھی۔ وہاں بہت بڑے بڑے کسینو موجود تھے جو ٹائٹ کلب کے طور پر بھی چل رہے تھے اور ان کا کچھ حصہ قمار بازی کے لئے بھی مخصوص تھا۔ ڈون نے یہ خبر دلچسپی سے سنی تھی کیونکہ اسے ایسے ہر کام سے دلچسپی تھی جس میں زیادہ قانونی خطرات کے بغیر زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جاسکے۔

کوئی معمولی شکل صورت کی لڑکی تھی۔ بد قسمتی سے اس میں اپنے والدین اور بھائیوں کی وجاہت کی کوئی جھلک نہیں تھی۔ وہ دہلی پتلی سی تھی اور اس کی حرکات و سکنات سے اضطراب جھلکتا تھا لیکن آج شادی کی خوشی سے تمنا تے چہرے اور دلہن کے لباس میں وہ کسی حد تک خوبصورت لگ رہی تھی اور وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں رزی پر قربان ہوئی جا رہی تھی۔

دولہا رزی کسرتی جسم کا مالک تھا۔ نوٹڈا میں اس نے نوجوانی میں مزدوروں کی طرح سخت محنت مشقت کے کام بھی کئے تھے لیکن اس کے خیال میں اب اس کی قسمت سنور گئی تھی۔ وہ ایک ایسے خاندان میں شادی کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا جو اپنے رکھ رکھاؤ اور طور طریقے میں شاہی خاندان سے کم نہیں تھا۔ اسے اپنی دلہن کی والہانہ نظروں سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو اس کے کندھے پر لٹکے ہوئے بڑے سے پرس کو دیکھ رہا تھا جس میں مہمانوں کے دیئے ہوئے نوٹوں کے لفافے بھرے ہوئے تھے۔ وہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس پرس میں کتنی رقم جمع ہو چکی ہوگی؟..... اور یہ تو محض ابتدا تھی!

مہمانوں میں ایک اور شخص بھی کبھی کبھی کن آنکھوں اور لپٹائی ہوئی نظروں سے اس

دیکھ کر سنی جلدی سے دلہن کے عقب میں اس کی میڈ کے طور پر بن سنور کر بیٹھی ہوئی لوسی۔ قریب جا بیٹھا۔ سنی نے پہلے یہ دیکھ لیا تھا کہ اس کی بیوی وہاں موجود تو نہیں تھی۔ وہ کچن میں مصروف تھی۔

سنی نے لوسی کے کان میں سرگوشی میں کچھ کہا اور وہ اٹھ کر مکان کے اندرونی دروازے کی طرف چل دی۔ سنی نے اس وقت تک انتظار کیا۔ جب تک وہ اندرونی دروازے کی طرف چل دی۔ عقب میں غائب نہیں ہوئی ہوگی۔ پھر وہ بھی اٹھ کر اسی طرف چل دیا لیکن راستے میں ادھر رک کر وہ بعض مہمانوں سے تھوڑی بہت بات چیت کرتا جا رہا تھا۔ وہ یہ ظاہر کرنے پوری پوری کوشش کر رہا تھا کہ وہ لوسی کے تعاقب میں نہیں جا رہا..... گو کہ وہاں اس بات کسی کو پرواہ بھی نہیں تھی۔ چند لمحوں بعد وہ دونوں اوپر کے ایک کمرے میں یکجا تھے اور مرنے والوں کے درمیان اس خلوت سے پورا پورا استفادہ کر رہے تھے۔

اس دوران نجلی منزل کے ایک کمرے کی کھڑکی کے شیشے سے نام بیگن شادی تقریب کا نظارہ کر رہا تھا۔ وہ ڈون کارلیون کا وکیل تھا اور یہ کمرہ اس کے دفتر کے طور استعمال ہوتا تھا۔ اس میں اونچی اونچی دیوار گیرالماریوں میں شیشے کے دروازوں کے قانون کی موٹی موٹی کتابیں بھری دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ کمرہ ڈون کارلیون کے کمرے سے متصل تھا۔ اس طرح ڈون کو آسانی رہتی تھی۔ وہ جب چاہتا کسی بھی خاص اور فو نوعیت کے مسئلے پر نام بیگن سے تبادلہ خیال کرنے آ جاتا تھا۔

ڈون کا قانونی مشیر ہونا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ ”ڈون فیملی“ کے نظام کاروبار میں یہ اہم ترین عہدہ تھا۔ اس سے پہلے جس شخص نے برسوں تک ڈون کے اس حیثیت سے خدمات انجام دی تھیں وہ اب کینسر کے باعث بستر مرگ پر تھا۔ اس بیماری کے بعد سے بیگن کو یہ حیثیت حاصل ہو چکی تھی۔ اس نے اور ڈون نے اسی کمرے میں آمنے سامنے بیٹھ کر بہت سے کاروباری مسائل کی گتھیاں سلجھائی تھیں۔ ”فیملی“ کے معاملات پر سر جوڑ کر غور و خوض کیا تھا۔

کھڑکی کے قریب بیٹھے بیٹھے اس نے ڈون کو بھی اندر آتے دیکھا۔ پھر سنی کو لوسی کے کان میں سرگوشی کرتے اور انہیں یکے بعد دیگرے مکان میں غائب ہوتے بھی دیکھا تھا۔ یہ دیکھ کر وہ دانت پیس کر رہ گیا تھا کہ سنی کہیں بھی داؤ لگانے سے باز نہیں رہتا تھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ ڈون کو اس معاملے کی خبر کر دے..... لیکن پھر اس نے زبان بند رکھنے میں ہی مصلحت سمجھی۔

ڈون کو اندر آتے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ اس سے ملنے بھی آئے گا اور آج خواہ اس کی بیٹی کی شادی تھی..... لیکن وہ کچھ نہ کچھ معاملات ضرور نمٹائے گا، جس کا مطلب یہ تھا کہ بیگن کو بھی کچھ نہ کچھ کام کرنا ہوگا۔ اس نے گہری سانس لی اور ریو الونگ چیئر کو میز کی طرف گھم لیا۔ اس نے میز پر سے چند افراد کے ناموں کی فہرست اٹھائی۔ ہاتھ سے لکھے گئے یہ نام ان افراد کے تھے جنہیں آج تحلیف میں ڈون کارلیون سے ملاقات کی اجازت تھی۔

جب ڈون کمرے میں داخل ہوا تو بیگن نے اٹھ کر وہ فہرست اسے پیش کر دی۔ ڈون نے فہرست پر نظر ڈالی اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”بونا سیرا کا نام فہرست کے آخر میں کر دو۔“

بیگن نے فہرست میں بونا سیرا کا نمبر تبدیل کیا پھر میز کا دروازہ کھول کر باغ میں اس طرف چلا گیا جہاں ملاقات کے خواہشمندوں کی ٹولی کھڑی تھی۔ اس نے گٹھے ہوئے جسم کے پستہ قد نیزورین کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔

بیکری کا مالک نیزورین جب بیگن کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تو ڈون کارلیون نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا اور اس سے گلے ملا۔ اٹلی میں وہ دونوں بچپن میں ساتھ کھیلے تھے اور جب سے نیزورین، نیویاک میں بیکری چلا رہا تھا تب سے وہ ہر خاص موقع اور تہواروں پر، خاص طور پر تیار کیا گیا ایک بڑا سا کیک ڈون کے گھر بھجوانا نہیں بھولتا تھا۔ آج وہ پہلی بار کسی کام سے ڈون کے گھر آیا تھا۔

ڈون نے اسے مشروب کا ایک گلاس اور اعلیٰ درجے کا ایک سگار پیش کیا خیر و عافیت دریافت کرنے کے دوران وہ محبت اور پناہیت سے نیزورین کا کندھا تھپتھپا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ کسی شریف، باعزت اور ناپرست آدمی کے لئے کسی کے سامنے اچاں مجبوری، ضرورت یا مسئلہ بیان کرنا آسان کام نہیں تھا۔ وہ نیزورین میں گویا اپنا مسئلہ بیا کرنے کی جرات پیدا کر رہا تھا..... اصل بات کے لئے ماحول بنا رہا تھا۔

آخر نیزورین نے اپنا مسئلہ بیان کر ہی دیا کہ کس طرح اس کی بیٹی اینزو شادی کرنے کے لئے بضد تھی..... جبکہ اینزو امریکا میں غیر قانونی طور پر مقیم تھا..... خطرہ کہ اسے جلد ہی اٹلی واپس بھجوا دیا جائے گا اور اس کی بیٹی کی تھریں شاید اس صدمے سے جائے گی۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے سلسلے میں ڈون کارلیون اس کی آخری امید تھا۔

وہ دونوں اٹھ کر کمرے میں ٹہلتے ہوئے یہ بات چیت کر رہے تھے۔ ڈون باز و دوستانہ انداز میں نیزورین کے کندھوں پر ٹکا ہوا تھا اور وہ وقفے وقفے سے تھپی ا ہمدردانہ انداز میں سر ہلار ہا تھا۔

نیزورین نے بات ختم کی تو ڈون نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا کہا۔ ”اپنی اس پریشانی کو بھول جاؤ۔ اینزو کو یہاں کی شہریت مل جائے گی..... خواہ اس لئے مجھے کانگریس میں خصوصی بل ہی پاس کرانا پڑے۔ میں کانگریس کے ایک ایسے ممبر جانتا ہوں جو آسانی سے بل پیش کر دے گا اور کانگریس کی اکثریت اسے منظور بھی کرے گی..... کیونکہ یہ لوگ اسی طرح ایک دوسرے کے مسئلے حل کرتے ہیں۔ بس، کانگریس اس ممبر کی خدمت میں دو ہزار ڈالر کا نذرانہ پیش کرنا پڑے گا۔ اگر تمہارے لئے دو ہزار کا بندوبست کرنا مشکل ہو تو وہ بھی میں اپنی جیب سے دے دوں گا۔“

”نہیں..... نہیں..... ایسی کوئی بات نہیں“ نیزورین جلدی سے بولا۔ ”دو ڈالر کوئی مسئلہ نہیں ہیں۔ میری تو یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کام ہوگا کیسے؟“ خوشی سے اس کی حالت عجیب تھی۔

”بس..... تو پھر تم بے فکر ہو جاؤ۔ میرا کوئی آدمی بیکری پر آ کر تم سے ملے گا..... رقی بھی لے لے گا اور تمہیں بتا دیگا کہ اس سلسلے میں کیا کاغذی کارروائی کرنی ہے۔ اوکے؟“ نیزورین نے تشکر اور ممنونیت سے اس کا ہاتھ چوما اور رخصت ہو گیا۔ اس کے جانے کے بعد ٹیگن ڈونی سے مخاطب ہوا۔ نیزورین کے لئے یہ سرمایہ کاری بری نہیں رہے گی دو ہزار ڈالر میں اسے داماد اور عمر بھر کے لئے بیکری پر ایک کارکن مل جائے گا.....“

ایک لمحے کے توقف کے بعد ڈون پر خیال لچھے میں بولا۔ ”میں سوچ رہا ہوں کہ یہ کام اپنے کسی آدمی کے سپرد کروں؟“

اس سے پہلے کہ ٹیگن کوئی جواب دیتا، ڈون خود ہی بولا۔ ”وہ جو دوسرے علاقے میں یہودی رہتا ہے..... اس کے ذمے یہ کام لگاؤ..... اور ہاں..... اس بار کانگریس میں لیو کے بجائے فشر کو آزما کر دیکھو۔ اب جنگ ختم ہوئی ہے تو ہمارے پاس اس قسم کے غیر قانونی تارکین وطن کے بہت سے کیسز آئیں گے۔ ہمیں ایسا کانگریس میں تلاش کرنا ہوگا جو موقع دیکھتے ہی اپنا معاملہ نہ بڑھا دے.....“

☆.....☆.....☆

ٹیگن نے ایک پیڈ پر یہ اہم نکات نوٹ کئے، پھر فہرست کے مطابق دوسرے ملاقاتی کو بلانے چلا گیا۔ اس بار اس کے ساتھ اندرانے والے آدمی کا نام کپولا تھا۔ اس کے باپ کے ساتھ ڈون نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں ریلوے یارڈ میں کام کیا تھا۔ کپولا کو بیڑا کی دکان کھولنے کے لئے پانچ سو ڈالر کی ضرورت تھی اور اسے کہیں سے قرض نہیں مل رہا تھا۔

ڈون نے جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالے لیکن وہ کل چار سو ڈالر تھے۔ اس نے دانت بھیج کر گہری سانس لی اور ٹیگن سے مخاطب ہوا۔ ”چار سو ڈالر ادھار تو دینا..... پیر کو میں بینک جاؤں گا تو واپس دے دوں گا.....“

”کوئی بات نہیں..... چار سو ڈالر سے بھی کام چل جائے گا۔“ سائل جلدی سے

بولاً۔

”جب تم نے پانچ سو ڈالر مانگے ہیں تو پانچ سو ڈالر ہی ملیں گے۔“ ڈون نے فیصلہ کن انداز میں کہا پھر اس کا لہجہ معذرت خواہانہ ہو گیا۔ ”دراصل شادی کی تیاریوں کے چکر میں میری جیب میں نقد رقم نہیں رہی۔“

ہیگن نے اپنی جیب سے سو ڈالر نکال کر ڈون کی طرف بڑھادیئے۔ اسے ڈون کا اصول معلوم تھا کہ ذاتی طور پر وہ رقم کے معاملے میں کسی پر احسان کرتا تھا تو اپنی جیب سے نقد رقم نکال کر دیتا تھا۔ چیک وغیرہ نہیں لکھتا تھا۔ اور نہ ہی اس رقم کا کہیں اندراج ہوتا تھا۔ کپولا جیسے آدمی کے لئے یقیناً یہ ایک بہت بڑا اعزاز تھا کہ ڈون جیسی شخصیت اسے قرض دینے کے لئے خود اپنے ملازم سے ادھار مانگ رہی تھی۔ بے شک ڈان کروڑ پتی تھا لیکن کروڑ پتی بھلا کسی چھوٹے آدمی کے کام آنے کے لئے اتنی زحمت کر سکتے تھے؟

کپولا کے جانے کے بعد ہیگن بولا۔ ”لو کہ براسی کا نام فہرست میں نہیں ہے لیکن وہ بھی تھیلے میں آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ شاید وہ خاص طور پر صرف اس بات کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے کہ آپ نے اسے شادی میں مدعو کیا۔ اسے اس کی امید نہیں تھی۔“

ڈون کے چہرے پر ہلکی سی ناگواری ابھری جیسے وہ محض اس مقصد کے لئے براسی سے ملنا ضروری نہ سمجھتا ہو۔ لیکن پھر وہ گہری سانس لے کر بولا ”چلو..... خیر..... بلاو اسے بھی.....“

باہر باغ میں مائیکل کی مگتیر کے دور سے ہی براسی کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کیونکہ وہ چہرے مہرے سے ہی ایک خطرناک اور خونخوار آدمی نظر آتا تھا۔ وہ مائیکل سے اس کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

مائیکل حقیقت میں اسے کو اسی مقصد کے لئے ساتھ لایا تھا کہ وہ اسے دھیرے دھیرے اپنے باپ کی اصل حیثیت اور ”فیملی“ کے بارے میں حقائق کو قبول کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار کر سکے۔ وہ اس کے ذہن میں اپنے باپ اور ”فیملی“ کا قدرے بہتر تصور بٹھانا

چاہتا تھا تا کہ اسے کبھی اچانک کسی قسم کا دھچکا نہ لگے۔ لیکن اسے لگ رہا تھا کہ نے حقیقت کو کسی نہ کسی حد تک محسوس کر لیا تھا۔

وہ ایک ذہین لڑکی تھی۔ اس نے غالباً یہ رائے قائم کی تھی کہ ڈون کا سارا ہی بزنس کچھ اتنا زیادہ شریفانہ، معززانہ، اور اخلاقی حدود و قیود کے اندر نہیں تھا۔ کہیں نہ کہیں، کچھ نہ کچھ ناخوشگوار پہلو موجود تھے۔ آخر مائیکل نے فیصلہ کیا کہ اسے کو آہستگی اور نرمی کے ساتھ مناسب حد تک..... حقائق سے روشناس کرانا ہی بہتر تھا۔ بہت کھلے اور واضح انداز میں نہیں..... لیکن مبہم اور ذرا ڈھکے چھپے انداز میں یہ کام کرنا ضروری تھا۔

اس نے براسی کے بارے میں ”کے“ کو بتایا۔ ”سنائے کہ مشرقی علاقے کے انڈر ورلڈ میں یہ شخص دہشت کی علامت ہے۔ یہ کسی کی بھی مدد کے بغیر کسی کو اس طرح قتل کر سکتا ہے کہ پولیس یا ایف بی آئی کبھی حقیقت کا سراغ نہیں پاسکتی اور کوئی ایسا نکتہ تلاش نہیں کر سکتی جس کی بناء پر وہ اس پر ہاتھ ڈال سکے۔“

پھر مائیکل کے چہرے پر قدرے ناگواری ابھر آئی اور ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ ذرا نا پسندیدگی سے بولا۔ ”یہ شخص کسی حد تک میرے والد کا دوست ہے۔“

مائیکل نے سر اٹھا کر طرف دیکھا۔ ”کے“ کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ گویا بے یقینی سے بولی۔ ”کہیں تم مجھے یہ بتانے کی کوشش تو نہیں کر رہے کہ یہ آدمی تمہارے والد کے لئے کام کرتا ہے؟“

مائیکل نے دل ہی دل میں مصلحت پسندی پر لعنت بھیجی اور کافی حد تک کھل کر بات کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ بولا۔ ”تقریباً پندرہ سال پہلے کچھ لوگوں نے میرے والد کے، تیل کی اپورٹ کے کاروبار پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ میرے والد اٹلی سے زیتون کا تیل اپورٹ کرنے والے سب سے بڑے اپورٹر ہیں۔ جو لوگ ان کے کاروبار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے، انہوں نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور یوں سمجھو کہ وہ اپنے مقصد میں تقریباً کامیاب ہی ہو گئے تھے۔ اس وقت براسی ان سے غمنے کے لئے نکلا تھا..... سنائے

”جہ جانے وہ کیا کہانی ہوگی!“

برای درمیانے قد..... مگر مضبوط جسم کا ایک ایسا آدمی تھا جس کی طرف غور سے دیکھنے پر اچھے بھلے دلیر انسان کے جسم میں بھی پھریریاں سی دوڑنے لگتی تھیں۔ اسکے پتلے پتلے ہونٹ سفاکانہ انداز میں بھنچے رہتے تھے اور اس کی آنکھوں سے موت کی سرد مہری جھلکتی تھی۔ انڈر ورلڈ کے لوگ بھی اس سے خوف کھاتے تھے لیکن ڈون کارلیون کا وہ بے حد وفادار تھا۔ ڈون سے اس کی یہ وفاداری مثالی تھی اور ڈون کی سلطنت کے ڈھانچے میں وہ ایک اہم ستون تھا۔ لوگوں کا خیال کہ اس طرح کے کردار اب بہت کمیاب تھے۔

برای دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا تھا البتہ اس نے اپنی مرضی سے گویا خود کو ڈون سے ڈرنے اور اس کی عزت کرنے کا پابند بنا رکھا تھا۔ وہ بیگن کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہوا تو ڈون کو سامنے پا کر اس کا انداز نہایت مسودبانہ ہو گیا۔ اس نے پہلے ڈون کو بیٹی کی شادی کی مبارکباد دی پھر دعا کی کہ اس کی بیٹی کے ہاں پہلی اولاد لڑکا ہو۔ اس کے بعد اس نے موناسا ایک لفافہ نکال کر ڈون کی خدمت میں پیش کیا۔

تب بیگن سمجھ گیا کہ برای کیوں خاص طور پر ڈون سے تنہائی میں مل کر اسے بیٹی کی شادی کی مبارکباد دینا چاہتا تھا۔ دراصل اس نے اندازے لگا کر اپنی دانست میں تمام مہمانوں سے زیادہ رقم تحفے کے طور پر پیش کرنا تھی۔ اس رقم کا لفافہ وہ براہ راست ڈون ہی کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ ڈون نے وہ لفافہ ایک شاہانہ تمکنت کے ساتھ قبول کر لیا اور اس کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ آ گئی۔ برای کا سر گویا فخر سے بلند ہو گیا۔ اس کے چہرے کی خشونت اور خونخواری اس لمحے کم ہو گئی۔ اس نے جھک کر نہایت احترام سے ڈون کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور دروازے کی طرف چل دیا۔ بیگن اس کے لئے دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

اس کے جانے کے بعد ڈون نے طمانیت کی گہری سانس لی اور اس کے خیال میں برای ڈائنامائٹ کی طرح تھا اور اسے احتیاط سے ہینڈل کرنے کی ضرورت تھی تاہم اس

اس نے دو ہفتوں کے اندر اندر چھ آدمیوں کو قتل کر ڈالا تھا جس کے بعد وہ لڑائی ختم ہو گئی تھی جسے انڈر ورلڈ کی اصطلاح میں ”اولیو آئل وار“ کہا جاتا تھا۔ ”مائیکل نے یہ کہتے ہوئے اس انداز میں مسکرانے کی کوشش کی جیسے اس نے کوئی لطیفہ سنایا تھا۔

”کیا گروہ بازوں نے تمہارے والد کو گولی مار دی تھی؟“ ”کے“ نے دریافت کیا۔

”ہاں..... لیکن یہ پندرہ سال پہلے کی باتیں ہیں۔ تب سے اب تک حالات بالکل پرسکون ہیں.....“ اس نے گویا ”کے“ کو تسلی دی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اس نے ”کے“ کو ضرورت سے زیادہ تو نہیں بتا دیا؟..... اور یہ بات ان کے باہمی تعلق کے لئے نقصان دہ تو ثابت نہیں ہوگی؟

”تم اصل میں مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہو۔“ ”کے“ نے مسکراتے ہوئے ہولے سے اس کی پسلیوں میں کہنی ماری۔ ”تم چاہتے ہو کہ میں تم سے شادی سے انکار کر دوں۔“

مائیکل تحمل سے مسکرایا اور بولا۔ ”نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تم شادی سے پہلے ان باتوں کے بارے میں سوچ لو..... غور کر لو۔“

”کیا اس نے واقعی چھ آدمیوں کو قتل کیا تھا؟“ ”کے“ نے برای کی طرف دیکھتے ہوئے بے یقینی سے پوچھا۔

”اخبارات نے تو یہی لکھا تھا..... لیکن کوئی بھی اس بات کو ثابت نہیں کر سکا تھا۔“

مائیکل نے کہا۔ ”اس کے بارے میں اس سے بھی زیادہ خوفناک ایک کہانی اور بھی ہے..... لیکن وہ اخبارات میں نہیں آسکی۔ میرے والد اس کے بارے میں زبان نہیں کھولتے۔ ڈیڈی کا وکیل ٹام بیگن اس کہانی سے واقف ہے لیکن وہ بھی مجھے کچھ نہیں بتاتا۔ ایک بار میں نے اس سے پوچھا تھا کہ کس عمر میں تم مجھے اس قابل سمجھو گے کہ وہ کہانی سنا سکو.....؟ تو اس نے جواب دیا کہ جب تم سو سال کے ہو جاؤ گے۔“

یہ کہہ کر مائیکل نے ٹھنڈی سانس لی اور گلاس سے مشروب کی چسکی لے کر بولا۔

بننے کا شوق تھا۔ پھر اس کی شادی بھی ہو گئی۔ اب یہ میرے والد کا وکیل ہے۔  
 ”حیرت ہے!“ ”کے“ نے ایک بار پھر آنکھیں پھیلانیں۔ ”یہ تو بالکل فلموں اور  
 قصے کہانیوں جیسا واقعہ ہے۔ تمہارے والد یقیناً بہت رحم دل انسان ہیں جو انہوں نے ایک  
 یتیم اور لاوارث لڑکے کو گود لیا اور اتنے اچھے طریقے سے پرورش کی..... جبکہ ان کے اپنے  
 بھی کئی بچے تھے۔“

”انہوں نے اسے گود نہیں لیا تھا..... ایڈاپٹ نہیں کیا تھا۔“ مائیکل نے گویا اس کی  
 غلط فہمی دور کی۔ ”بس اس نے ہمارے ہاں پرورش پائی ہے..... اور اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ  
 میرے والد کے اپنے بھی کئی بچے تھے۔ ہم صرف چار بہن بھائی ہیں اور اطالویوں کے ہاں  
 چار بچوں کو زیادہ نہیں سمجھا جاتا۔ اسے ایڈاپٹ نہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ میرے والد کے خیال  
 میں کسی بھی بچے کو اس کے اصل والدین کے ناموں سے محروم کر کے اپنے نام کے ساتھ نتھی  
 کر دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ وہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ ان کے خیال میں یہ اصل  
 والدین کی تو ہیں ہے۔“

اس دوران انہوں نے دیکھا کہ بیگن کہیں سے سنی کو تلاش کر کے اپنے ساتھ اندر  
 لے جا رہا تھا۔ جاتے جاتے اس نے بونا سیر کو بھی اندر آنے کا اشارہ کیا۔ بوسیر جلدی سے  
 ادھر لپکا۔ یہ دیکھ کر ”کے“ کو گویا ایک اور سوال کرنے کا موقع مل گیا۔  
 ”آج تمہاری بہن کی شادی ہے۔ آج بھی لوگ تمہارے والد کے پاس کسی نہ  
 کسی کام سے آئے ہوئے ہیں۔“ وہ بولی۔

”آج تو وہ خاص طور پر آئے ہیں۔ آج کا دن ان کے خیال میں عام دنوں سے  
 زیادہ اچھا ہے۔ انہیں معلوم ہے کہ کوئی بھی روایت پسند اطالوی اپنی بیٹی کی شادی کے دن  
 کسی کی درخواست رد نہیں کر سکتا اور کوئی بھی اطالوی اپنا کام نکالنے کا ایسا موقع ہاتھ سے  
 جانے نہیں دے سکتا۔“ مائیکل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اس دوران ہی لوی واپس آ گئی۔ اس کا چہرہ تھمیا ہوا تھا۔ وہ دلہن کے قریب آ

کا مطلب یہ بھی نہیں تھا کہ وہ براسی سے کسی قسم کا خوف محسوس کرتا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا  
 کہ ڈانٹا مائٹ سے بھی خود کو نقصان پہنچائے بغیر اسے اپنے مقاصد کے لئے کس طرح  
 استعمال کیا جاسکتا تھا۔

”کیا اب صرف بونا سیر باقی رہ گیا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

بیگن نے اثبات میں سر ہلایا تو ڈون ایک لمحے پر خیال انداز میں چپ رہنے کے  
 بعد بولا۔ ”اسے بلانے سے پہلے سین ٹیڈو کو بھی یہاں بلا لو۔ میں چاہتا ہوں کہ ان باتوں.....  
 اور ان ملاقاتوں سے وہ بھی کچھ سیکھے“

بیگن جلدی سے مضطربانہ انداز میں باہر چلا گیا اسے اندازہ تھا کہ سین ٹیڈو عرف سنی  
 اس وقت کسی کمرے میں دلہن کی سہیلی کے ساتھ داعیش دے رہا ہوگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر  
 یہ بات کھل جائے تو کیا ہنگامہ اٹھ کھڑ ہو، اس نے احتیاطاً پہلے اسے نظروں ہی نظروں میں  
 باغ میں تلاش کیا لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ بیگن نے اسے آدھا گھنٹہ پہلے اوپر کی منزل کی طرف  
 جاتے دیکھا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ابھی وہیں تھا کیونکہ لوسی بھی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔  
 اس نے ٹھنڈی سانس لی اور واپس مڑ گیا۔ اس دوران مائیکل کی منگیت ”کے“ نے  
 بھی اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ اس کے بارے میں مائیکل سے پوچھنے لگی اور بولی۔ ”یہ شخص حقیقت  
 میں کون ہے؟ اس سے جب میری ملاقات ہوئی تو اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے خود کو  
 تمہارا بھائی کہا تھا..... لیکن نہ تو اس کی شکل میں تم بھائیوں کی ذرا سی بھی شبابہت ہے اور نہ ہی  
 یہ اطالوی معلوم ہوتا ہے۔“

”یہ اصل میں بارہ سال کی عمر میں ہمارے گھر میں آیا تھا اور یہیں پلا بڑھا ہے۔“  
 مائیکل نے بتایا۔ ”اس کے والدین مر گئے تھے اور یہ لاوارثوں کی طرح گلیوں میں دھکے کھا  
 رہا تھا۔ انفیکشن سے اس کی ایک آنکھ خراب ہو رہی تھی۔ سنی ترس کھا کر اسے اپنے ساتھ لے  
 آیا تھا۔ بس..... تب سے یہیں ہے۔ اس کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا جہاں یہ جاتا۔ یہ ہمارے  
 ساتھ ہی پلا بڑھا۔ اس کی آنکھ کا علاج کرایا گیا۔ اسے قانون کی تعلیم دی گئی۔ اسے وکیل

بیٹھی۔

”کہاں چلی گئی تھیں تم؟“ کوئی نے سرگوشی میں پوچھا۔

”میں ذرا باتھ روم گئی تھی۔“ لوسی نے عذر لنگ پیش کیا۔ کوئی نے گویا حقیقت کا اندازہ کر لینے کے باوجود اس کے عذر کو قبول کر لیا اور نیچی آواز میں بولی۔ ”اب کہیں مت جانا۔۔۔۔۔ میرے پاس ہی بیٹھی رہنا۔“

”بس تھوڑی دیر کی بات ہے۔۔۔۔۔ پھر تو تمہیں اپنے دولہا کے سوا کسی کا بھی اپنے پاس بیٹھنا بہت ناگوار گزرے گا۔“ لوسی نے شریر لہجے میں کہا اور دولہا نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

اس دوران بونا سیر ایٹنگن کے ساتھ اس کے کمرے میں داخل ہو چکا تھا۔ اس نے ڈون کارلیون کو ایک بڑی سی میز کے عقب میں بیٹھے پایا۔ سنی کھڑکی کے قریب کھڑا ہا ہر دیکھ رہا تھا۔ آج کے دن بونا سیر اوہ وہ پہلا فرد تھا جس کے استقبال کے سلسلے میں ڈون نے خاصی سرمہری کا مظاہرہ کیا۔ اس نے بونا سیر اسے مصافحہ کیا اور نہ ہی اس کے گلے ملنے کے لئے اپنی جگہ سے اٹھا۔ بونا سیر اس کے لئے اس کے دل میں کوئی خاص دوستانہ جذبات نہیں تھے۔ اسے شادی کی تقریب میں بھی صرف اس لئے مدعو کر لیا گیا تھا کہ اس کی بیوی سے ڈون کی بیوی کی خاصی دوستی تھی۔

”میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اور میری فیملی کو اس تقریب میں بلا کر عزت بخشی اور معذرت خواہ ہوں کہ میری بیوی اور بیٹی تقریب میں نہیں آسکیں۔ میری بیٹی ابھی تک اسپتال میں ہے۔۔۔۔۔“ بونا سیر نے ہوشیاری سے گفتگو کا آغاز کیا۔

”تمہاری بیٹی جس الیے کا شکار ہوئی، ہم سب اس کے بارے میں جانتے ہیں۔ ڈون نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”اگر تمہیں اس سلسلے میں کسی مدد کی ضرورت ہے تو کہہ ڈالو۔ تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔“

بونا سیر نے سنی اور ایٹنگن کی طرف دیکھا پھر ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ ”کہا میں

آپ سے تجلیے میں بات کر سکتا ہوں؟“

”نہیں۔۔۔۔۔“ ڈون نے بلا تامل گھیر لہجے میں کہا۔ ”یہ دونوں میرے بازوؤں کی طرح ہیں۔ میری کوئی بات۔۔۔۔۔ میرا کوئی معاملہ ان سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ میں انہیں باہر بھیج کر ان کی توہین نہیں کر سکتا۔“

بونا سیر نے ایک لمحے کے لئے آنکھیں بند کر لیں پھر گہری سانس لے کر گویا کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے بولا۔ ”میں امریکا میں رچ بس گیا تھا اور اس ملک کو پسند بھی کرتا تھا۔ یہاں مجھے سکون سے زندگی گزارنے کا موقع ملا اور میں نے پیسہ بھی کمایا۔ میں نے اپنی بیٹی کی پرورش امریکی انداز میں کی تھی اور اسے آزادی دے رکھی تھی تاہم اس نے کبھی ایسا کوئی کام نہیں کیا جس سے میرا سر شرم سے جھک جاتا تاہم اس کا ایک بوائے فرینڈ ضرور تھا جس کے ساتھ وہ باہر گھومنے پھرنے جاتی تھی۔ وہ لڑکا رشتہ مانگنے کبھی ہمارے گھر نہیں آیا۔۔۔۔۔“

وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا پھر گویا گفتگو کے نازک موڑ کی طرف آتے ہوئے بولا۔ ”ایک روز وہ اس لڑکے کے ساتھ ڈرائیو پر گئی۔ راستے میں لڑکے نے اپنے ایک دوست کو بھی ساتھ لے لیا۔ انہوں نے کسی طرح میری بیٹی کو شراب پینے پر بھی مجبور کیا اور پھر ویرانے میں اس کی عزت لوٹنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔ اس نے شدید مزاحمت کی تو انہوں نے مار مار کر اس کا برا حال کر دیا، اس کا جیڑا بھی توڑ ڈالا۔۔۔۔۔ ناک بھی توڑ ڈالی۔ اس کے چہرے اور جسم پر نیل پڑ گئے۔۔۔۔۔ وہ تکلیف سے روتی تھی تو میرا دل بھی خون کے آنسو روتا تھا۔“ اس کی آواز رندہ گئی۔ پھر وہ دھیرے دھیرے رونے لگا۔

ڈون نے گویا بادل ناخواستہ ہمدردی اور تاسف سے سر ہلایا۔ اس سے حوصلہ پا کر بونا سیر اشکستہ سے لہجے میں مزید بولا۔ ”میری بیٹی میری آنکھوں کا تارہ تھی۔۔۔۔۔ بہت خوبصورت تھی۔۔۔۔۔ مگر اب شاید وہ زندگی بھر کے لئے بد صورت ہو جائے۔ انسانوں پر سے اس کا اعتماد شاید ہمیشہ کے لئے اٹھ چکا ہے۔ میں ایک اچھے امریکی کی طرح پولیس کے پاس گیا۔۔۔۔۔ دونوں لڑکے گرفتار بھی ہوئے۔ مقدمہ بھی چلا۔ ان کے خلاف شہادتیں مضبوط تھیں۔

میں تمہاری نظر میں اتنا چھوٹا آدمی ہوں؟

”مم..... میں، معافی چاہتا ہوں گاؤ فار!“ بونا سیرا شرمندگی اور گھبراہٹ سے

ہکلا یا۔

ڈون چند لمحے خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر قدرے نرم لہجے میں بولا۔

اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟

”میں انصاف چاہتا ہوں..... میری بیٹی نے جتنی تکلیف اٹھائی ہے۔ کم از کم اتنی

تکلیف تو ان لڑکوں اور ان کے والدین کو بھی پہنچنی چاہئے۔“ بونا سیرا الجاحت سے بولا۔ اس کا چہرہ زرد تھا۔

”اگر تم انصاف کے لئے پہلے ہی میرے پاس آ جاتے تو تمہیں اتنا خوار نہ ہونا

پڑتا اور لوگوں کی نظر میں تماشانہ بننا پڑتا۔ تم انصاف کے لئے ان وکیلوں کے پاس دھکے

کھاتے رہے اور ان ججوں کے سامنے گڑبڑاتے رہے جو بکاؤ مال ہیں..... اسی طرح تم

کاروبار چلانے کے لئے بھی شروع شروع میں ان ٹینکوں میں بھکاریوں کی طرح چکر

لگاتے رہے جنہوں نے تمہاری ہر چیز کی اچھی طرح جھان پھٹک کرنے کے بعد تمہیں بھاری

سود پر قرضہ دیا۔ اگر اس وقت بھی تم نے مجھے اپنا یا خود کو میرا دوست سمجھا ہوتا تو میں منہ مانگی

رقم تمہارے ہاتھ پر رکھ دیتا۔“ اس نے گہری سانس لی اور بولا۔ ”بہر حال، میری بیوی

تمہاری بیٹی کی گاؤ مذ رہے..... اب جاؤ..... تمہیں انصاف مل جائے گا۔“

جب بونا سیرا چلا گیا اور دروازہ اس کے عقب میں بند ہو گیا تو ڈون نے ٹیگن کی

طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ ”یہ معاملہ میزرا کے سپرد کر دو۔ اس سے کہنا کہ بھروسے کے

آدمیوں سے کام لے جو لہو کی بوسونگہ گزیاہ مستی میں نہ آ جائیں اور بہت آگے نہ بڑھ

جائیں۔ ہم بہر حال کرائے کے قاتل نہیں ہیں۔“

سنی جو اس دوران کھڑکی سے باہر، باغ کی طرف دیکھ رہا تھا، مڑتے ہوئے

بولا۔ ”جونی بھی شادی میں شرکت کے لئے آن پہنچا ہے۔ میں نے آپ سے کہا تھا نا

انہوں نے اپنا جرم تسلیم بھی کر لیا۔ جج نے انہیں تین سال کی سزائے قید بھی سنائی مگر اس پر عملدرآمد معطل رکھا۔ دونوں لڑکے اسی دن رہا بھی ہو گئے اور میں احمقوں کی طرح عدالت میں کھڑا رہ گیا۔ وہ سب فاتحہ انداز میں میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ تب میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ انصاف کے لئے ہم ڈون کارلیون کے پاس جائیں گے۔“

ڈون کا سر گویا بونا سیرا کے دکھ کے احترام میں جھکا ہوا تھا۔ وہ خاموش ہوا تو ڈون نے سر اٹھایا اور سرد لہجے میں بولا۔ ”تم پولیس کے پاس کیوں گئے؟ اگر تمہیں انصاف چاہئے تھا تو تم پولیس کے پاس جانے کے بجائے میرے پاس کیوں نہیں آ گئے؟“

بونا سیرا نے مجرمانہ انداز میں سر جھکا لیا۔ ڈون گویا خود ہی اپنے سوال کا جواب

دیتے ہوئے بولا۔ ”اتنے برسوں میں تم نے کبھی مجھ سے کوئی رابطہ نہیں رکھا..... حالانکہ میری

بیوی تمہاری بیوی کی دوست تھی۔ گویا تمہاری بیٹی کی ”گاؤ مذ“ تھی لیکن تم کبھی اس بیٹی کو

ہمارے گھر میں نہیں لائے۔ ہم ایک دوسرے کے بہت پرانے جاننے والے تھے لیکن تم نے

کبھی مجھے چائے کافی پر بھی اپنے گھر مدعو نہیں کیا۔ شاید تمہیں خوف تھا کہ مجھ سے تعلق رکھ کر تم

کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔ تم سمجھتے تھے کہ امریکا ایک جنت ہے جہاں تمہاری طرح

شرافت سے زندگی گزارنے والوں کو کوئی خطرہ لاحق نہیں..... تمہیں مجھ جیسے دوستوں کی

ضرورت نہیں تھی۔ تمہارا خیال تھا کہ ضرورت پڑنے پر انصاف اور تحفظ دلانے کے لئے

امریکا کی پولیس اور عدالتیں کافی ہیں..... لیکن جب تمہیں وہاں منہ کی کھانی پڑی تو تم

میرے پاس آ گئے۔ اتنے برسوں بعد تمہیں ڈون کارلیون یاد آ گیا..... اور اس کے پاس بگو

تم دل میں عزت اور احترام کے جذبات لے کر نہیں آئے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ تم نے اپنا

بیوی سے کہا تھا، اگر میں تمہاری مرضی کے مطابق ان لڑکوں کے بارے میں ایسی انتقاد

کاروائی کروں جس سے تمہارے دل میں ٹھنڈک پڑ جائے تو اس کے لئے تم بھاری رقم بھج

خرج کرنے کو تیار ہو۔ تم ان لڑکوں کو مردانا چاہتے ہو۔ کیا تم مجھے کرائے کا قاتل سمجھتے ہو؟

..... کہ وہ ضرور آئے گا۔“ باہر سے مہمانوں کا شور بھی سنائی دینے لگا تھا۔ شاید کچھ لوگ بہرہ جوش و خروش سے جونی کا استقبال کر رہے تھے۔

ہیگن نے بھی آگے بڑھ کر کھڑکی سے دیکھا پھر ڈون کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔  
”واقعی..... آپ کا ”گاڈ سن“ جونی آیا ہے..... کیا میں اسے یہاں لے آؤں؟“

”نہیں.....“ ڈون نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”ابھی ذرا لوگوں کو اس سے مل کر خوش ہو لینے دو۔ وہ مشہور آدمی ہے۔ لوگ اس سے ملنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں..... وہ بہر حال ایک اچھا ”گاڈ سن“ بھی ہے اس موقع پر وہ میرے پاس آنا نہیں بھولا.....“

ہیگن ذرا چبھتے ہوئے سے لہجے میں بولا۔ ”ضروری نہیں کہ وہ خاص طور پر آپ سے ملنے یا شادی میں شرکت کرنے کے لئے آیا ہو۔ دو سال سے اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اب وہ پھر کسی مشکل میں نہ پھنس گیا ہو جس کی وجہ سے اسے آپ کے پاس آنا پڑا ہو۔“

”ظاہر ہے..... مشکل یا مصیبت میں وہ مدد کے لئے اپنے گاڈ فادر کے پاس نہیں آئے گا تو کس کے پاس جائے گا؟“ ڈون نے خوش دلی سے کہا۔

☆.....☆.....☆

جونی پر سب سے پہلے کوئی کی نظر پڑی تھی اور وہ اپنے دلہن والے تکلفات بالائے طاق رکھتے ہوئے گلا پھاڑ کر چلا انہی تھی۔ ”جونی.....!“

جونی سیدھا اس کی طرف آیا..... دونوں بے تکلفی سے گلے ملے۔ دوہاں سے بھی اس کا تعارف ہوا۔ چند لمحوں میں جونی سب کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ اسی دوران بینا اسٹینڈ کی طرف سے آواز آئی۔ ”جونی! آج تو ہم سب کو ایک گانا سنا دو۔“

اس شناسا آواز پر جونی نے گھوم کر دیکھا۔ وہ اس کا لڑکپن کا ساتھی نینو تھا جو چند لمبے پہلے تک مینڈولین کی دھن پر کوئی نغمہ سنا رہا تھا۔ کسی زمانے میں جونی اور نینو ہر وقت ساتھ رہتے تھے۔ وہ اکٹھے گاتے تھے۔ اکٹھے محفلوں میں شرکت کرتے تھے۔

ملنے اکٹھے جاتے تھے لیکن پھر دھیرے دھیرے جونی زندگی کی دوڑ میں، شہرت کے راستوں پر آگے نکل گیا اور نینو پیچھے رہ گیا۔

جونی نے پہلے ریڈیو کے لئے گان شروع کیا اور جب وہ خاصا مشہور ہو گیا تو اسے گلوکاری کے لئے ہالی وڈ سے بلاوا آ گیا، وہ فلموں کے لئے گانے لگا اور بڑی کمپنیاں اس کے اہم بھی تیار کرنے لگیں، اس نے ہالی وڈ سے دو تین مرتبہ نینو کو فون کیا اور اس سے وعدہ کیا کہ وہ اسے بھی کسی اچھے کلب میں منگر کے طور پر کام دلانے کی کوشش کرے گا، یہ وعدہ کبھی پورا نہیں ہو سکا۔

تاہم آج نینو نظر آیا تو جونی اس سے لڑکپن کے اسی پرانے انداز میں گرجوٹی سے ملا، اس نے نینو سے مینڈولین لے کر پاؤں زور زور سے چوبی فرش پر مارتے ہوئے دلہن کے اعزاز میں ایک گانا شروع کر دیا۔ نینو اور دیگر بہت سے مہمان اس کا ساتھ دینے لگے، مہمان جونی پر فخر محسوس کر رہے تھے، وہ گویا ان کا اپنا آدمی تھا جس نے شو بزم کی دنیا میں اتنا نام بنایا تھا، وہ صرف گلوکاری کے میدان میں ہی نہیں، اداکاری کے میدان میں بھی اسٹار بن گیا تھا لیکن گاڈ فادر کے احترام میں وہ بھی تین ہزار میل سفر کر کے اس کی بیٹی کی شادی میں شرکت کرنے آن پہنچا تھا اور آتے ہی اس نے سماں باندھ دیا تھا، فضا کو جوش و خروش، مستی اور موسیقی سے بھر دیا تھا۔

آخر کار وہ گاڈ فادر سے ملنے اندر جا پہنچا، ڈون کا ریمون نے اسے سینے سے لگا کر اس کا استقبال کیا۔ جونی بولا۔ ”جب مجھے شادی کا دعوت نامہ ملا تو اس احساس سے میرا دل باغ باغ ہو گیا کہ میرا گاڈ فادر مجھ سے اب ناراض نہیں ہے، اپنی پہلی بیوی کو طلاق دینے کے بعد میں نے پانچ مرتبہ آپ کو فون کیا لیکن ہیگن نے ہر بار مجھے یہی بتایا کہ آپ کہیں گئے ہوئے ہیں، مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں۔“

”اب میں نے ساری ناراضی بھلا دی ہے۔“ ڈون نے مسکراتے ہوئے کہا۔  
”اگر اب میں تمہارے لئے کچھ کر سکتا ہوں تو بتا دو، ابھی تم اتنے مشہور اور بڑے آدمی نہیں بنے

ہے اب تو زندگی میں کوئی کشش..... کوئی دلچسپی ہی نہیں رہی۔“

”بھئی.....! ان معاملات میں تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔“ ڈون نے ملائمت سے کہا۔

”جس اسٹوڈیو کی فلموں میں، میں نے کام کیا تھا، اب وہ بھی مجھے کاسٹ کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، اسٹوڈیو کا مالک شروع سے ہی مجھ سے جلتا تھا، اب گویا اسے مجھ سے انتقام لینے کا بہترین موقع مل گیا ہے، وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔“

”کیوں.....؟“ ڈون نے دریافت کیا۔

”میں نے اس کی ایک خاص محبوبہ کو اس سے چھین لیا تھا حالانکہ ہمیشہ کے لئے نہیں چھینا تھا صرف چند دنوں کی بات تھی اور وہ خود ہی میرے پیچھے آئی تھی، اب میں بھلا کیا کرتا؟ ایسا لگتا ہے کہ اب تو کوئی بھی مجھے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں..... گاڈ فار! میں کیا کروں؟“

اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم مرد تو بنو۔“ ڈون نے سخت ناگواری سے کہا۔ ”یہ عورتوں کی طرح رونانا دھونا اور فریاد کرنا تو بند کرو۔“

جونہی نے اس کی ڈانٹ کا برا نہیں منایا اور ہنسنے لگا۔ ڈون کو اس کی یہ عادت اچھی لگتی تھی، اس کی اپنی اولاد بھی اس کی ڈانٹ پھٹکار پر کوئی نہ کوئی ناخوشگوار رد عمل ظاہر کرتی تھی لیکن جونہی ہنس دیتا تھا اور ڈون کی ڈانٹ پھٹکار کو اپنے حق میں بہتر سمجھتا تھا۔

ڈون نے سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔ ”تم نے اپنے سے زیادہ طاقتور اور باختیار آدمی سے اس کی محبوبہ چھینی، اس کے بعد شکوہ کر رہے ہو کہ وہ تمہیں اپنی فلم میں کاسٹ نہیں کر رہا، تم نے اپنی بیوی اور بچوں کو چھوڑ دیا اور اب شکوہ کرتے ہو کہ وہ تم سے اچھی طرح پیش نہیں آتے، اپنی دوسری بیوی کو تم کال گرل سے بدتر قرار دیتے ہو لیکن اس کے منہ پر گھونسا نہیں مارتے کہ کہیں اس کی شوٹنگ کھٹائی میں نہ پڑ جائے..... جونہی! تم ایک احمق انسان ہو اور تمہارا وہی انجام ہوا ہے جو عام طور پر احمقوں کا ہوا کرتا ہے، اس میں

ہو کہ تمہارے لئے کچھ نہ کر سکوں۔“

”میں اب اتنا مشہور اور کامیاب آدمی نہیں رہا، میں بہت تیزی سے نیچے جا رہا ہوں۔“ جونہی مشروب کا گلاس خالی کرتے ہوئے بولا۔ ”آپ نے ٹھیک کہا تھا کہ مجھے اپنی پہلی بیوی اور بچوں کو نہیں چھوڑنا چاہئے تھا، آپ اس بات پر مجھ سے ناراض ہوئے تھے، ٹھیک ہی ناراض ہوئے تھے، ہالی وڈ کی جس سپر اسٹار سے میں نے شادی کی، وہ کال گرل سے بھی بدتر ثابت ہوئی، اس کی صورت فرشتوں جیسی لیکن حرکتیں شیطان کو شرمانے والا ہیں، اگر اس کی کوئی فلم کامیاب ہو جاتی ہے تو وہ اس فلم کے ڈائریکٹر، پروڈیوسر سے لے کر لائٹ مین تک کو اپنے حسن سے فیض یاب ہونے کا موقع دے دیتی ہے اور.....!“

”تمہاری سابق بیوی اور بچے کیسے ہیں؟“ ڈون نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا۔

”میں نے اچھے طریقے سے ان سے علیحدگی اختیار کی تھی۔“ جونہی نے جواب دیا۔ ”طلاق کے بعد میں نے انہیں اس سے کہیں زیادہ رقم اور دوسری چیزیں دی تھیں جتنی عدالت نے کہی تھیں، ہفتے میں ایک مرتبہ میں ان سے ملنے بھی جاتا ہوں لیکن اب مجھے زندگی میں ان کی کمی محسوس ہوتی ہے۔“

اس نے لیگن سے اپنے لئے مشروب کا ایک اور گلاس بھروایا، ایک گھونٹ بھر۔ اور سگریٹ کا ایک کش لینے کے بعد وہ بولا۔ ”میری دوسری بیوی مجھ پر ہنستی ہے اور میں اس کی بدچلتی پر ناراض ہوتا ہوں تو وہ مجھے قدامت پرست قرار دے کر میرا مذاق اڑاتی ہے،“ میرے گانوں کا بھی مذاق اڑاتی ہے، ویسے بھی آج کل گلوکاری کے میدان میں بھی بچے ناکامیوں ہی کا سامنا ہے، ایسا لگتا ہے کہ قسمت کے ساتھ ساتھ آواز بھی مجھ پر مہربان نہیں رہی، اب مجھ سے گایا بھی نہیں جاتا، میری آواز میرا ساتھ چھوڑ گئی ہے، آنے سے پہلے بیوی سے میرا جھگڑا ہوا، میں نے اس کی پٹائی کی لیکن اس کے چہرے پر نہیں مارا کیونکہ اس کی فلم کی شوٹنگ چل رہی ہے۔“ اس نے ایک آہ بھری اور دردناک لمحے میں بولا۔

”حق خریدے ہیں، اس کا مرکزی کردار بالکل مجھ جیسا ہے، میں اگر ایکٹنگ نہ کروں تب بھی اس کردار کو بہت اچھے طریقے سے کر سکتا ہوں، میں اس کردار میں بالکل اسی طرح فٹ ہوں جیسے انگوٹھی میں نگینہ..... شاید مجھے اس پر اکیڈمی ایوارڈ بھی مل جائے، فلمی دنیا کے ہر آدمی کا خیال ہے کہ وہ کردار گویا میرے لئے بنا ہے، اگر مجھے اس فلم میں سائن کر لیا جائے تو مجھے گویا دوسری زندگی مل جائے گی..... لیکن اس مردود جیک والٹر نے اس بات کو انا کا مسئلہ بنالیا ہے، وہ کسی بھی صورت میں مجھے اس فلم میں کاسٹ کرنے کے لئے تیار نہیں..... حتیٰ کہ میں نے مفت کام کرنے کی بھی پیشکش کر دی لیکن اس کا انکار، اقرار میں نہیں بدلا، میں نے ہر کوشش کر کے دیکھ لی ہے۔“

ڈون نے متاسفانہ انداز میں سر ہلایا اور کہا۔ ”مایوسی اور شکستہ دلی کی حالت میں تمہاری بے اعتدالیاں اور بھی بڑھ گئی ہیں، تم زیادہ پیٹنے لگے ہو، سگریٹ بھی پیٹے ہو، سونے کے لئے خواب آور گولیاں لیتے ہو گے، انہی بے اعتدالیوں کی وجہ سے تمہاری آواز بھی تمہارا ساتھ چھوڑ گئی ہے، اب تم میرے احکام سن لو، تم ایک ماہ اس گھر میں میرے ساتھ رہو، اس دوران تم صحیح طرح کھاؤ گے، پینا پلانا بالکل چھوڑ دو گے، خواب آور گولیاں نہیں لو گے، صحت مندانہ طریقے سے زندگی گزارو گے ایک ماہ بعد تم ہالی وڈ واپس جاؤ گے اور میرا وعدہ ہے کہ جیک والٹر تمہیں اپنی فلم میں سائن کر لے گا..... ٹھیک ہے؟“

جوننی قدرے بے یقینی سے ڈون کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے صحیح طور پر معلوم نہیں تھا کہ اس کا گاؤ فادر واقعی یہ کام کرانے کی طاقت رکھتا تھا یا نہیں؟ حالانکہ وہ ڈون کے بیٹوں ہی کی طرح اس کے بہت قریب رہا تھا اور ڈون نے اسے تقریباً بیٹے جیسی ہی حیثیت دے رکھی تھی۔ مگر بہت سی باتیں اس کے بھی علم میں نہیں تھیں..... تاہم ایک بات اسے یقینی طور پر معلوم تھی کہ گاؤ فادر کبھی ایسے کام کا وعدہ نہیں کرتا تھا جو وہ نہ کر سکتا ہو۔ وہ کبھی ایسا کوئی دعویٰ نہیں کرتا تھا جسے وہ پورا کر کے نہ دکھا سکتا ہو۔

”میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ وہ شخص امریکا کے صدر ریڈ گر۔ جے۔ ہوور کا ذاتی

رونے دھونے کی کیا بات ہے؟“

”میں اپنی پہلی بیوی جینی سے دوبارہ شادی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی شرائط پورے کرنا میرے بس کی بات نہیں۔“ جوننی نے فریادی سے انداز میں اپنی بات جاری رکھی۔ ”کہتی ہے کہ مجھے جوئے، شراب، عورتوں اور مرد دوستوں سے دور رہنا ہوگا۔ جو اور شراب میں نہیں چھوڑ سکتا۔ عورتیں خود میرے پیچھے آتی ہیں، اب میں کیا کروں؟ اس سلسلے میں ہم میں کچھ نہیں کر سکتا، ویسے بھی جب میں جینی کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا تب بھی مطمئن نہیں تھا، اب میں اسی زندگی کی طرف واپس نہیں جاسکتا۔“

”میں نے تم سے کب کہا ہے کہ تم جینی سے دوبارہ شادی کرو یا مزید کوئی شادی کرو، یہی غنیمت ہے کہ تم نے ایک باپ کی طرح اپنے بچوں کی گزر اوقات کا خیال رکھا ہے، جو انسان اپنے بچوں کا خیال نہیں رکھتا، میں اسے مرد ہی نہیں سمجھتا..... لیکن.....“

حال..... تم جن حالات سے دوچار ہو، وہ تمہارے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں، تم نے اپنے اچھے دوست بھی نہیں بنائے بلکہ لڑکپن کا جو ایک آدھا اچھا دوست تھا، اسے بھی ترقی کے راستے آگے نکلے ہی فراموش کر دیا، دوست بہت اہم ہوتے ہیں..... تقریباً فیملی کی طرح.....!“

پھر ڈون کا ریلون ایک لمحے کے لئے خاموش رہا۔ جوننی امید بھری نظروں۔ اس کی طرف دیکھ رہا تھا، آخر ڈون نرم لہجے میں بولا۔ ”وہ جو اسٹوڈیو کا مالک ہے جو تمہارے اپنی فلم میں کاسٹ نہیں کر رہا۔ اس کا نام کیا ہے اور وہ کس قسم کا آدمی ہے؟ مجھے اس بارے میں ذرا تفصیل سے بتاؤ۔“

”اس کا نام جیک والٹر ہے، وہ بہت دولت مند، طاقتور اور بارسوخ شخص۔ امریکا کے صدر تک سے اس کی شناسائی ہے کیونکہ جنگ کے زمانے میں اس پروپیگنڈا فلمیں بھی بنائی ہیں جو دنیا میں امریکا کا منہج بہتر بنانے اور اس کا مقوف اجا کرنے میں مدد دیتی تھیں، صدر اس قسم کے معاملات میں اس سے مشورہ کرتا ہے، ایک پہلے اس نے اب تک کے مشہور ترین اور سب سے زیادہ کئے والے ناول پر فلم بنانے۔“

چنانچہ بیگن نے محتاط لہجے میں پوچھا۔ ”کیا میں میز اسے کہہ دوں کہ وہ کچھ آدمیوں کو اس گھر میں رہنے کے لئے بھیج دے؟“

”اس کی کیا ضرورت ہے؟“ ڈون نے بے نیازی سے کہا۔ ”یہ درست ہے کہ شادی سے پہلے میں نے اس سے اس لئے ملاقات نہیں کی تھی کہ میں اس تقریب پر ناخوشگوار کا معمولی سا سایہ بھی پڑنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ دوسرے میں ملاقات سے پہلے اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ وہ کیا بات کرنا چاہتا ہے۔ اب مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے وہ ہمارے ساتھ شامل ہونے کی کوئی تجویز لے کر آئے گا۔“

”اور آپ انکار کر دیں گے؟“ بیگن نے تصدیق چاہی۔

ڈون نے اثبات میں سر ہلایا تو بیگن بولا۔ ”لیکن میرے خیال میں اسے کوئی حتمی جواب دینے سے پہلے ہم سب لوگوں کو..... پوری ”فیملی“ کو ایک بار بیٹھ کر اس معاملے پر تبادلہ خیال کر لینا چاہئے۔“

”اگر تمہاری یہ رائے ہے تو ایسا ہی کر لیں گے۔“ ڈون مسکرایا۔ ”لیکن ہم یہ کام تمہارے لاس اینجلس سے واپس آنے کے بعد کریں گے۔ پہلے تم جونی والے معاملے کو سلجھانے کے لئے لاس اینجلس جاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں تم کل ہی چلے جاؤ اور فلمی دنیا کے اس اچکے سے ملوجھ سے جونی بہت مرعوب ہے۔ کیا نام بتایا تھا جونی نے اس کا؟..... ہاں..... جیک والٹر..... تم جیک والٹر سے مل کر مسئلہ حل کرو اور سولوزو سے کہہ دو کہ جب تم لاس اینجلس سے واپس آؤ گے تب میں اس سے ملوں گا..... اور کچھ.....؟“

بیگن ہموار لہجے میں بولا۔ ”اسپتال سے فون آیا تھا۔ ڈینڈ واب قریب المرگ ہے۔ ڈاکٹروں کا خیال ہے کہ وہ آج کی رات مشکل سے گزار پائے گا۔ وہ چند گھنٹوں کا مہمان ہے۔ انہوں نے اس کی فیملی کو بھی بلا لیا ہے تاکہ وہ لوگ آخری لمحات اس کے قریب گزار سکیں۔“

ڈینڈ وڈون کا وہ پرانا وکیل تھا جس کی جگہ بیگن کام کر رہا تھا۔ فی الحال اس کے

دوست ہے۔“ جونی نے گویا ڈون کو یاد دلایا۔ ”اس کے سامنے کوئی اونچی آواز میں بات بھی نہیں کر سکتا۔“

”لیکن وہ بہر حال ایک بزنس مین ہے.....“ ڈون بولا۔ ”میں اسے ایک ایسی پیشکش کروں گا جسے وہ رد نہیں کر سکے گا۔“

”اب بہت تاخیر ہو چکی ہے۔“ جونی بولا۔ ”تمام معاہدے سائن ہو چکے ہیں۔ ایک ہفتے میں شوٹنگ شروع ہونے والی ہے۔ اب یہ کام ناممکن ہے۔“

”تم باہر باغ میں واپس جاؤ اور دعوت سے لطف اندوز ہو۔ یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور سب کچھ بھول جاؤ۔“ ڈون نے اٹھ کر اسے کمرے سے باہر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

وہ جا چکا تو ڈون ایک بار پھر بیگن کی طرف متوجہ ہوا جو اپنی میز پر بیٹھا کانغذ پر ضروری پوائنٹس نوٹ کر رہا تھا۔ گہری سانس لیتے ہوئے اس نے پوچھا۔ ”اب اور کیا کرنا ہے؟“

”سولوزو سے آپ کی ملاقات کو میں ٹالتا آرہا ہوں۔ وہ آپ سے ملنے کے لئے بضد ہے جبکہ آپ فی الحال اس سے ملنا مناسب نہیں سمجھ رہے تھے۔ اب اسے مزید ٹالنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ اس کے بارے میں کیا کرنا ہے؟“

ڈون نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ ”اب میں شادی سے فارغ ہو چکا ہوں۔ اب کسی بھی روز اس سے ملاقات رکھ لو۔“

ڈون کے اس جواب سے بیگن کو دو باتوں کا اندازہ ہو گیا۔ ایک تو یہ کہ سولوزو جس کام کے سلسلے میں ڈون سے ملنا چاہتا تھا، اس کے بارے میں ڈون کا جواب انکار میں ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ انکار میں جواب دینے کے لئے ڈون اس ملاقات کو شادی کے بعد تک کے لئے ٹالتا آرہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس کے انکار سے بد مزگی پیدا ہونے کا امکان تھا۔

کی تیاری کرنی ہوگی لیکن تم اسپتال سے میری واپسی کا انتظار ضرور کر لینا۔ تمہارے جانے سے پہلے میں تمہیں کچھ ضروری باتیں سمجھانا چاہتا ہوں۔“

”گاڑی کس وقت نکلواؤں؟“ ہیگن نے پوچھا۔

”جب کوئی اور تمام مہمان رخصت ہو جائیں۔“ ڈون نے جواب دیا۔ ”مجھے امید ہے کہ ڈینیڈو میرا انتظار ضرور کرے گا۔ وہ مجھ سے ملاقات کئے بغیر اس دنیا سے رخصت نہیں ہوگا۔“

”سینئر کا فون آیا تھا.....“ ہیگن نے بتایا۔ وہ شادی میں شرکت نہ کر سکنے پر معذرت کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ آپ اس کی مجبوری سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ شاید اس کا اشارہ ایف بی آئی کے ان دو آدمیوں کی طرف تھا جو باہر گاڑیوں کے نمبر نوٹ کر رہے تھے۔ بہر حال، اس نے خصوصی قاصد کے ذریعے شادی کا تحفہ بھیجوا دیا تھا۔“ ڈون نے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔ اس نے ہیگن کو بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ درحقیقت اس نے خود ہی احتیاطاً سیٹیر کو شادی میں آنے سے منع کر دیا تھا۔

”کیا اس نے اچھا تحفہ بھیجا ہے؟“ اس نے پوچھا۔

”چاندی کا ایک ڈنر سیٹ ہے جو نوادرات میں شمار ہوتا ہوگا۔ اس کی قیمت سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ سینئر نے اسے تلاش کرنے اور منتخب کرنے میں اپنا بہت سا قیمتی وقت صرف کیا ہوگا.....“ پھر ہیگن خوشدلی سے مسکراتے ہوئے بولا۔ ”اس قسم کی چیزیں برے وقت کے لئے بھی اچھا سہارا ہوتی ہیں۔ ہزاروں ڈالر میں بک جاتی ہیں۔“

ڈون ایک اچھے تحفے کا ذکر سن کر خوش نظر آنے لگا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ سینئر جیسا اہم آدمی اس کے خاص وفاداروں میں تھا۔

☆.....☆.....☆

جون کی کو باغ میں مہمانوں کے سامنے گاتے دیکھ کر مائیکل کی مگیٹر کے حیران رہ گئی تھی۔

پاس قانونی مشیر کا یہ ”عہدہ“ عارضی طور پر تھا۔ ڈینیڈو کی موت کے بعد ہی اس کے مستقل ہونے کی امید تھی لیکن اس معاملے میں ہیگن کے ذہن میں کچھ شکوک و شبہات تھے۔ اس نے سنا تھا کہ اس عہدے پر کسی ایسے شخص کو ہی رکھا جاسکتا تھا جو بہت گھاگ، شاطر اور تجربہ کار ہو اور جس کی رگوں میں اطالوی خون دوڑ رہا ہو۔ ہیگن صرف پینتیس سال کا تھا اور اطالوی بھی نہیں تھا۔ ڈون نے ابھی تک اس سلسلے میں کوئی واضح اشارہ نہیں دیا تھا۔

”میری بیٹی کب رخصت ہو رہی ہے؟“ ڈون نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”کچھ دیر بعد کیک کٹنے والا ہے۔ اس کے آدھ پون گھنٹے بعد وہ اپنے دلہا کے ساتھ رخصت ہو جائے گی۔“ ہیگن نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اسے گویا ایک ضروری بات یاد آگئی۔ اس نے پوچھا۔ ”کیا آپ کے داماد کو ”فیملی“ میں کوئی اہم پوزیشن دی جائے گی؟“

”ہرگز نہیں.....“ ڈون نے میز پر ہاتھ مار کر اتنے سخت لہجے میں جواب دیا کہ ہیگن حیران رہ گیا۔ ”اسے ”فیملی“ کے کاروبار..... اصل معاملات اور دوسری اہم باتوں کی ہوا بھی نہیں لگتی چاہئے۔ بس اس کے لئے اچھے ذریعہ معاش کا بندوبست کر دینا، جس سے وہ آرام و آسائش سے زندگی گزار سکے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں..... اور یہ بات سنی، فریڈ اور مینز اکو بھی بتا دینا.....“

پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد ڈون بولا۔ ”میرے تینوں بیٹوں سے کہہ دو کہ ہم سب ڈینیڈو سے الوداعی ملاقات کے لئے اسپتال جائیں گے۔ وہ ہمارا بہت اہم اور باعزت ساتھی تھا۔ ہم اس کے لئے نیک تمناؤں کا اظہار کریں گے اور پورے احترام سے الوداع کہیں گے۔ فریڈ سے کہنا کہ جانے کے لئے بڑی گاڑی نکالے اور جونی سے کہنا کہ اگر وہ بھی ہمارے ساتھ چلے تو مجھے خوشی ہوگی۔“

پھر ہیگن کی آنکھوں میں سوال و یکہ کر وہ بولا۔ ”تمہیں ہمارے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں..... تمہارے پاس وقت نہیں ہوگا..... تمہیں آج رات ہی لاس اینجلس جانے

”تم نے مجھے بتایا ہی نہیں تھا کہ اتنا بڑا اشار بھی تمہاری فیملی کا اتنا اچھا جاننے والا ہے.....“ وہ مائیکل سے بولی۔ ”اب میں ضرور تم سے شادی کروں گی۔“

”کیا تم اس سے ملنا چاہتی ہو؟“ مائیکل نے پوچھا۔

”اب نہیں.....“ ”کے“ بولی۔ ”کوئی زمانہ تھا کہ میں اس کی دیوانی تھی۔ تین سال میں اس کے عشق میں مبتلا رہی۔ جب یہ کلب میں گایا کرتا تھا تو میں صرف اس کا گانا سننے نیو یارک آتی تھی اور اسے داد دینے کے لئے گلا پھاڑ کر چیختی تھی۔“

پھر کے نے جونی کو اندر جاتے دیکھا تو بولی۔ ”اب یہ مت کہنا کہ اتنا بڑا اشار بھی تمہارے والد کے پاس کوئی درخواست لے کر آیا ہوگا۔“

وہ میرے والد کا گاڈ سن ہے..... اور اگر اس کے سر پر میرے والد کا ہاتھ نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا اشار ہی نہ بنتا۔ انہوں نے اسے نہ جانے کس کس موقع پر کس کس مصیبت سے بچایا ہے۔“

☆.....☆.....☆

رات کے پچھلے پہر ٹام ہیگن اپنی بیوی کو خدا حافظ کہہ کر لاس اینجلس جانے کے لئے ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوا۔ خصوصی ذرائع سے اس کے لئے ہنگامی طور پر سیٹ کا انتظام ہوا تھا۔ رات کے تین بجے ڈینڈو کا اسپتال میں انتقال ہو گیا تھا۔ اسپتال سے واپس آ کر ڈون نے باقاعدہ طور پر ہیگن کو بتا دیا تھا کہ اب وہ اس کا مستقل قانونی مشیر ہے۔ یوں اس نے اس روایت کو توڑ دیا تھا کہ اس کے قانونی مشیر کو خالصتاً اطالوی ہونا چاہئے۔ ہیگن دوغلی نسل کا تھا۔ وہ جرمن آئرش تھا۔

ڈون نے اسے رخصت کرنے سے قبل جیک والٹر سے ملاقات کے بارے میں ضروری ہدایات دی تھیں۔ اور بہت سی باتیں اس پر بھی چھوڑ دی تھیں۔ اس معاملے کو صحیح انداز میں نمٹانا ڈون کے وکیل کے طور پر اس کی قابلیت اور اہلیت کا امتحان تھا۔

جن دولٹروں نے بونا سیرا کی بیٹی پر ظلم کیا تھا، ان کے سلسلے میں پال کیو کو میز کے

توسط سے ہدایات دی گئی تھیں۔ کیو کو اس مقصد کے لئے دو آدمیوں کا بندوبست کرنا تھا جنہیں اصل بات سے بے خبر رکھا جانا تھا۔ حتیٰ کہ انہیں یہ بھی خبر نہ ہوتی کہ ان کی خدمات درحقیقت کون حاصل کر رہا تھا۔ اس قسم کے کاموں میں انہی احتیاطوں کی وجہ سے کبھی بات ڈون کی ذات تک نہیں پہنچتی تھی۔ اگر کبھی ایسے آدمی پولیس کے ہتھے چڑھ جاتے..... یا کسی اور وجہ کے باعث بیچ کی کوئی ”کڑی“ غداری کر جاتی تھی تب بھی ڈون یا اس کے خاص آدمیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا کیونکہ اس ”کڑی“ کو زنجیر کی باقی کڑیوں کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہوتا تھا۔

ٹام ہیگن پہلی بار ذرا مشکل قسم کے کام پر لاس اینجلس روانہ ہوتے وقت معمولی سائروس تھا لیکن اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس معاملے کو صحیح طرح ہینڈل کرنے پر ”فیملی“ میں اس کی عزت اور توقیر میں بے حد اضافہ ہوگا۔

جیک والٹر کے بارے میں تمام ضروری معلومات جمع کر لی گئی تھیں۔ وہ ہالی وڈ کے تین اہم ترین پروڈیوسرز اور اسٹوڈیو مالکان میں سے ایک تھا۔ بیسیوں اشارز اس کے لئے طویل معاہدوں کے تحت کام کر رہے تھے۔ اس میں شک نہیں تھا کہ صدر امریکا سے اس کے مراسم تھے۔ وہ ہائٹ ہاؤس میں کئی بار ڈنر کر چکا تھا اور ایک بار صدر صاحب اس کے ہالی وڈ والے گھر میں ضیافت پر آ چکے تھے۔ سی آئی اے کے سربراہ سے بھی اس کے مراسم تھے۔

ٹام یہ سب باتیں ٹام ہیگن یا ڈون کے لئے زیادہ متاثر کن نہیں تھیں۔ کیونکہ یہ درحقیقت رمی قسم کے تعلقات تھے۔ والٹر کی اپنی کوئی ٹھوس سیاسی حیثیت نہیں تھی۔ ویسے بھی وہ ایک تند مزاج آدمی تھا اور ڈون کا کہنا تھا کہ تند مزاج آدمیوں کے دوست کم اور دشمن زیادہ ہوتے ہیں۔ والٹر کو اپنی طاقت اور اثر رسوخ کا بہت زعم تھا اور وہ موقع بے موقع اس کا اظہار بھی کرتا رہتا تھا۔

طیارہ جب لاس اینجلس کے ایئر پورٹ پر اتر تو صبح کا اجالہ نمودار ہو رہا تھا۔ ہیگن

لباس میں تھی بیگن نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خوبصورت بچی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے بال نہایت سنہرے، ریشمی اور آنکھیں شفاف نیلی تھیں۔ بھرے بھرے سرخ ہونٹ یا قوت سے تراشیدہ لگ رہے تھے۔

عورت محافظ کی طرح بچی کے ساتھ تھی۔ وہ یقیناً اس کی ماں تھی کیونکہ اس کے چہرے میں بچی کی کچھ مشابہت تھی تاہم وہ لومڑی کی طرح چالاک، موقع پرست اور لالچی معلوم ہوتی تھی۔ بچی فرشتہ صورت تھی جبکہ ماں کوئی عیار بلا معلوم ہوتی تھی۔ اس نے چند لمحے بڑی نخوت اور تکبر سے بیگن کو گھورا۔ شاید اس کا خیال تھا کہ بیگن نظر چالے گا مگر جب بیگن نے ایسا نہیں کیا تو وہ خود دوسری طرف دیکھنے لگی۔ خواہ مخواہ ہی بیگن کا دل چاہ رہا تھا کہ اٹھ کر اس کی ناک پر ایک گھونسا سید کر دے۔

آخر کار ایک عورت آئی اور بیگن کو اپنی رہنمائی میں کئی دفاتر کے سامنے سے گزار کر والز کے آفس میں لے گئی جو ایک پُر تعیش اپارٹمنٹ کی طرح تھا۔ بیگن ان تمام دفاتر اور ان میں کام کرنے والوں کو دیکھ کر کچھ متاثر ہوا لیکن دل ہی دل میں وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ شاید ان دفاتر میں کام کرنے والے بیشتر لوگ درحقیقت فلموں میں کام کرنے آئے تھے اور ”چانس“ کے منتظر تھے۔

والز ایک محیم شحم اور مضبوط آدمی تھا جس کی قدرے ابھری ہوئی توند کو خوبصورتی سے سلے ہوئے سوٹ نے چھپا لیا تھا۔ بیگن اس کی پوری زندگی کی کہانی سے واقف ہو چکا تھا۔ دس سال کی عمر میں والز، ایسٹ سائڈ کے علاقے میں بیئر کے خالی بیرل ایک ٹھیلے پر جمع کر کے کباڑی کے ہاتھ بیچنے جاتا تھا۔ بیس سال کی عمر میں وہ اپنے باپ کا ہاتھ بٹانے لگا جو گارمنٹ فیکٹری میں ورکر تھا۔ تیس سال کی عمر تک وہ کچھ رقم جمع کر چکا تھا۔ اس نے نیویارک چھوڑ دیا اور ہالی وڈ آ کر اپنی رقم فلموں کے کاروبار میں لگا دی۔

اڑتالیس سال کی عمر تک وہ بہت بڑا فلم پروڈیوسر بن گیا لیکن اس کی شخصیت کا

اس ہوٹل میں پہنچا جہاں وہ فون پر اپنے لئے کمرہ ریز رو کر اچکا تھا۔ شیوینا کر، غسل کر کے اور لباس تبدیل کر کے اس نے ناشتہ کیا اور اطمینان سے اخبار پڑھنے بیٹھ گیا۔ دراصل وہ سہم رہا تھا، اپنے اعصاب کو سکون دے رہا تھا اور اپنے آپ کو والز سے ملاقات کے لئے تیار کر رہا تھا۔ والز سے دس بجے اس کی ملاقات طے تھی۔

ملاقات کے لئے والز سے وقت حاصل کرنا زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوا تھا۔ اسٹوڈیو ورکرز کی سب سے بڑی اور طاقتور یونین کا صدر گوف، ڈون کا عقیدت مند تھا۔ ڈون نے اسے فون کر دیا تھا اور ہدایت کر دی تھی کہ وہ والز سے بیگن کی ملاقات کا وقت طے کرادے اور یہ بات بھی والز کے کان میں ڈال دے کہ اگر اس ملاقات کے نتائج بیگن کے لئے خوش کن نہ ہوئے تو والز کے اسٹوڈیو میں ورکرز کی ہڑتال بھی ہو سکتی ہے۔

اس کال کے ایک گھنٹے بعد گوف نے بیگن کو فون کر کے بتایا تھا کہ صبح دس بجے والز سے اس کی ملاقات طے ہو گئی ہے تاہم اس نے یہ بھی بتایا کہ اس کی طرف سے ممکنہ ہڑتال کی مبہم دھمکی سن کر والز زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ ملاقات کا دس بجے کا وقت بھی کچھ اچھا علامت نہیں تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ والز نے اسے اتنی اہمیت نہیں دی تھی کہ کھانے پر مدافرتا شاید ڈون کی شہرت بھی اس تک نہیں پہنچی تھی کیونکہ ڈون شہرت حاصل کرنے کا قائل ہی نہیں تھا۔ وہ تو خود کو حتی الامکان غیر معروف ہی رکھ کر کام کرنے کا قائل تھا۔ نیویارک سے باہر کے لوگ تو اس کے بارے میں بہت ہی کم جانتے تھے یا پھر سرے سے جانتے ہی نہیں تھے تاہم ہر جگہ ضرورت کے وقت ڈون کا کوئی نہ کوئی پرانا رابطہ نکل آتا تھا۔

بیگن کے اندازے درست ہی نکلے۔ والز نے اسے ملاقات کے وقت سے آدھ گھنٹہ زائد انتظار کرایا تاہم بیگن نے برا نہیں منایا۔ والز کا استقبال یہ کمرہ جہاں بیٹھ کر وہ انتظار کر رہا تھا، نہایت شاندار، آرام دہ اور آراستہ تھا۔ اس وسیع کمرے میں دوسری طرف کاؤنٹر پر ایک بچی اور ایک عورت بیٹھی تھی۔

بچی کی عمر گیارہ بارہ سال کے قریب تھی تاہم وہ بڑی عورتوں کے طرز پر نکلتی

ذکر کچھ زیادہ عزت سے نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنا غصہ زیادہ تر چھوٹے اور کمزور لوگوں پر ڈالتا تھا۔ پچاس سال کی عمر میں اس نے کھانے پہننے اور اچھی محفلوں میں اٹھنے بیٹھنے کے آداب سیکھنے کے لئے باقاعدہ کچھ لوگوں کی خدمات حاصل کیں جس سے اس کی شخصیت اور انداز اطوار کچھ سنور تو گئے لیکن ”اصلیت“ بہر حال مکمل طور پر نہیں چھپ سکی۔ اب بھی کسی نہ موقع پر اس کی اصل شخصیت کی جھلک نظر آتی رہتی تھی۔

جب اس کی بیوی کا انتقال ہوا تو اس نے ایک ایسی اداکارہ سے شادی کر لی دنیا بھر میں مشہور تھی لیکن اداکاری چھوڑنا چاہتی تھی۔ اس سے شادی کر کے اداکارہ اداکاری چھوڑ دی۔ اب والٹر ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ چکا تھا اور فلسفہ سازی وغیرہ کے علاوہ اداکارہ کے مشاغل وہی تھے جو اکثر بڑے دلت مندوں کے ہوتے ہیں۔ اس کی بیٹی نے ایک انگریز لارڈ سے شادی کی تھی اور بیٹے نے ایک اطالوی شہزادی سے۔

اخباری کالموں میں اکثر اس کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ کچھ عرصے سے اس کی دلچسپی اپنے اصطبل میں بہت بڑھ گئی تھی جس میں اس نے بہت اعلیٰ نسل کے ریس کے گھوڑے کئے تھے۔ اخبار نویس گویا اپنا فرض سمجھ کر اس کی سرگرمیوں اور مشاغل کے بارے میں کچھ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ پچھلے دنوں ایک بار پھر اس وقت اس کا تذکرہ اخبارات میں سرخیوں کے ساتھ ہوا تھا جب اس نے انگلینڈ کا ایک نہایت مشہور ریس کا گھوڑا ”خرطوم“ لاکھ ڈالر میں خرید لیا تھا۔ ان دنوں ایک گھوڑے کی یہ قیمت ناقابل یقین تھی۔

اس قیمت پر یہ گھوڑا خریدنے کے بعد والٹر نے یہ اعلان کر کے لوگوں کو مزہ حیرت زدہ کر دیا تھا کہ وہ اس گھوڑے کو ریس میں دوڑانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس ریس سے ریٹائر کر رہا تھا اور اپنے اصطبل میں صرف افزائش نسل کے لئے رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے قدرے خوش خلقی سے یگن کا استقبال کیا تاہم اس کا چہرہ اب بھی اس شخصیت کی کڑنگی کا پتہ بتا دیتا ہے۔ شاید اس نے اپنے بڑھاپے کو چھپانے کے لئے چہرہ پر کچھ کرایا ہوا بھی تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے چہرے کی کھال کو لٹکنے سے بچانے کے لئے بہن

اونچے ہنرمندوں نے کچھ کوششیں کی تھیں۔ ان باتوں سے قطع نظر وہ بہت توانا آدمی لگتا تھا۔ ڈون کارلیون کی طرح اس کی شخصیت اور حرکات و سکنات سے بھی حاکمیت جھلکتی تھی۔ لگتا تھا کہ وہ اپنی سلطنت پر حکمرانی کرنا خوب جانتا ہے۔

ہیگن نے تمہید میں وقت ضائع نہیں کیا اور براہ راست مطلب کی بات پر آ گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک طاقتور آدمی کا نمائندہ ہے اور وہ طاقتور آدمی جو نی کا دوست، مہربان اور مربی تھا۔ اس نے جو نی پر ایک چھوٹی سی عنایت کرنے کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ اگر اس کی درخواست پر عمل ہو گیا تو وہ زندگی بھر شکر گزار اور ممنون رہے گا اور اگر کبھی والٹر کو اس سے کوئی کام پڑا تو اسے مایوسی نہیں ہوگی۔ پھر ہیگن نے درخواست کی نوعیت بھی بیان کر دی۔ یعنی جو نی کو اس فلم میں کاسٹ کر لیا جائے جس کی شوٹنگ اگلے ہفتے شروع ہو رہی تھی۔

”اور تمہارا وہ طاقتور دوست میرے کس کام آ سکتا ہے؟“ والٹر نے پوری بات سننے کے بعد جیسے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

ہیگن نے اس کے لہجے کے حیکھے پن کو نظر انداز کرتے ہوئے ملائمت سے کہا۔ ”آپ کے اسٹوڈیو میں دو کرز کی ایک ہڑتال متوقع ہے۔ میرے پاس..... جو میرے دوست اور محسن بھی ہیں..... اس ہڑتال کو روکا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک اہم اسٹار جو پہلے بکس پیتا تھا، اب ”ترقی“ کر کے ہیروئن بننے لگا ہے۔ اسے فلموں میں کاسٹ کر کے آپ کو ڈولز ڈالر کماتے تھے۔ اب بھی اس کے نام پر آپ کی خاصی دولت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ لیکن وہ روز بروز ناکارہ ہو رہا ہے۔ کام کے قابل نہیں رہا۔ میرے پاس ایسا انتظام کر دیں گے کہ آپ کے اس ہیرو کو کہیں سے ہیروئن نہیں ملے گی اور وہ یہ عادت چھوڑنے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ بھی اگر آپ کو مستقبل میں کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو آپ صرف ایک فون کر دیجئے گا، مسئلہ حل ہو جائے گا۔“

والٹر کچھ اس طرح اس کی باتیں سن رہا تھا جیسے اس کے سامنے کوئی چھوٹا بچہ بیٹھا

وہ والٹر کے انداز گفتگو پر ذرا بھی غصے میں نہیں آیا تھا کیونکہ ڈون نے اسے یہی سکھایا تھا۔ ”کبھی غصے میں نہ آؤ..... کبھی کسی کو دھمکی نہ دو۔ اسے دلیل سے سمجھانے کی کوشش کرو۔“

اس کے لئے ضروری تھا کہ توہین آمیز انداز گفتگو کا اثر دل پر نہ لیا جائے۔ اس نے ایک بار ڈون کو ایک بہت بڑے بدمعاش اور گروہ باز کے سامنے میز پر بیٹھ کر مسلسل آٹھ گھنٹے تک سمجھانے کی کوشش کرتے دیکھا تھا۔ ڈون اس بدمعاش کو اپنے کچھ طور طریقے ٹھیک کرنے کے لئے کہہ رہا تھا مگر اس نے ڈون کی بات ماننے کے بجائے کئی بار اس کی توہین کر ڈالی تھی۔ اس کے باوجود ڈون کی پیشانی پر بل نہیں آیا تھا اور وہ اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

آٹھ گھنٹے بعد آخر کار وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اس نے بے بسی آمیز انداز میں ہاتھ پھیلاتے ہوئے صرف اتنا کہا تھا۔ ”بھئی اس آدمی کو دلیل سے قائل کرنا ممکن نہیں.....“

پھر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کرے سے نکل گیا تھا۔ تب اس بدمعاش کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا۔ آخری جملہ ادا کرتے وقت ڈون کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جسے محسوس کر کے بدمعاش کی ساری اکڑفوں ہوا ہو گئی تھی۔ اس نے ڈون کو کمرے میں واپس بلانے کے لئے قاصد اور نمائندے دوڑائے تھے لیکن اس کی منت خوشامد بھی ڈون کو کمرے میں واپس نہیں لاسکی تھی۔ اس کے بعد ان دونوں کے درمیان صلح کا معاہدہ تو ہو گیا تھا لیکن اس کے دو ماہ بعد اس بدمعاش کو اس وقت کسی نے گولی مار دی تھی جب وہ ایک بار بر شاپ میں بال کنوار ہا تھا۔

چنانچہ بیگن نے نئے سرے سے ملائمت سے والٹر کو سمجھانا شروع کیا۔ ”تم نے شاید میرا کارڈ توجہ سے نہیں دیکھا، میں ایک وکیل ہوں۔ میں اتنا احمق نہیں ہو سکتا کہ لوگوں کو دھمکیاں دیتا پھروں۔ کیا میں نے ایک لفظ بھی ایسا کہا ہے جس میں کوئی دھمکی پوشیدہ ہو؟ میں مزید یہ کہتا چاہوں گا کہ اگر جونی کو فلم میں کاسٹ کرنے کے لئے تمہاری کوئی شرط ہے تو

بڑی بڑی گپیں ہانک رہا ہو۔ جب وہ بولا تو اس کی آواز میں کھر دار اپن تھا جو یقیناً اس ماضی کا آئینہ دار تھا۔

”تم مجھے دھمکانے کی کوشش کر رہے ہو؟“ اس نے دریافت کیا۔

”ہرگز نہیں۔“ بیگن نے ہموار لہجے میں کہا۔ ”میں تو صرف ایک دوست“

لے کر آیا ہوں جس کی درخواست قبول کرنے میں تمہارا کوئی نقصان نہیں ہے۔“

تب شاید والٹر نے کوشش کر کے اپنے چہرے پر غصے اور برہمی کے تاثرات کئے اور میز پر بیگن کی طرف جھکتے ہوئے پھنکارنے کے سے انداز میں بولا۔ ”ٹھیک اب میں تم سے صاف صاف باتیں کرتا ہوں۔ سنو، تم اچھی طرح سن لو اور جو بھی تمہارا ہے، اسے بھی جا کر بتادو..... جونی کو تو اس فلم میں ہرگز کام نہیں ملے گا خواہ باغیا کے کئے کیڑے مکوڑے اپنے بلوں سے نکل کر میرے پاس آجائیں.....“

پھر وہ کرسی سے ٹیک لگا کر ذرا پھیل کر بیٹھتے ہوئے استہزائیہ لہجے میں ”شاید تم نے کبھی جے۔ ایڈگر ہوور کا نام سنا ہو..... یہ صاحب اتفاق سے امریکا کے ہوتے ہیں۔ وہ میرے قریبی دوست ہیں۔ اگر میں ان سے ذکر کر دوں کہ مجھ پر دباؤ رہا ہے تو تم لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کیا چیز آ کر تم سے ٹکرائی اور تمہیں فنا کر گئی۔“

بیگن نے نہایت صبر تحمل اور سکون سے والٹر کی بات سنی۔ والٹر کی حیثیت کو ہونے اسے امید تھی کہ اگر وہ ایسی کوئی بات کرے گا بھی..... تو ذرا سلیقے سے..... اور موثر انداز میں کرے گا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا سٹی اور اجڈ سا آدمی اتنے اہم مقام پر پہنچ سکتا تھا۔ یہ خیال آنے پر بیگن تو کچھ اور بھی سوچنے لگا تھا۔ اس کا مطلب تھا دنیا میں پیسہ کتنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔ ڈون تو اس سے کہتا رہتا تھا کہ سرمایہ کاری کے نئے نئے میدان تلاش کئے جائیں جہاں سے منافع کی توقع ہو۔ وہ سوچ رہا تھا کہ وہ کر ڈون سے ذکر ضرور کرے گا کہ فلمی دنیا میں بھی سرمایہ کاری کرنی چاہئے۔ جب

وہ بھی بتا دو۔ ہم اسے پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔ ویسے اتنے چھوٹے سے کام عوض میں پہلے ہی خاصے بڑے فائدہ کی پیشکش کر چکا ہوں جبکہ وہ کام خود تمہارے لئے بھی فائدے کا ہے۔ تم خود اعتراف کر چکے ہو کہ جونی اس کردار کے لئے موزوں آدمی ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سے یہ درخواست ہی نہ کی جاتی۔ اگر تمہیں خطرہ ہے کہ کو لینے سے فلم نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے تو میرے پاس فلم کے لئے پورا بجٹ اپنے سے دے دیں گے۔ وہ ہر قسم کا نقصان برداشت کر لیں گے۔ بہر حال، میں یہ وارنٹ دوں کہ ہم تمہیں مجبور ہرگز نہیں کر رہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے منہ سے ایک انکار نکل جائے تو پھر وہ انکار ہی رہتا ہے۔ ہمیں صدر ہو دور سے تمہاری دوستی کے بارے بھی علم ہے اور ہماری نظر میں تمہاری بڑی عزت ہے۔ ہم جو بھی درخواست کر رہے ہیں بھی بات چیت کر رہے ہیں۔ نہایت عزت و احترام سے کر رہے ہیں۔“

سرمایہ کاری کے ذکر پر والٹر کے چہرے پر قدرے نرمی کے آثار نمودار ہوئے۔

وہ بولا۔ ”تمہاری اطلاع کے لئے بتا دوں کہ اس فلم کا بجٹ پانچ ملین ڈالر کا ہے۔“

”کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ہیگن سرسری سے لہجے میں بولا۔ ”میرے پاس کے دوست ہیں جو ان کے مشورے پر اس سے زیادہ سرمایہ بھی کسی پراجیکٹ میں لگائے کے لئے تیار رہتے ہیں۔“

والٹر پہلی بار اس معاملے کو سنجیدگی سے لینے کے لئے آمادہ نظر آیا۔ وہ ہیگن کارڈ پر نظر ڈالتے ہوئے بولا۔ ”میں نیویارک کے زیادہ تر بڑے وکیلوں کو ہوں۔ لیکن میں نے کبھی تمہارا نام نہیں سنا۔ آخر تم ہو کون؟“

”میں زیادہ بڑی بڑی کمپنیوں کے لئے کام نہیں کرتا۔ میرا بس ایک ہی کلا ہے۔ وہی میرا پاس بھی ہے۔ ہیگن نے خشک لہجے میں کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے مہ کے لئے والٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ والٹر نے مصافحہ کر لیا۔

دروازے کی طرف دو قدم بڑھنے کے بعد پلٹا جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔“

علوم ہے تمہیں آئے دن بہت سے ایسے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے جو اپنے آپ کو بہت اہم ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ وہ اہم ہوتے نہیں۔ ہمارا معاملہ اس کے لکل الٹ ہے۔ تم ہمارے بارے میں معلومات کر لو۔ اس کے بعد اگر تم اپنے فیصلے پر نظر فی کرنا چاہو تو میرے ہوٹل میں مجھ سے رابطہ کر لینا۔“

ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ پھر بولا۔ ”میرے پاس تمہارے لئے کچھ ایسے ام بھی کر سکتے ہیں جو شاید صدر امریکا کو بھی مشکل لگیں۔“

والٹر آنکھیں سکیڑے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاید اب وہ بات کی گہرائی کو کچھ سمجھ رہا تھا۔ ہیگن نے نہایت شائستگی سے مزید کہا۔ ”برسبیل تذکرہ۔۔۔۔۔ میں ذاتی طور پر ہماری فلسفہ سازی کی صلاحیتوں کا بڑا معترف ہوں۔ تمہاری بنائی ہوئی سبھی فلمیں مجھے اچھی لگی ہیں۔ اسی لگن اور توجہ سے کام جاری رکھو۔ ہمارے ملک کو اچھی چیزوں کی ضرورت ہے۔“

پھر وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

اس شام ہیگن کو ہوٹل میں والٹر کی سیکرٹری کا فون آیا۔ اس نے بتایا کہ ایک گھنٹے بعد کارا سے لینے آئے گی۔ کار میں اسے مسٹر والٹر کے اس مکان پر جانا ہوگا جو ایک دیہی تے میں واقع تھا۔ ہیگن کو وہاں والٹر کے ساتھ ڈنر کرنا تھا۔ کار میں یہ سفر تین گھنٹے کا تھا۔ رٹری نے یہ بتاتے ہوئے والٹر کو تسلی بھی دے دی کہ کار میں بھی کھانے پینے اور موسیقی رہ سنے کا انتظام تھا۔ اس لئے سفر بوریت میں نہیں گزرے گا۔

اس کے بعد سیکرٹری بولی۔ ”مسٹر والٹر نے مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنا بیگ ساتھ لے آئیں کیونکہ رات کو آپ کو فارم ہاؤس میں ہی قیام کرنا ہوگا۔ صبح مسٹر والٹر آپ کو نیو یارک کے لئے خود ایئر پورٹ پہنچا دیں گے۔“

ہیگن کو معلوم ہو چکا تھا کہ والٹر خود اپنے ذاتی جہاز میں فارم ہاؤس گیا تھا۔ اگر وہ کو وہاں ڈنر پر مدعو کرنا ہی چاہتا تھا تو اپنے ساتھ جہاز میں بھی لے جاسکتا تھا۔ نہ جانے

میں سمجھا تھا کہ تم کوئی تھرڈ کلاس قسم کے وکیل ہو اور شاید کسی تھرڈ کلاس بد معاش کی نمائندگی کرتے ہو۔ جونی کی زیادہ تر واقفیت ایسے ہی لوگوں سے ہے۔ اب ہمیں یہاں کی فضا سے لطف اندوز ہونا چاہئے۔ کام کی بات ہم ڈنر کے بعد کر لیں گے۔“

پھر وہ بیگن کورس کے گھوڑوں کے بارے میں اپنے منصوبے بتانے لگا۔ اسے یقین تھا کہ ان منصوبوں پر عملدرآمد کے بعد اس کے اصطلب امریکا کے بہترین اصطلب شمار ہوں گے جہاں ریس کے اعلیٰ ترین گھوڑوں کی افزائش اور پرورش ہوگی۔ اصطلب فائر پروف تھے۔ حفظان صحت کے اصولوں پر عملدرآمد کا وہاں بہترین انتظام تھا۔ گندگی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ پرائیوٹ سراغ رساں ان کی حفاظت اور نگرانی کرتے تھے۔

بیگن کو بہت سے گھوڑے دکھانے اور ان کے ”شجرہ نسب“ کے بارے میں بتانے کے بعد والٹر اسے آخری اسٹال کے سامنے لے گیا جس کی بیرونی دیوار چمکتی ہوئی ایک خوبصورت نیم پلیٹ نصب تھی جس پر پیتل کے حروف میں ”خرطوم“ لکھا تھا۔ بیگن کو گھوڑوں کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں تھیں لیکن اس اسٹال میں کھڑے گھوڑے کو ظاہری طور پر دیکھ کر ہی بیگن کو تسلیم کرنا پڑا کہ وہ ایک غیر معمولی اور نہایت خوبصورت گھوڑا تھا۔

وہ پورا سیاہ تھا اور اس کی جلد ریشم سے بنی معلوم ہوتی تھی۔ صرف اس کی پیشانی پر ہیرے کی سی ساخت کا ایک سفید نشان تھا۔ اس کی بڑی بڑی بھوری آنکھوں میں گویا چراغ روشن تھے۔ وہ آنکھیں قیمتی پتھروں کی طرح جھلملارہی تھیں۔ تاہم قیمتی پتھروں میں زندگی کی ایسی بھرپور چمک نہیں ہو سکتی تھی جیسی ان آنکھوں میں تھی۔

”یہ دنیا بھر میں ریس کا عظیم ترین گھوڑا ہے۔“ والٹر کے لہجے میں دنیا بھر کا فخر سمٹ آیا تھا۔ ”اسے میں نے انگلینڈ میں چھ لاکھ ڈالر میں خریدا تھا۔ مجھے امید ہے کہ کسی روسی زار نے بھی اپنے دور میں اس قیمت کا گھوڑا نہیں خریدا ہوگا۔ میں نے اسے ریس کے لئے نہیں لیا ہے۔ میں اس سے افزائش نسل کا کام لوں گا اور اسی کے ذریعے میرے اصطلب ریس کے گھوڑوں کے سلسلے میں دنیا کے بہترین اصطلب شمار ہوں گے۔“

اس نے ایسا کیوں نہیں کیا تھا اور اسے کار کے ذریعے بلوانے کا بندوبست کیا تھا جو زیاہ زحمت کا کام تھا۔ اسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ والٹر کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ کل صبح کی پروا سے نیویارک جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟

امکان یہی نظر آ رہا تھا کہ والٹر نے اس کے بارے میں معلومات حاصل کر کے لئے پرائیوٹ سراغ رسانوں کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔ اس کا مطلب تھا کہ اب ڈون کارلیون کے بارے میں جان چکا ہوگا اور اب ذرا سنجیدگی سے بات چیت کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ بہر حال بیگن نے سیکرٹری کا شکریہ ادا کیا اور کہہ دیا کہ ایک گھنٹے بعد وہ چلنے کے لئے تیار ہوگا۔ اسے اب امید کی کرن نظر آ رہی تھی۔ شاید والٹر اتنا گنوار اور موٹے دماغ نہیں تھا جتنا بیگن نے آج صبح محسوس کیا تھا۔

☆.....☆.....☆

والٹر کا فارم ہاؤس دیہی طرز کی کسی فلمی حویلی سے مشابہ تھا۔ اس کی حدود باغات، اصطلب اور دورویہ درختوں سے ڈھکے ہوئے راستے بھی شامل تھے۔ گھوڑوں کے لئے سبزہ زار بھی تھے۔ ہر چیز نجی سنوری اور سلیقے سے آراستہ تھی۔ صفائی ستھرائی اور آرائش کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ ہر چیز کی کتنی عمدگی سے دیکھ بھال کی جاتی تھی۔

والٹر نے ایک ایسے برآمدے میں بیگن کا استقبال کیا جو ایئر کنڈیشنڈ تھا اور جس میں ایک دیوار شیشے کی تھی۔ وہ اب آرام دہ لباس میں تھا۔ دولت مندی اور آسودگی کا ایک نار سہا لہ اب اس کی شخصیت کے گرد زیادہ روشن محسوس ہو رہا تھا۔ اس کا رویہ صبح کے وقت میں بہت تیز تھا۔

وہ دوستانہ انداز میں بیگن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ ”ڈنر مینا کچھ دیر ہے۔ آؤ تب تک میں تمہیں اپنے ریس کے گھوڑے دکھاتا ہوں۔“ وہ اصطلبوں کی طرف چل دیا۔ راستے میں والٹر بولا۔ ”میں نے تمہارے بارے میں معلومات کرائی تھی بیگن! تم نے مجھے پہلے ہی بتا دیا ہوتا کہ تمہارا لباس ڈون کارلیون

میت نہیں۔ میں اپنی فلمیں خود اپنے سرمائے سے بنا سکتا ہوں۔ جونی کو میں کسی بھی حال میں اپنی فلم میں کاسٹ نہیں کر سکتا کیونکہ مجھے اس سے نفرت ہے۔ اپنے باس سے کہنا کہ سیدہ کبھی..... کوئی بھی کام ہو تو مجھے ضرور یاد کرے۔“

بیگن کو حیرت کا جو جھٹکا لگا تھا اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا وہ سمجھنے سے اصر تھا کہ اگر والز کو یہی کچھ کہنا تھا تو اس نے اسے اتنے اہتمام سے اتنی دور کیوں بلایا تھا؟ کوئی بات ضرور تھی۔

دل ہی دل میں والز کو گالیاں دیتے ہوئے اس نے بظاہر ملائمت سے کہا۔ ”مسٹر والز! میرا خیال ہے کہ تم صورت حال کی نزاکت کو سمجھ نہیں رہے ہو۔ ڈون کارلیون جونی کے گاڈ فادر ہیں۔ یہ ایک بہت ہی قریبی اور روحانی قسم کا رشتہ ہے۔ اطالوی ازراہ مذاق کہا کرتے ہیں کہ دنیا میں زندگی گزارنا اتنا مشکل کام ہے کہ انسان کی دیکھ بھال کے لئے اس کے دو باپ ہونے چاہئیں۔ اس مذاق کی کوکھ سے ”گاڈ فادر“ کے نہایت سنجیدہ رشتے نہ نم لیا ہے۔ اطالوی جسے اپنا مربی، سرپرست اور ایک قسم کا روحانی باپ سمجھ لیتے ہیں اسے ہاگاڈ فادر کہتے ہیں۔ جونی کے گاڈ فادر ڈون کارلیون ہیں اور چونکہ جونی کا حقیقی باپ مرکا ہے، اس لئے مسٹر کارلیون اور بھی زیادہ گہرائی سے جونی کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں اور دن کارلیون ایک بہت حساس انسان بھی ہیں۔ جو انسان ایک بار ان کی کوئی درخواست دل کرنے سے انکار کر دے، اسے وہ زندگی میں پھر کبھی کوئی کام نہیں بتاتے۔“

والز نے کندھے اچکاتے۔ ”سوری..... لیکن میرا جواب بہر حال وہی رہے گا، جو مہمے چکا ہوں..... لیکن اب تم آئے ہوئے ہو تو ہم کسی نہ کسی معاملے پر تو تعاون کی بات کر لیں۔ یہ بتاؤ کہ اسٹوڈیو میں ورکرز کی ہڑتال رکوانے کے لئے مجھے کتنی رقم خرچ کرنی پڑے گی؟ میں ابھی..... اسی وقت نقد ادائیگی کر سکتا ہوں۔“

تب بیگن کی کم از کم ایک الجھن دور ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ جب جونی کے سامنے والز اپنے انکار پر قائم تھا تو اس نے اسے اتنی دور بلانے اور اس کے ساتھ اتنا

وہ گھوڑے کی ریشمی ایال میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسی طرح لاڈ اور پیار سے اس کا نام لے کر نیچی آواز میں اسے پکارنے لگا جس طرح باپ اپنے کمسن بیٹوں کو پکارے ہیں۔ گھوڑا بھی اپنی حرکات و سکنات سے گویا اس کے پیار کا جواب پیار سے دے رہا تھا۔ آخر کار وہ ڈنر کے لئے حویلی میں لوٹ آئے۔ ڈنر تین ویٹرز سرور کر رہے تھے اور ایک بلٹر انہیں ہدایت دے رہا تھا تاہم بیگن کے خیال میں کھانا بہت اعلیٰ معیار کا نہیں تھا والز شاید اب اکیلا رہتا تھا اور اسے کھانوں کے معیار کی کچھ زیادہ پروا نہیں تھی۔

کھانے کے بعد جب وہ آرام سے بیٹھ گئے اور انہوں نے ہوانا کے بہترین سگ سگائے تو بیگن نے ملائمت سے پوچھا۔ ”تو پھر تم جونی کو فلم میں کاسٹ کر رہے ہو نہیں؟“

”نہیں.....“ والز نے بلا تامل جواب دیا۔ ”میں چاہوں بھی، تو ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ تمام معاندے سائن ہو چکے ہیں۔ اگلے ہفتے شوٹنگ شروع ہو جائے گی۔ اب میں فلم کے معاملات میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔“

”مسٹر والز!“ بیگن نے قدرے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ ”سب سے اوپر وا۔ آدمی اور مالک و مختار سے بات اسی امید پر کی جاتی ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اپنے پراجیکٹ میں جو تبدیلی چاہے..... لا سکتا ہے۔“

والز خشک لہجے میں بولا۔ ”مجھے معلوم ہے کہ مجھے اسٹوڈیو میں ورکرز کی ہڑتال کے خطرے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مزدور لیڈر گوف نے مجھے اس کا اشارہ دے دیا ہے اور جس وقت وہ یہ بات کر رہا تھا، کوئی سنتا تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس خبیث کو خفیہ طور پر ایک لاکھ ڈالر سالانہ اس بات کے دیتا ہوں کہ وہ ورکرز کو ہڑتال سے باز رکھے۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ تم میرے اس نیم زنانہ قسم کے ہیر کو ہیر وٹن پینے سے باز رکھ سکتے ہو جس نے صبح ذکر کیا تھا اور مجھے اب اس کی کوئی پروا بھی نہیں ہے جہاں تک کسی فلم کے سرمایہ کاری کرنے کی تمہاری پیشکش کا تعلق ہے..... تو اس کی بھی میری نظر میں ذرہ بڑا

طرح بہایا تھا۔ اسے مستقبل کی سپر اسٹار بنانے کے لئے ہر شعبہ زندگی کے بہترین لوگوں سے ٹریننگ دلوائی تھی۔ تم پھر کہو گے کہ شاید میں صرف مالی فائدے نقصان کو نظر میں رکھتا ہوں..... اس لئے میں مالی نقصان کی بات چھوڑ دیتا ہوں۔ مجھے جذباتی طور پر بھی جو نقصان پہنچا ہے، اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ میرے دنیا کی معروف ترین عورتوں کے ساتھ تعلقات رہے ہیں لیکن اس لڑکی میں کچھ ایسی خوبیاں تھیں کہ میں اس کا دیوانہ تھا..... اور میں اسے نہ جانے کیا سے کیا بنا دیتا..... لیکن وہ احمق لڑکی جو نی کی خوبصورت شخصیت اور اس کی میٹھی میٹھی باتوں کے ظلم میں گرفتار ہو کر اپنی پُر تعیش زندگی اور شاندار مستقبل پر لات مار کر چلی گئی..... اور اس کتیا کی بچی کو جو نی سے چند رنگین راتوں کے سوا کچھ نہیں ملا۔ اس واقعے سے باقی تو جو کچھ ہوا سو ہوا..... لیکن میری پوزیشن بڑی مضحکہ خیز سی ہو کر رہ گئی اور میں جس مقام پر ہوں، میری جو حیثیت ہے، اسے سامنے رکھتے ہوئے میں مضحکہ خیز نظر آنا انور نہیں کر سکتا مسٹر جگن! کیا بات تمہاری سمجھ میں آگئی؟“

ہیگن اور ڈون کارلیون کی دنیا میں یہ احمقانہ باتیں تھیں۔ بچکانہ انداز فکر تھا لیکن اس نے یہ کہنے کے بجائے ملائمت سے کہا۔ ”تم جتنا جہاں دیدہ ہو جانے کے بعد انسان کو اس قسم کی باتوں کو دل پر نہیں لینا چاہئے۔ تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ مسٹر کارلیون جو نی کو کتنا عزیز رکھتے ہیں۔ اس سے کیا ہوا وعدہ ان کی نظر میں بہت اہم ہے..... بلکہ مسٹر کارلیون جس سے بھی..... وعدہ کر لیتے ہیں، وہ ان کی نظر میں بہت اہم ہوتا ہے۔ چاہے بات کتنی ہی معمولی ہو۔ ڈون کارلیون کبھی اپنے دوستوں کو شرمندہ نہیں ہونے دیتے۔“

والٹر اچانک اٹھ کھڑا ہوا اور برہمی سے بولا۔ ”میں نے تمہاری باتیں بہت سن لی ہیں۔ میں بد معاشوں کا حکم نہیں مانتا۔ بد معاش میرا حکم مانتے ہیں۔ میں چاہوں تو ابھی یہ فون اٹھا کر صرف چند سیکنڈ بات کروں تو تمہاری کم از کم آج کی رات جیل میں گزرے گی..... اور اگر تمہاری مافیہ کے اس سردار نے کوئی بد معاشی دکھانے کی کوشش کی تو اسے پتا چل جائے گا کہ میں کوئی تر تو الہ نہیں ہوں۔ اسے اندازہ بھی نہیں ہو سکے گا کہ اس پر کیا آفت ٹوٹی

وقت گزارنے کی زحمت کیوں کی تھی۔ وہ اصل میں صرف یہی بات کرنا چاہتا تھا جواب کی زبان پر آئی تھی۔ وہ ڈون کارلیون سے خوفزدہ نہیں تھا۔ اسے اپنے بارے میں یقین کہ اسے نقصان پہنچانا کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اسے صرف ایک بات کا اندازہ نہیں کہ ڈون کی نظر میں اپنے وعدے کی کیا اہمیت تھی۔ ڈون نے جو نی سے وعدہ کر لیا تھا کہ کی فلم میں کاسٹ ہوگا۔ ڈون نے آج تک کسی سے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا جسے وہ پورا کر سکا ہو۔

ہیگن پُر سکون لہجے میں بولا۔ ”تم شاید جان بوجھ کر میری بات کا غلط مطلب رہے ہو تم مجھے کسی ایسے آدمی کا نمائندہ قرار دینے کی کوشش کر رہے ہو جو لوگوں کو ڈرا دھمکا رقم وصول کرتا ہے۔ مسٹر کارلیون نے ہڑتال رکوانے کی جوابات کی تھی، وہ صرف دوسرے بنیادوں پر..... اپنے تعلقات استعمال کرتے ہوئے یہ کام انجام دینے کے بارے میں اور اس کے جواب میں تم سے بھی ایک چھوٹی سی مہربانی کی درخواست کی گئی تھی۔ یہ سزا اپنے اثر و رسوخ اور اختیارات کے دوستانہ تبادلے کی بات تھی لیکن لگتا ہے کہ تم ہر شخص درخواست کے پیچھے اس کا کوئی لالچ تلاش کرنے کے عادی ہو۔ تم نے میری اس بات کو طور پر سمجھا ہی نہیں اور میرا خیال ہے تم غلطی کر رہے ہو۔“

والٹر ایک بار پھر گویا جان بوجھ کر اشتعال میں آگیا۔ ”میں سب کچھ بہت اُ طرح سمجھ رہا ہوں۔ اپنی بات منوانے کا مافیہ کا یہی اسٹائل ہے۔ بظاہر مافیہ کے لوگ بڑے میٹھی میٹھی باتیں کر رہے ہوتے ہیں..... اپنے مخاطب کو کھن لگا رہے ہوتے ہیں..... درحقیقت وہ دھمکیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تمہیں صاف صاف بتاؤ کہ جو نی کو کبھی میری فلم میں کام نہیں ملے گا۔ حالانکہ مجھے اعتراف ہے کہ وہ اس کردار لئے موزوں ترین آدمی ہے..... لیکن اس فلم سے اسے فلمی دنیا میں دوسرا جہم مل جا گا اور میں اسے دوبارہ زندہ کرنا نہیں..... بلکہ دھکے دے کر فلم انڈسٹری سے باہر نکالنا چاہوں کیونکہ اس نے اس لڑکی کو مجھ سے چھینا تھا جس پر پانچ سال تک میں نے پیہ پانی

ٹیشے کی دیوار کے پار اسے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

ہیگن نے جو کچھ دیکھا اور محسوس کیا، وہ اس جیسے آدمی کی رگوں میں بھی ایک لمحے کو خون نمود کر دینے کے لئے کافی تھا۔ عورت نے درحقیقت بچی کو سہارا دے رکھا تھا۔ اس کے باوجود وہ بھیڑ کے کسی نوازیدہ بچے کی طرح چل رہی تھی۔ اس کی ٹانگیں لڑکھڑاہی تھیں۔ وہ قدم رکھ رکھیں رہی تھی اور پڑکھیں رہا تھا۔ اس کے بھرے بھرے ہونٹوں کی لب اسٹک بری طرح پھیل گئی تھی اور اس کی آنکھیں کچھ اس طرح پھٹی پھٹی سی تھیں جیسے وہ کوئی دہشت ناک خواب دیکھ کر جاگی ہو۔

ہیگن کو عورت کے ہونٹ ہلتے نظر آ رہے تھے۔ وہ شاید لڑکی کو نیچی آواز میں صحیح طرح چلنے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی ہدایات دے رہی تھی لیکن لڑکی سے صحیح طرح چلا ہی نہیں جا رہا تھا۔ کار کے قریب وہ دونوں ایک لمحے کے لئے رکیں اور عورت نے پلٹ کر عجیب سے انداز میں حویلی کی طرف دیکھا اس کی آنکھوں میں فاتحانہ سی چمک تھی جیسے اس نے کوئی بڑا کارنامہ انجام دے دیا ہو..... کوئی بہت بڑا مرحلہ سر کر لیا ہو اور کوئی بہت بڑی کامیابی اسے سامنے نظر آ رہی ہو۔

وہ عورت اس لمحے ہیگن کو عورت نہیں، ایک گدھ محسوس ہوئی جو اپنی ہی بچی کی عزت اور معصومیت کی لاش کو نوج نوج کر کھا رہی تھی۔ اس ایک لمحے میں سب کچھ ہیگن کی سمجھ میں آ گیا۔ کسی مقصد کے لئے ماں نے اپنی نوخیز بچی کو سیڑھی بنایا تھا اور اس عمر میں والد کے اندر شیطان نے ایک نیا جنم لیا تھا۔

وہ دونوں گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ بڑی سی سیاہ کار انہیں لے کر خاموشی سے رخصت ہو گئی۔ اس کا تاریک وجود، دوسری بہت سی تاریکیاں اپنے اندر چھپائے رات کی تاریکی میں مدغم ہو گیا۔ ہیگن نے زندگی میں بہت کچھ دیکھا تھا لیکن اس لمحے وہ بھی حیرت، دکھ اور تاسف سے سوچتا رہ گیا۔ ”یہ ہے وہ ہالی وڈ..... جس کے لوگ خواب دیکھتے ہیں؟ اور جوئی اس جنگل سے جسے رنے کے لئے۔ ضد ہے؟“

جو اسے فنا کر گئی۔ اس مقصد کے لئے اگر مجھے وہاں ہاؤس میں بھی اپنا اثر و رسوخ استہرا کرنا پڑا تو میں کروں گا۔“

ایک بار پھر وہ شخص ہیگن کو بہت ہی احمق لگا اور ایک بار پھر وہ حیرت سے سو۔ بغیر نہیں رہ سکا کہ اتنا احمق شخص اتنی بڑی حیثیت کا حامل کیونکر ہو گیا تھا؟ اس مقام پر..... اس عمر کو پہنچ کر بھی وہ بچکانہ انا..... سفلی جذبات اور مالی نفع نقصان کی جنگ میں الجھا ہوا تھا اصل پیغام اس کے موٹے دماغ تک پہنچ ہی نہیں رہا تھا۔

”ڈنر کا..... اور میرے ساتھ ایک اچھی شام گزارنے کا شکریہ.....“ آخوگیں۔ کہا۔ ”کیا کچھ دیر بعد میرے لئے سواری کا انتظام ہو جائے گا؟ میں ایئر پورٹ جانا چاہوں۔ معذرت چاہتا ہوں کہ رات یہاں نہیں گزار سکوں گا۔ مسٹر کارلیون کی خواہش ہے کہ اگر کوئی بری خبر ہو تو وہ انہیں جلد از جلد سنادی جائے۔“

کچھ دیر بعد وہ تیار ہو کر، اپنا بیگ لے کر ٹیشے کی دیوار والے برآمدے میں گیا۔ وہ اپنے لئے کار کا انتظار کر رہا تھا۔ باہر خوبصورت درختوں سے آراستہ طویل و عریض احاطے میں فلڈ لائٹس کی وجہ سے تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ دو درختوں کے پاس ایک شاندار لیوزین کھڑی تھی لیکن ہیگن کو بتایا گیا تھا کہ اس کے لئے دوسری کار آئے گی۔

اسی اثناء میں اس نے حویلی کے کسی اور دروازے سے دو عورتوں کو نکل کر ادا لیوزین کی طرف جاتے دیکھا۔ اس نے ذرا توجہ سے دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ ان ٹر سے ایک دراصل گیارہ بارہ سال کی وہی بچی تھی جسے اس نے صبح والٹر کے اسٹوڈیو کے استقبالیہ کمرے میں دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ وہی عورت تھی جس کے بارے میں ہیگن اندازہ تھا کہ وہ بچی کی ماں تھی۔

اس کی تصدیق یوں بھی ہو گئی کہ بڑی سی گاڑی تک پہنچنے کے لئے انہیں خم دا راستے پر تھوڑا سا گھومنا پڑا اور یوں ان کے چہرے ہیگن کی طرف ہو گئے۔ تیز روشنی میں انہیں صاف دیکھ سکتا تھا جبکہ وہ خود لائٹ آن کئے بغیر برآمدے میں بیٹھا تھا۔ وہ دونوں شاہ

اب اس کی سمجھ میں یہ بھی آ گیا کہ والڑا سے اپنے ذاتی جہاز میں ساتھ لے  
یہاں کیوں نہیں آیا تھا۔ جہاز میں اس کے ساتھ یقیناً وہ ماں بیٹی آئی تھیں۔  
چند لمحے بعد دوسری کا ڈیگن کو لینے آ گئی۔ اس نے دل ہی دل میں والڑو کو خدا جانے  
کہا اور برآمدے سے نکل کر اس میں بیٹھ گیا۔

☆.....☆.....☆

پال گلیو کو جو حکم اچانک ملتا تھا اور جس پر اسے فوری طور پر عمل کرنے کی ہدایت کی  
جاتی تھی، وہ اسے بالکل اچھا نہیں لگتا تھا..... لیکن مجبوری تھی۔ ”اوپر“ سے ملنے والے ہر تہ  
کے احکام پر اسے عمل کرنا ہی پڑتا تھا۔ ورنہ وہ غور و خوض اور منصوبہ بندی سے کام کرنا پسند کر  
تھا۔ خاص طور پر ایسے کام جن میں مار پیٹ، تشدد اور سختی شامل ہوتی تھی۔ اس قسم کے کام  
کرنے میں کسی نہ کسی سے کوئی غلطی ہو سکتی تھی جو بعد میں مسئلہ بن سکتی تھی۔

آج رات کے لئے جو کام اس کے ذمے لگایا گیا تھا، وہ بھی اسی زمرے میں آتا  
تھا۔ وہ اس وقت بار میں بیٹھا بیڑ کی چسکیاں لے رہا تھا اور بظاہر سرسری انداز میں گرد و پیش  
کا جائزہ لے رہا تھا لیکن درحقیقت اس کی نظر ان دونوں جوانوں کی طرف تھی جو کاؤنٹر کے  
سامنے بیٹھے پینے پلانے کے شغل کے ساتھ ساتھ دوڑ کیوں سے محو گفتگو تھے۔ وہ ایک خاص  
قماش کی لڑکیاں تھیں اور ان کی اصلیت ان کے چہروں پر لکھی تھی۔

گلیو ان دونوں نوجوانوں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کر چکا تھا۔  
ان کے نام جیری اور کیون تھے۔ دونوں وجہہ اور دراز قد تھے۔ دونوں کی عمریں بیس سے  
بائیس کے درمیان تھیں۔ دونوں طالب علم تھے۔ ان دنوں انکی چھٹیاں تھیں۔ دونوں  
دوسرے شہر کے ایک کالج میں پڑھ رہے تھے اور دو ہفتے بعد انہیں وہاں جانا تھا۔ دونوں  
خوشحال والدین کی اولاد تھے۔ دونوں کے والدین کا سیاسی اثر و رسوخ بھی جس کی وجہ سے وہ  
دوسری جنگ عظیم کے دوران جبری بھرتی کی زد میں آنے سے بھی بچ گئے تھے۔

ان کے والدین کا اثر و رسوخ انہیں اسی قسم کی نہیں..... بلکہ اور بھی کئی طرح کی

معینوں سے بچاتا تھا۔ مثلاً پچھلے دنوں انہوں نے بونا سیرانا می ایک شخص کی نوجوان اور  
خوبصورت بیٹی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس کے سلسلے میں جج نے انہیں سزا تو سنائی تھی مگر اس  
پر عملدرآمد معطل رکھا تھا چنانچہ وہ اطمینان سے آزاد پھر رہے تھے اور حسب معمول اپنے  
مشاغل میں مصروف تھے۔

وہ گویا ایک طرح سے ضمانت پر رہا تھے اور اس دوران ایک بار میں بیٹھ کر پینے  
پلانے اور ایک خاص قبیل کی لڑکیوں سے چہلیں کر کے وہ گویا ان قوانین کی خلاف ورزی کر  
رہے تھے جن کے تحت جج نے انہیں رہا کیا تھا لیکن لڑکوں کے انداز و اطوار سے صاف ظاہر  
تھا کہ انہیں ان معاملات کی ذرہ برابر بھی پروا نہیں تھی۔ وہ ہر اندیشے اور خوف سے بے نیاز،  
اپنے من چاہے انداز میں زندگی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ سوچتے ہوئے  
اور ان کی حرکتیں دیکھتے ہوئے گلیو نے ایک با پھر دل ہی دل میں انہیں گالی دی۔

حالانکہ گلیو خود بھی جبری بھرتی سے بچ گیا تھا لیکن وہ خود کو اس کا مستحق سمجھتا تھا۔  
اس کے خیال میں محاذ پر جا کر ملک کے لئے لڑنے کی نسبت اپنے مالکان کے احکام کی تعمیل  
کرنا اور ان کے مفادات کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری تھا۔ وہ چھیس سال کا ایک صحت مند،  
سفید فام نوجوان تھا لیکن جبری بھری کے دوران اس کا معائنہ کر نیوالے ڈاکٹروں نے بورڈ  
کے سامنے اس کے بارے میں رائے دی تھی کہ اس کی ذہنی حالت قابل اعتبار نہیں ہے اور  
دماغ کے علاج کے سلسلے میں اسے بجلی کے جھٹکے بھی لگائے جا چکے ہیں، اس لئے اسے فون  
میں بھرتی کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

چنانچہ اسے بھرتی سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹروں کی یہ  
رپورٹ جھوٹ پر مبنی تھی۔ اس کا انتظام میزبانے کیا تھا کیونکہ گلیو اب ”فیملی“ کے لئے ایک  
قابل اعتماد کارندہ بن چکا تھا، کسی نہ کسی کام کے سلسلے میں اس کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی  
اور اس نے ہمیشہ عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے اسے فوج میں جانے سے بچا لیا گیا  
تھا۔ گلیو کو اس بات پر فخر تھا کہ اس کا شمار ”فیملی“ کے قابل اعتماد کارندوں میں ہونے لگا تھا۔

موجودہ کام کے بارے میں میزبان نے اسے غلط کام مظاہرہ کرنے کی ہدایت تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ لڑکوں کے کالج واپس جانے سے پہلے ہدایات پر عمل ہو جانا چاہیے۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ اگر دونوں لڑکیوں کو بھی ساتھ لے لیتے تو پھر گھٹو کے لئے اپنے ”پروگرام“ پر عملدرآمد مشکل ہو جاتا۔ یوں ایک رات ضائع ہو جاتی۔

وہ کئی دنوں سے اس طرح ان لڑکوں کی نگرانی کر رہا تھا کہ انہیں اس کا شبہ نہ ہو تھا۔ وہ ان کے معمولات کا جائزہ لے رہا تھا۔ آج کی رات اسے ”پروگرام“ پر عملدرآمد کے لئے موزوں ترین محسوس ہوئی تھی اسلئے اس نے حتمی انتظامات کر لئے تھے لیکن کچھ پہلے جیری اور کیون ان دو لڑکیوں سے چپک کر بیٹھ گئے تھے اور گھٹو کو اپنا ”پروگرام“ خطر میں نظر آنے لگا تھا۔

اچانک اس نے ایک لڑکی کی غماز زدہ سی ہنسی کی آواز سنی۔ وہ جیری کی طرف جھک کر کہہ رہی تھی۔ ”نہیں بھئی..... میں تمہارے ساتھ کار میں کہیں نہیں جاؤں گی۔“ نہیں چاہتی میرا حشر بھی اس لڑکی جیسا ہو جس کی وجہ سے پچھلے دنوں تم دونوں پکڑے تھے اور تم پر مقدمہ بھی چلا تھا۔“

اس کی بات سن کر جیری نے جھک کر اس کے کان میں دھیرے سے کچھ کہا۔ وہ اسے سمجھا رہا تھا کہ اس لڑکی کی بات اور تھی جس کا ذکر ہو رہا تھا جبکہ اب تو رضا و رغبت و صورت حال تھی..... لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ اس کی ساتھی لڑکی بدستور نفی میں سر ہلا رہی۔ یہ دیکھ کر گھٹو نے قدرے اطمینان کی سانس لی۔

اس نے آثار سے اندازہ لگایا کہ دونوں لڑکیاں جیری اور کیون کے ساتھ نہ جائیں گی۔ جیسی بھی تھیں..... لیکن احتیاط پسند معلوم ہوتی تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ لڑکیوں کے لئے اپنے ”پروگرام“ پر عملدرآمد کے امکانات روشن ہو گئے تھے۔ وہ کافی حد تک ہو کر اٹھا اور باہر آ گیا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ سڑک تقریباً سناں تھی اور وہاں پر روشنی

کچھ زیادہ نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر گھٹو نے مزید اطمینان کی سانس لی۔ صرف ایک بار اور کھلا تھا۔ وہاں تقریباً سبھی بند ہو چکی تھیں۔ گویا حالات نہایت موافق تھے۔ علاقے کی پولیس کی شبیہ کار کے سلسلے میں بھی میزبان انتظام کر چکا تھا۔ معمول کی گشت کے سلسلے میں فی الحال اس کا اس طرف آنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ ”طے“ یہ پایا تھا کہ وہ تب ہی اس طرف آئے جب اسے یہاں کسی گڑبڑ کی اطلاع ملے گی اور اس وقت بھی وہ حتی الامکان سست رفتاری سے پہنچے گی۔

وہ اپنی شیور لیٹ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پچھلی سیٹ پر دو جسیم آدمی بیٹھے تھے لیکن کار میں روشنی اور بھی کم پہنچ رہی تھی، اس لئے وہ دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ دونوں ٹرک چلایا کرتے تھے اور انہیں معمولی تنخواہیں ملتی تھیں لیکن اب وہ بھی ”فیملی“ کے کارندوں میں شمار ہوتے تھے۔ ان سے مخصوص قسم کے کام لئے جاتے تھے لیکن انہیں صحیح طور پر معلوم نہیں تھا کہ وہ درحقیقت کس کے لئے کام کرتے تھے۔ وہ صرف گھٹو کو جانتے تھے جو ضرورت پڑنے پر انہیں طلب کر لیتا تھا، ہدایت دیتا تھا اور اپنی راہنمائی میں ان ہدایات پر عملدرآمد کراتا تھا۔

اپنے حساب سے گویا انہیں اب کام بہت کم کرنا پڑتا تھا اور معاوضہ پہلے سے کہیں زیادہ ملتا تھا۔ گزر بسر نہایت آرام و آسائش سے ہوتی تھی۔ وہ بے حد خوش تھے۔ تازہ ترین ”کام“ کے سلسلے میں گھٹو انہیں دونوں لڑکوں کی تصویریں دکھا چکا تھا جو اس نے پولیس ریکارڈ سے حاصل کی تھیں۔

گھٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا تھا۔ ”بس..... سر پر کوئی مہلک چوٹ نہیں لگنی چاہئے۔ اس کے علاوہ جو تمہارا دل چاہے، کر سکتے ہو..... لیکن یاد رکھنا..... اگر دونوں لڑکیوں کو پہلے اسپتال سے باہر آئے تو تم دونوں کو واپس جا کر ٹرک ڈرائیوری ہی کرنی پڑے گی۔“

دونوں جسیم اور مضبوط آدمی ذرا مونٹے دماغ کے تھے لیکن گھٹو کی ہدایات بڑی

سعادت مندی سے ذہن نشین کر لیتے تھے۔ اس وقت گلیو نے پچھلی کھڑکی پر ان کی طرف ذرا جھک کر نیچی آواز میں کہا۔ ”وہ دونوں باہر آنے ہی والے ہیں۔ اپنے کام کے لئے تیار رہو۔“

وہ دونوں دروازہ کھول کر آہستگی سے باہر آ گئے۔ وہ خاصے دراز قد تھے۔ کرخلی اور مضبوطی ان کے چہرے مہرے اور خدو خال سے عیاں تھی۔ کسی زمانے میں وہ دونوں باکسر بھی رہے تھے لیکن اس میدان میں نام پیدا نہیں کر سکے تھے۔ ان کی ٹرک ڈرائیوری کے زمانے میں گلیو نے انہیں ایک پرانے قرض سے بھی نجات دلائی تھی جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان رہتے تھے۔ اس قرض کی ادائیگی کے لئے رقم سنی کاریوں نے فراہم کی تھی۔ جب جیری اور کیون بار سے باہر آئے، تو وہ گویا خود بھی اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ ایک تو خمار نے ان کے حواس دھندلا دیئے تھے۔ دوسرے دونوں لڑکیوں نے ان کے ساتھ چلنے سے انکار کر کے گویا کے ارمانوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ وہ کسی صورت مان کر نہیں دی تھیں۔ اس وجہ سے دونوں کا موڈ آف تھا اور جھنجھلاہٹ کے باعث ان کی کنپٹیاں تپ رہی تھیں۔

وہ شیور لیٹ کے قریب پہنچے تو گلیو استہزائیہ اور بلند آواز میں بولا۔ ”بھئی وا.....! ان دونوں لڑکیوں نے تمہیں خوب ٹکسا جواب دیا۔“

دونوں لڑکوں نے گردنیں گھما کر آنکھیں میکرٹے ہوئے گلیو کی طرف دیکھا۔ انہوں نے یقیناً یہی محسوس کیا کہ اپنا غصہ اور جھنجھلاہٹ نکالنے کے لئے انہیں ایک شاندار ”ہدف“ میسر آ گیا تھا کیونکہ گلیو زیادہ جسیم یا شخصیت کے اعتبار سے بارعب نہیں تھا۔ ”میانہ قامت اور خوش لباس آدمی تھا۔ بعض خاص دکانوں سے سودے بازی کر کے کم قیمت میں ایسے سوٹ خرید لیتا تھا جن میں وہ نہایت معزز آدمی نظر آتا تھا گوکہ اس کا چہرہ نیوے کی طرح سوکھا سا تھا۔ وہ کسی بھی اعتبار سے لڑنے والا یا خطرناک آدمی دکھائی نہیں دیتا تھا۔“

دونوں نوجوان بلا تامل اس پر چھپٹے لیکن وہ نہایت پھرتی سے جھکائی دے کر ایک

طرف ہو گیا۔ اسی لمحے عقب سے ان دونوں نوجوانوں کے بازو گویا آہنی شکنجوں میں پھنس گئے۔ جب انہیں احساس ہوا کہ وہاں وہ دو آدمی اور بھی موجود تھے جنہوں نے عقب سے نہایت ماہرانہ انداز میں اور بے حد مضبوطی سے انہیں گرفت میں لے لیا تھا۔

اسی دوران میں گلیو اپنے ہاتھ پر پیتل کا ایک مختصر سا خول چڑھا چکا تھا جس پر نہایت ننھے ننھے سے کانٹے بھی ابھرے ہوئے تھے۔ یہ خول چڑھانے سے اس کا گھونسا گویا ایک کھردرا، آہنی گھونسا بن گیا تھا۔ اس نے تاک کر نہایت پھرتی سے یہ گھونسا ایک نوجوان کی ناک پر رسید کیا۔ ایک ہی گھونے میں اس کی ناک چپٹی ہو گئی اور خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔

عقب سے جس شخص نے اس لڑکے کو قابو میں کیا ہوا تھا، اس نے اسے ہوا میں سڑک سے اونچا اٹھالیا۔ اب وہ گلیو کے سامنے اس بوری کی طرح لٹکا ہوا تھا جس پر گھونے بازی کی مشق کی جاتی ہے۔ گلیو نے اس پر سچا سچ مشق شروع کر دی۔ اس نے اتنی پھرتی سے اس کی ناف پر گھونے برسائے کہ اسے حلق سے آواز نکالنے کی بھی مہلت نہ ملی۔

جب لمبے ترنگے شخص نے اسے چھوڑا تو وہ پٹ سے چھپکلی کی طرح سڑک پر گر کر تب لمبے ترنگے شخص نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا حالانکہ اس میں مزاحمت کی سکت نہیں رہی تھی۔ ادھر دوسرے نوجوان نے چیخنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے لمبے ترنگے شخص نے اس کی گردن کے گرد اپنے بازو کا شکنجہ کس دیا تھا اور اس کی آواز حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔ پھر اس شخص نے مشینی انداز اس کی بھی ہڈی پسلی ایک کرنا شروع کر دی۔

صرف چھ سیکنڈ میں یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔ گلیو نے مزید زحمت نہیں کی۔ دونوں نوجوانوں کا بھرتا بنانے کے لئے وہ دونوں لمبے ترنگے آدمی ہی کافی تھے وہ اطمینان سے گاڑی میں جا بیٹھا اور اس نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔ دونوں نے نوجوانوں کی پٹائی اس انداز میں جاری تھی کہ یکے بعد دیگرے ان کی ہڈیاں ٹوٹ رہی تھیں مگر ان کے حلق سے ”اوع..... آع“ کے علاوہ کوئی آواز بھی نہیں نکل رہی تھی۔ جلد ہی یہ آوازیں بھی معدوم ہو

کارروائیوں سے فارغ ہو چکا ہو۔ ڈون سے سولوزو کی یہ ملاقات ہیگن کے اندازے کے مطابق نہایت اہم ثابت ہونے والی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ سولوزو درحقیقت ”فیملی“ کے ساتھ کاروباری شراکت داری کی کوئی تجویز لے کر آ رہا تھا۔

ڈون کو اس وقت کوئی خاص حیرت یا افسوس نہیں ہوا تھا جب ہیگن نے لاس بیجلس سے واپس آ کر اسے بتایا تھا کہ فلمی دنیا کے بہت بڑے آدمی جیک والز سے اس کے راکرٹ نامی کام ہو گئے تھے اور اس نے کسی بھی قیمت پر جونی کو اپنی فلم میں کاسٹ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ڈون نے ہر بات تفصیل سے پوچھی تھی اور ہیگن نے تمام جزئیات بیان کی تھیں۔ ان ماں بیٹی کا ذکر بھی آیا تھا جنہیں ہیگن نے والز کے فارم ہاؤس سے رخصت ہو کر دیکھا تھا۔ ہیگن نے اس وقت کمن لڑکی کی جو حالت دیکھی تھی۔ وہ بھی بیان کی تھی۔ اس بڑوں نے دانت پیسے تھے اور نہایت ہی ناگواری سے بڑبڑایا تھا۔ ”خبیث.....!“

اس سے زیادہ اس نے کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔ مجموعی طور پر وہ اسی طبع پر سکون رہا تھا جیسے ناکامی کی اس خبر نے اسے کوئی خاص دھچکا نہ پہنچایا ہو۔ ان کے درمیان یہ گفتگو پیر کے روز ہی ہو چکی تھی۔ پھر بدھ کو ڈون نے ہیگن کو ملاقات کے لئے بلایا تھا۔ وہ شاش بشاش اور مطمئن نظر آ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے مسئلے کا حل تلاش کر لیا ہو تاہم اس نے ہیگن کو اس سلسلے میں کچھ نہیں بتایا۔ اس نے کچھ کاموں کے بارے میں ہیگن کو ہدایات دیں۔ پھر سری انداز میں گویا پیشگوئی کی کہ جلد ہی والز کا فون آئے گا اور وہ انہیں بتائے گا کہ وہ جونی کو اپنی فلم میں مرکزی کردار کے لئے کاسٹ کرنے کو تیار ہے۔

اسی اثناء میں فون کی گھنٹی بج اٹھی اور ہیگن کی دھڑکن اس احساس سے تیز ہونے لگی کہ کیا واقعی والز کا فون آ گیا تھا؟ لیکن وہ فون والز کا نہیں، بلکہ بونا سیرا کا تھا، اس کی آواز تشکر اور ممنونیت سے لرز رہی تھی۔ وہ ہیگن سے درخواست کر رہا تھا کہ اس کا شکریہ کا پیغام ڈون کو پہنچا دیا جائے۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کا دل ٹھنڈا ہو گیا تھا اور ڈون نے اس کا

گئیں۔

دونوں لمبے تڑنگے آدمی تاک کر نہایت ماہر انداز پر اپنے تئیں انداز میں وار کر رہے تھے۔ ان کے انداز میں ذرا بھی گھبراہٹ یا عجلت نہیں تھی اور ان کا کوئی وار اچھٹا ہوا نہیں رہا تھا۔ گلیو کو گاڑی میں بیٹھے بیٹھے اس دوران میں کیوں کے چہرے کی جھلک نظر آئی۔ ناقابل شناخت ہو چکا تھا۔ دونوں لڑکوں کے ہاتھ پاؤں اور جسم کی بیشتر ہڈیاں ٹوٹ چکی تھیں۔

آس پاس کی عمارتوں میں شاید کچھ لوگوں کو احساس ہو گیا تھا کہ گلی میں کچھ ہوا تھی۔ کئی کھڑکیاں کھلیں اور کئی چہرے جھانکتے دکھائی دیئے مگر جلد ہی کھڑکیاں بند ہو گئیں۔ کسی نے باہر آ کر دخل اندازی کرنا تو درکنار، یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کی کہ معاملہ کیا بار میں سے بھی کچھ لوگ نکل کر باہر آن کھڑے ہوئے تھے مگر ان میں سے بھی کسی نے معاملے میں مداخلت نہیں کی۔ وہ سب دور کھڑے خوفزدہ نظروں سے، سفاکانہ انداز: نوجوانوں کی درگت بنتے دیکھتے رہے۔

”چلو..... بس..... کافی ہے۔“ گلیو نے گاڑی میں سے ہانک لگائی اور دونوں لمبے تڑنگے آدمی اطمینان سے ہاتھ جھاڑ کر گاڑی میں جا بیٹھے۔ دونوں نوجوان کٹھریوں کی صورت میں سڑک پر بے حس حرکت پڑے تھے۔

گلیو نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھادی۔ اسے اس بات کی پروا نہیں کہ کسی نے شیور لیٹ کا نمبر نوٹ کر لیا ہو گا۔ وہ چوری کی شیور لیٹ تھی۔ اس ماڈل اور رنگ کی ہزاروں گاڑیاں شہر میں موجود تھیں۔

☆.....☆.....☆

نام ہیگن نے جمعرات کے روز اپنے آفس پہنچ کر سب سے پہلے کچھ کاموں سلسلے میں کاغذی کاروائیاں مکمل کیں۔ جمعہ کو ورل سولوزو سے ڈون کارلیوں کی ملاقات ہو چکی تھی اور ہیگن چاہتا تھا کہ اس ملاقات سے پہلے وہ چھوٹے موٹے کاموں اور کا

خروج کرنی پر جائے۔ میں تم لوگوں کو نہیں چھوڑوں گا اور اس جونی کے بچے کو تو میں زندگی بھر سے لئے ہجوا بنوا دوں گا۔ تم میری بات سن رہے ہو..... ناسور کے بچے؟“

ہیگن نے سنبھلتے ہوئے متانت سے کہا۔ ”میں سؤر کا بچہ نہیں..... جرمن، آئرش والدین کی اولاد ہوں۔“

دوسری طرف ایک لمحے خاموشی رہی پھر فون بند کر دیا گیا۔ ہیگن مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ والٹر نے بلاشبہ خوب گالیاں دی تھیں اور بکواس کی تھی لیکن اس نے براہ راست ڈون کارلیون کا نام لے کر کوئی دھمکی نہیں دی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آدمی بہر حال ذہین تھا!

☆.....☆.....☆

دس سال پہلے جیک والٹر کی پہلی بیوی کا انتقال ہوا تھا تب سے وہ اپنے بیڈروم میں اکیلا ہی سوتا تھا۔ اس کا بیڈروم اتنا بڑا تھا کہ اس میں کسی کلب کے منظر کی شوٹنگ ہو سکتی تھی اور بیڈا اتنا بڑا تھا کہ اس پر دس آدمی سو سکتے تھے۔ تاہم وہ تنہا ہی سوتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ پہلی بیوی کے انتقال کے بعد اس کی زندگی میں کوئی عورت نہیں آئی تھی۔ اس نے دوسری شادی بھی کی تھی مگر جس دوران یہ شادی برقرار تھی، ان دنوں بھی اس کا اور اس کی بیوی کا بیڈروم الگ تھا، بیوی کے ساتھ اس کا رویہ ایسا ہی تھا جیسے وہ بھی ضروریات زندگی کی طرح محض ضرورت کی ایک چیز ہو اور وہ صرف بوقت ضرورت ہی اس کے پاس جاتا تھا۔

شاید اسی لئے وہ جلد ہی اسے چھوڑ گئی تھی۔ والٹر کے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس کے لئے عورتوں کی کوئی کمی نہیں تھی اور ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے باوجود وہ ایک توانا آدمی تھا مگر کچھ عرصے سے اس کا معاملہ کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ نہایت خوبصورت مگر کمسن لڑکیاں اس کی کمزوری بن گئی تھیں۔ وہ پہلے ہی کچھ زیادہ اچھی فطرت کا مالک نہیں تھا لیکن اب تو فطرت میں کج روی کا کوئی ایسا پہلو ابھر آیا تھا کہ کمسن لڑکیوں کو دیکھ کر ہی اسے خوشی ہوتی تھی۔

درخواست قبول کر کے گویا اسے بن مول خرید لیا تھا۔ اس نے نہایت جذباتی ہو کر یہ بھی کہ ڈون کو اگر زندگی میں کبھی اس کے خون کی بھی ضرورت پڑی تو وہ صرف ایک آواز دے کر دیکھے، بونا سیر اس کے پسینے کی جگہ اپنا خون بہا دے گا۔

ہیگن نے نہایت تحمل سے اس کا شکریہ ادا کیا اور مربیانہ انداز میں اسے تسلی دی اس کے جذبات ڈون تک پہنچا دیئے جائیں گے۔ وہ ”ڈیلی نیوز“ میں خبر اور تصویریں دے چکا تھا کہ کس طرح جبری اور کیوں سڑک پر نیم مردہ حالت میں پائے گئے تھے۔ تصویر میں ان کی حالت عبرت ناک نظر آرہی تھی۔ وہ خون اور گوشت کا مفلوجہ دکھائی دے رہا تھا۔ اخبار نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ شاید انہیں مہینوں اسپتال میں رہنے اور پلازما سرجری کرائے کی ضرورت پڑے گی اور اس کے بعد بھی شاید وہ پہلے جیسے نظر نہ آسکیں گے۔ خبر پڑھ کر طمانیت سے سر ہلایا تھا اور ایک کاغذ پر نوٹ کیا تھا کہ گلیو ایک خصوصی ہونہ مستحق ہو چکا تھا اس کے ذمے جو کام لگایا گیا تھا، اس نے عمدگی سے انجام دیا تھا۔

ہیگن اگلے تین گھنٹوں تک کاغذات میں الجھا رہا۔ اس نے ڈون کی ان کمپنیوں کی آمدنی کی رپورٹس کا جائزہ لیا جن میں سے ایک جائداد کا کاروبار کرتی تھی تیسری کنسٹرکشن کا کام کرتی تھی۔ جنگ کے دوران تینوں کے کاروبار زیادہ اچھے نہیں رہے تھے لیکن اب جنگ کے بعد امید تھی کہ وہ تیزی سے پھیلیں پھولیں گے۔

کاغذات میں الجھ کر وہ جونی والے مسئلے کو تقریباً بھول ہی چکا تھا مگر اچانک اسے سیکرٹری نے اسے بتایا کہ اس انجیلس سے اس کے لئے کال تھی۔ اس کا دل انجانی تو تھو سے دھڑک اٹھا تاہم اس نے ریسپورڈ اٹھا کر پرسکون اور باوقار لہجے میں کہا۔ ”ہیگن بولا ہوں..... فرمائیے؟“

دوسری طرف سے جو چنگھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی، اسے پہلے تو ہیگن ہچکارا نہیں سکا۔ پھر اس کی سمجھ میں آیا کہ والٹر تھا جو اسے گالیاں دیتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ”سب کو سو سال کے لئے جیل بھجوا دوں گا..... چاہے اس کے لئے مجھے اپنی آخری پٹنی

نہیں مارنے اور اپنے ملازموں کو پکارنے لگا۔ ملازم دوڑے آئے۔ اسی وحشت کے عالم میں دائرے لیگن کو نیو یارک فون کر ڈالا۔ اس کا بلٹر اس کی حالت دیکھ کر کچھ تشویش زدہ تھا۔ اس نے اس کے ذاتی معالج کو فون کر دیا تاہم اس کی آمد سے پہلے والز نے کافی حد تک اپنی حالت پر قابو پا لیا۔

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس پر اس پہلو سے بھی حملہ ہو سکتا ہے۔ یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ اسے ذرا بھی خبردار کئے بغیر کوئی اس سفاکی سے دنیا کے خوبصورت ترین اور کارآمد ترین گھوڑے کو ہلاک کر سکتا تھا۔ والز نے اپنے اصطبل کی سیکورٹی کے لئے اپنی دانست میں جو فول پروف انتظامات کئے ہوئے تھے، وہ سب دھرے کے دھرے رہ گئے تھے۔

اس نے سیکورٹی اسٹاف سے پوچھ گچھ کی تورات کی ڈیوٹی دینے والوں نے حلفیہ بتایا کہ انہوں نے کسی قسم کی آواز تک نہیں سنی، نہ ہی انہوں نے کسی قسم کی غفلت برتی اور نہ ہی انہیں کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔ والز فیصلہ نہیں کر سکا کہ وہ جھوٹ بول رہے تھے..... انہیں خرید لیا گیا تھا یا پھر ان کے ساتھ کوئی ایسی چال چلی گئی تھی کہ انہیں احساس ہی نہیں ہو سکا تھا کہ درحقیقت کیا ہوا تھا؟

وہ سوچ رہا تھا کہ شاید وہ پولیس کو اس بات پر آمادہ کر سکے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ اتنی سختی کریں کہ وہ سچ اگل دیں..... لیکن یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ فی الحال تو یہ بھیا تک حقیقت سامنے تھی کہ خرطوم کو زنج کیا جا چکا تھا اور وارننگ کے طور پر اس کا سر اس کے قدموں میں پھینک دیا گیا تھا۔

بہر حال والز احمق نہیں تھا۔ اس جھٹکے نے اس کی اتنا پرستی کو کہیں دور لے جا پھینکا تھا۔ یہ پیغام اس کی سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس کی عقل میں یہ بات آ گئی تھی کہ جو لوگ اس کی دولت، طاقت، اثر رسوخ، صدر مملکت سے اس کے مراسم..... اور اس طرف کی دوسری کسی بھی بات کو خاطر میں نہیں لائے تھے وہ اگر کرنے پر آتے تو کیا کچھ کر سکتے تھے۔ وہ اسے

جمہرات کی اس صبح نہ جانے کیوں اس کی آنکھ جلدی کھل گئی تھی۔

صبح کا اجالا اس کے طویل و عریض بیڈروم میں صرف اس حد تک ہی پہنچ پارہا تھا کہ وہاں ملگجے اندھیرے کا سماں تھا۔ اسے اپنے بیڈ کی پائنتی کوئی مانوس سی چیز رکھی دکھائی دے رہی تھی لیکن کمرے میں روشنی کم اور ذہن پر غنودگی کا غلبہ ہونے کی وجہ سے اس کی کج میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا چیز تھی۔

اسے بہتر طور پر دیکھنے کے لئے وہ ایک کہنی کے بل ذرا اونچا ہوا۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا دیکھ رہا تھا۔ اسے وہ چیز کسی گھوڑے کے سر سے مشابہہ لگ رہی تھی۔ شاید اس کی آنکھیں اسے دھوکا دے رہی تھیں۔ اس چیز کو صحیح طور پر دیکھنے کے لئے اس نے بڑا مائیکل لمپ روٹن کیا۔

دوسرے ہی لمحے اسے کچھ یوں لگا جیسے کسی نے اس کے سر پر ہتھوڑا رسید کر دیا ہو۔ اس کا دل گویا اچھل کر طلق میں آ گیا جس کی وجہ سے اسے قے آ گئی۔ خوبصورت، نفیس اور ریشمی چادر سے آراستہ اس کا بستر آلودہ ہو گیا۔

اس کے پائنتی واقعی ایک گھوڑے کا کٹا ہوا سر رکھا تھا اور وہ سرد دنیا کے اب تک کے بیش قیمت ترین گھوڑے کا تھا۔ وہ اس کے اپنے ”خرطوم“ کا سر تھا جسے خریدنے کے بعد سے وہ گویا خوشی سے پھولا نہیں ساتا تھا۔ جہاں سے گھوڑے کی گردن کاٹی گئی تھی وہاں سے موٹی پتلی نیس بھیا تک انداز میں جھانک رہی تھیں اور بستر پر خون پھیلا نظر آ رہا تھا۔ اس کی سیاہ ریشمی کھال جو چمکتی دکھائی دیتی تھی، زندگی سے محروم ہو کر گویا دھندلی پڑ گئی تھی۔

اس کی بڑی بڑی آنکھیں جو موتیوں کی طرح جھللاتی تھیں، اب وہ بھی چمک سے محروم تھیں۔ آنکھیں کھلی تھیں مگر اب ان میں پھیلی ہوئی موت کی ویرانی نے انہیں دھندلا اور خوف ناک بنا دیا تھا۔ دنیا کے عظیم ترین گھوڑے کا کٹا ہوا سر کسی حقیر سی چیز کی طرح اس کے پیروں سے ذرا دور پڑا تھا۔

ایک عجیب سا خوف اور وحشت اس پر اس طرح حملہ آور ہو گئی کہ وہ بے اختیار

ہلاک بھی کر سکتے تھے۔ وہ محض اس بات پر اس کی جان لے سکتے تھے کہ وہ جونی کو اپنی فلم میں کاسٹ نہیں کر رہا تھا۔

یہ احساس گویا اسے اس کی دنیا سے باہر لے آیا تھا جہاں اس نے ہمیشہ اپنے آپ کو طاقتور، بہت محفوظ محسوس کیا تھا۔ اسے اندازہ ہوا تھا کہ کچھ عناصر ایسی دیوانگی کی پیداوار ہوتے ہیں جن کے سامنے یہ سب باتیں بے کار ہو کر رہ جاتی تھیں کہ آپ کتنے اثر رسوخ والے تھے، آپ کتنی کمپنیوں اور کتنی دولت کے مالک تھے۔ کہاں کہاں آپ کا حکم چلتا تھا۔ اسے پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ کچھ لوگ اس جیسے افراد کو یہ احساس بھی دلا سکتے ہیں کہ وہ ہر کام اپنی مرضی کے مطابق نہیں کر سکتے۔ اس کے خیال میں یہ تو کمیونزم سے بھی زیادہ خطرناک چیز تھی۔

ڈاکٹر نے اسے سکون آور دوا کا انجکشن لگا دیا۔ اس سے اسے اپنے اعصاب پر قابو پانے میں مدد ملی اور وہ کافی حد تک پرسکون انداز میں سوچنے کے قابل ہو گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ جذباتی انداز میں سوچنا قطعی مناسب نہیں رہے گا۔

جب اس نے قطعی غیر جذباتی انداز میں سوچنا شروع کیا تو احساس ہوا کہ اول تو یہ ثابت کرنا ہی تقریباً ناممکن تھا کہ اس کے گھوڑے کو ڈون کارلیون کے اشارے پر ہلاک کیا گیا تھا اور اگر کسی معجزے کے تحت یہ ثابت ہو بھی جاتا تو بھلا ایک گھوڑے کو ہلاک کرنے کی زیادہ سے زیادہ سزا کیا ہو سکتی تھی؟

اس قسم کے مزید کچھ واقعات اسے ملک بھر میں تماشا بنا سکتے تھے۔ اس کی طاقت اور اثر رسوخ کا بھرم ٹوٹ سکتا تھا۔ اس کی شخصیت کا سارا تاثر خاک میں مل سکتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ لوگ اسے ہلاک کرنے کے بجائے ایسے ہی طریقے آزما رہے ہوں کہ وہ دنیا کے تسمنر کا نشانہ بن جاتا۔ اس کی شخصیت دو کوڑی کی ہو کر رہ جاتی۔ اس کا سارا وقار اور دبہ ہوا میں تحلیل ہو جاتا۔ یہ سب کچھ موت سے بھی بدتر تھا اور یہ محض اس لئے ہوتا کہ وہ ایک شخص کو اپنی فلم میں اس کردار میں کاسٹ نہیں کر رہا تھا جس کے لئے وہ موزوں ترین تھا۔

اس نے ایک ایسی بات کو انا کا مسئلہ بنا لیا تھا جس کے بارے میں دنیا کو کچھ پتا نہیں تھا۔ اس نے سوچا..... بہت سوچا..... گھنٹوں اس کے دل و دماغ میں دلائل کی جنگ جاری رہی۔ آخر کار وہ اہم فیصلے کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے اپنے شاف کو بلایا اور انہیں کچھ ضروری ہدایات دیں۔ پریس کو یہ اطلاع فراہم کرنے کا بندوبست کیا گیا کہ خرطوم کسی بیماری کے باعث مر گیا تھا۔ حقائق جاننے والے تمام افراد سے قسم لی گئی کہ وہ اس معاملے میں کہیں اصل بات کا بھولے سے بھی تذکرہ نہیں کریں گے۔ گھوڑے کی بیماری کے بارے میں بتایا گیا تھا کہ وہ شاید اسے انگلینڈ سے امریکا منتقلی کے دوران راستے میں کہیں سے لگی تھی۔ اس کی لاش کو رازداری سے والز نے اپنی جاگیر کی حدود میں دفن کرا دیا۔

..... اور پھر اسی رات جونی کو نیورک میں ایک فون کال موصول ہوئی جس میں اسے بتایا گیا کہ والز کی فلم میں کام شروع کرنے کے لئے اسے پیر کے روز اسٹوڈیو پہنچنا تھا۔

☆.....☆.....☆

اسی شام ہیگن ڈون سے ملاقات کرنے اس کے گھر پہنچا۔ آئندہ روز چونکہ سولوزو سے ڈون کی ملاقات طے تھی۔ اس لیے ہیگن چاہتا تھا کہ اس سلسلے میں کچھ تیاری کر لی جائے۔ کچھ باتوں پر پیشگی غور کر لیا جائے۔ چنانچہ وہ شہر میں واقع اپنے لاء آفس سے اٹھا تو ڈون کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ڈون نے اپنے سب سے بڑے بیٹے کو بھی اس گفتگو میں شریک کرنے کے لئے بلارکھا تھا ہیگن نے دیکھا کہ سنی کے کیوبڈ جیسے چہرے پر تھکن اور درماندگی تھی۔ وہ نیند کی کمی کا بھی شکار لگتا تھا ہیگن سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ شاید وہ کچھ زیادہ ہی اس لڑکی کے چکر میں پڑ گیا تھا جو اس کی بہن کی شادی کے موقع پر ”میڈ آف آررز“ بنی تھی اور جس کے ساتھ وہ اکی روز آنکھ بچا کر گھر کے ایک کمرے میں چلا گیا تھا۔ اگر وہ اس لڑکی کے چکر میں اپنی نیند اور آرام سے بھی غافل رہنے لگا تھا تو ہیگن کے لئے تشویش کی بات تھی۔

ڈون نے سگارا کش لیتے ہوئے گفتگو کا آغاز کیا۔ ”کیا ہم سولوزو کے بارے

اس کی تقسیم کاری کا نظام تیار کرنے میں اسے دشواریاں درپیش ہیں۔ اس سلسلے میں اسے مالی مدد بھی درکار ہے اور قانون سے تحفظ بھی..... ان خطوط پر کاروبار کو پھیلانے کے لئے اس کے پاس سرمائے کی کمی ہے۔ اسے ایک ملین ڈالر کی ضرورت ہے جو ظاہر ہے ایک بڑی رقم ہے۔ ڈالر درختوں پر تو نہیں اُگتے۔“

ہیگن نے دیکھا کہ اس لمحے ڈون نے دانت پیسے تھے۔ تب اسے یاد آیا کہ کاروباری گفتگو کے دوران ڈون کو محاوروں کا استعمال یا جذبات کا اظہار بالکل پسند نہیں تھا۔ وہ جلدی سے بات آگے بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”سولوز کی عرفیت ”دی ترک“ ہے۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ٹرکی سے اس کا بہت رابطہ رہتا ہے۔ اس کی ایک بیوی بھی ترک ہے جس سے اس کے بچے بھی ہیں۔ سنا ہے سولوز بے حد سفاک آدمی ہے اور نوجوانی کے زمانے میں چاقو کے استعمال میں بہت ماہر تھا۔ شاید وہ مہارت اب بھی برقرار ہو۔ اس کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کسی سے جھگڑا صرف اسی وقت کرتا ہے جب کاروباری معاملات میں اس سے کوئی مقبول شکایت یا اختلافات پیدا ہو جائے۔“

ہیگن نے ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر فائل میں لگے ایک کاغذ پر اچھتی سی نظر ڈالی پھر بولا۔ ”بہت باصلاحیت آدمی سمجھا جاتا ہے۔ اپنا لباس خود ہے۔ کسی کی ماتحتی میں کام نہیں کرتا۔ پولیس کے پاس اس کا ریکارڈ بھی موجود ہے کیونکہ وہ دوسرے سزا بھی کاٹ چکا ہے۔ ایک مرتبہ ٹلی میں..... دوسری مرتبہ امریکا میں..... منشیات کے اسمگلر کے حیثیت سے وہ حکام کی نظر میں ہے۔ یہ چیز اس اعتبار سے ہمارے حق میں جاتی ہے کہ ایسے لوگ کبھی کسی کے خلاف وعدہ معاف گواہ نہیں بن سکتے۔ اس کی ایک امریکی بیوی بھی ہے جس سے تین بچے ہیں۔ ترک بیوی ترکی میں رہتی ہے۔ اپنے کنبے کا پوری طرح خیال رکھنے والا آدمی سمجھا جاتا ہے اگر اسے یہ اطمینان ہو کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کی بیویوں اور بچوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی تو آرام سے کوئی سزا کاٹنے کے لئے جیل بھی چلا جائے گا۔“

میں وہ سب کچھ جانتے ہیں جو ہمارے لئے جاننا ضروری ہو سکتا ہے؟“  
ہیگن کو یوں تو سب باتیں یاد تھیں لیکن محض احتیاطاً اس نے ایک فائل کھول لی جس میں ضروری نوٹس موجود تھے لیکن ان نوٹس سے کوئی دوسرا شخص اصل باتیں نہیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ انہیں محض کاروباری یادداشتیں سمجھتا۔ فائل میں ایک طرح سے سولوز سے ملاقات کا متوقع ایجنڈا بھی درج تھا۔

”سولوز و ہمارے پاس مدد کی درخواست لے کر آ رہا ہے۔“ اس نے کہنا شروع کیا۔ ”وہ چاہتا ہے کہ ”فیملی“ اس کے کاروبار میں کم از کم ایک ملین ڈالر لگائے اور بعض معاملات میں اسے قانون سے تحفظ فراہم کرے جس کے بدلے میں ہمیں کچھ حصہ ملے گا۔ ابھی یہ طے نہیں ہے کہ وہ حصہ کتنا ہوگا۔ یہ بات سولوز و خود بتائے گا۔ سولوز و کی سفارش ”لے ٹیگ لیا فیملی“ کر رہی ہے۔ یہ فیملی اس کی پشت پناہی بھی کرتی ہے۔ شاید اسے بھی سولوز و کے کاروبار میں کچھ حصہ ملتا ہے۔ سولوز و جس کاروبار میں حصے داری کی بات ہم سے کرنے آ رہا ہے، وہ منشیات کا کاروبار ہے۔“

ہیگن نے ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر ڈون اور سنی کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں خاموش رہے اور ان کے چہروں پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تو ہیگن نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ”سولوز و کے ترکی میں کچھ لوگوں سے رابطے اور تعلقات ہیں جو وہاں پوست کی کاشت کرتے ہیں۔ وہاں سے پوست کو بغیر کسی دشواری کے سسلی منتقل کر لیتا ہے۔ سسلی میں اس نے پلانٹ لگایا ہوا ہے جس کے ذریعے پوست سے ہیروئن تیار کی جاتی ہے۔ اس سے پہلے وہ پوست سے مارفین بھی تیار کر لیتا ہے اور چاہتا ہے تو اسے ہیروئن کے درجے تک لے آتا ہے۔ وہاں اس نے اس کام کے سارے انتظامات کر رکھے ہیں اور اسے ہر طرح کا تحفظ بھی حاصل ہے۔ خطرے کی صورت میں اسے پیشگی اطلاع بھی مل جاتی ہے۔“

ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر اس نے گہری سانس لی، پھر بولا۔ ”یہاں تک تو سب ٹھیک ہے۔ اب وہ ہیروئن کو اس ملک میں لانا چاہتا ہے۔ ہیروئن یہاں لانے اور پھر

میں بہت پیسہ تھا اور مستقبل میں دنیا بھر میں اس کا سیلاب آنے والا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ ڈون نشیات کے دھندے کو اچھا نہیں سمجھتا تھا۔ وہ پیسے کے لالچ میں اس حد تک جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب تک بھی ممکن ہو سکے، خود کو اس دھندے سے دور رکھا جائے۔ ”فیملی“ کو اس کا روبرو کی طرف نہ لایا جائے۔

اسے خاموش دیکھ کر ڈون نے ہمت بڑھانے والے انداز میں کہا۔ ”جو بھی تمہارے دل میں ہے، کہہ ڈالو۔۔۔ بیگن! ضروری نہیں کہ کوئی وکیل ہر معاملے میں ہی اپنے پاس سے متفق ہو۔“

”میرے خیال میں تو آپ کو سولوزو کی تجویز قبول کر لینی چاہئے۔ اس کے لئے بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں لیکن سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس کام میں بہت پیسہ ہے اور اگر ہم اس میں ہاتھ نہیں ڈالیں گے تو کوئی اور ڈال دے گا۔ یہ تو بہر حال نہیں ہو گا کہ ہمارے باز رہنے سے امریکا میں ہیر وئن نہ آئے گی۔ اگر ہم پیچھے رہے تو ”ٹے ٹیک لیا فیملی“ یقیناً آگے بڑھ کر اس میں ہاتھ ڈال دے گی۔ اس سے اس کی دولت میں جو اضافہ ہو گا، اس کے بل بوتے پر وہ مزید پولیس افسروں اور سیاستدانوں کو خرید لے گی۔ اس کے اثر و رسوخ اور طاقت میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ وہ ہم سے زیادہ طاقتور ”فیملی“ بن جائے گی اور اس کے بعد وہ ہم سے وہ سب کچھ بھی چھیننے کے لئے حرکت میں آجائے گی جو ہمارے پاس اس وقت ہے۔“

اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ ابھری اور ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ”ہم جیسی ”فیملیز“ کا معاملہ بھی حکومتوں اور ملکوں والا ہوتا ہے۔ اگر ایک ملک اپنے آپ کو مسلح کرتا ہے تو دوسرے کو بھی اپنے آپ کو مسلح کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک ملک اپنی فوجی طاقت اور ہتھیاروں میں اضافہ کرتا ہے تو دوسرے کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک ملک زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے تو دوسرے کے لئے خطرہ بن جاتا ہے۔ اس وقت مکمل طور پر جائز اور قانونی کاروبار کے علاوہ جن تھوڑے بہت غیر قانونی دھندوں میں ہمارا ہاتھ

ڈون نے سگار منہ سے نکال کر اپنے بیٹے سنی کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ”میرا خیال ہے سین نیو؟“

بیگن کا اندازہ تھا کہ سنی کیا سوچ رہا ہوگا۔ وہ مکمل طور پر ڈون کے زیر سایہ رہنے کے بارے میں کچھ عرصے سے مضطرب تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اسے آزادانہ طور پر کوئی بڑا کام کرنے کو ملے۔ یہ اس کے لئے ایک اچھا موقع ہو سکتا تھا۔ شاید یہ ”شعبہ“ مکمل اور آزادانہ طور پر اس کے سپرد کر دیا جاتا۔

سنی نے مشروب کا ایک گھونٹ بھرا اور ایک لمحے خاموش رہنے کے بعد محتاط انداز میں بولا۔ ”اس پاؤڈر کے کاروبار میں دولت تو بہت ہے لیکن خطرات بھی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر آدمی قانون کی گرفت میں آجائے تو بیس سال کے لئے جیل بھی جاسکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر ہم باقاعدہ طور پر اس کام میں ملوث ہونے اور عملی طور پر حصہ لینے سے دور رہیں تو بہتر ہے۔ البتہ ہم اپنا کردار سرمایہ کاری اور قانونی تحفظ فراہم کرنے تک محدود رکھ سکتے ہیں۔“

بیگن نے تحسین آمیز نظروں سے سنی کی طرف دیکھا۔ اس نے بڑے تحمل اور مجھداری سے جواب دیا تھا اور جو کچھ وہ کہہ رہا تھا، مناسب بھی وہی تھا۔ بیگن کو اس سے اتنے معقول اور متوازن جواب کی توقع نہیں تھی۔

ڈون نے سگار کا ایک اور کش لے کر بیگن کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”اور تم لیا کہتے ہو بیگن؟“

بیگن نے ایک لمحے توقف کیا۔ وہ قطعی دیا ننداری سے اپنی رائے دینا چاہتا تھا۔ یہ اندازہ ہو چکا تھا کہ ڈون سولوزو کی تجویز رد کر دے گا اور اس کے ساتھ کسی قسم کا اون کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔۔۔۔۔ اور بیگن کو اس کے ساتھ اب تک کی رفاقت کے ران میں پہلی مرتبہ یہ احساس ہوا تھا کہ ڈون کا فیصلہ درست نہیں تھا۔ وہ زیادہ آگے تک بس دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظر مستقبل بعید پر نہیں تھی۔ بیگن کو اندازہ تھا کہ ہیر وئن کے کاروبار

ہے انداز میں ہیگن سے مخاطب ہوا۔ ”تم نے سولوزو کے بارے میں کافی معلومات جمع کی ہیں لیکن کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ جنگ سے پہلے سولوزو عورتوں کی دلالی سے پیسہ کما تا تھا؟“ ”اے فیک لیا فیلی“ تو ابھی تک یہ دھندہ کرتی ہے۔ اگر تم نے اپنے کاغذات میں یہ بات دیکھ نہیں کی ہے۔ تو اب کرو۔ کہیں تم بھول نہ جاؤ۔“

ہیگن کے چہرے پر ہلکی سی سرخی آگئی تاہم وہ خاموش رہا۔ اسے یہ بات معلوم تھی لیکن اس نے اسے غیر اہم سمجھتے ہوئے جان بوجھ کر اس کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ان اس دھندے کو برا سمجھتا تھا۔ اس کی اپنی کچھ اخلاقیات تھیں۔

☆.....☆.....☆

سولوزو کچھ ایسا دراز قد تو نہیں تھا لیکن کسی گینڈے کی طرح مضبوط دکھائی دیتا تھا۔ اس کا جسم ٹھوس اور ورزشی معلوم ہوتا تھا اس کی رنگت ایسی تھی کہ اسے سچ مچ ترک بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی اور اس کی سیاہ آنکھوں سے سفائی جھلکتی تھی۔ وہ دیکھنے میں ہی ایک خطرناک آدمی معلوم ہوتا تھا تاہم اس کی شخصیت میں وقار اور دبہ بھی تھا۔

سنی کارلیون نے مین گیٹ پر اس کا استقبال کیا اور اسے کمرے میں لے گیا جہاں ہیگن اور ڈون اس کے منتظر تھے۔ ہیگن نے اس کا جائزہ لینے کے بعد محسوس کیا کہ اس سے زیادہ خطرناک دکھائی دینے والا شخص براسی ہی تھا۔ اسے اب تک جن لوگوں سے واسطہ پڑا تھا ان میں سے کوئی اسے طاقت اور خطرے کی اتنی واضح علامات لئے ہوئے دکھائی نہیں دیا تھا۔ اس کے مقابلے میں ڈون ایک عام..... سادہ لوح..... بلکہ کسی حد تک دیہاتی سا آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

سب نے بظاہر خاصی خوش خلقی سے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا۔ رسمی طور پر سولوزو کی خاطر مدارت کے لئے عمدہ مشروب بھی پیش کیا گیا اس نے تمہید اور رسمی گفتگو میں وقت ضائع نہیں کیا۔ جلد ہی وہ مطلب کی بات پر آگیا۔ اس کے پاس تجویز واقعی منشیات

ہے وہ جو اور یونین بازی ہے۔ ان دونوں چیزوں کی پشت پناہی سے ہمیں اچھی آمدنی رہی ہے۔ موجودہ وقت کے لحاظ سے یہی بہترین دھندے ہیں لیکن ہیر وین مستقبل کی ہے۔ میرا خیال ہے ہمیں لازماً اس دھندے میں ہاتھ ڈالنا پڑے گا ورنہ ہماری باقی چیزیں بھی خطرے میں پڑ جائیں گی۔ آج نہ سہی..... لیکن دس سال بعد خطرہ ضرور لاحق ہوگا۔“

ڈون اس کی تقریر سے خاصا متاثر نظر آ رہا تھا تاہم اس نے بڑبڑانے کے اند میں صرف اتنا کہا۔ ”ہاں..... یقیناً یہ بات تو بہت اہم ہے۔“

پھر ایک گہری سانس لے کر وہ اچانک ہی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ ”اس شاطر آدے سے کل مجھے کس وقت ملنا ہے؟“

”وہ صبح دس بجے یہاں پہنچ جائے گا۔“ ہیگن نے جواب دیا۔ اسے کچھ امید نہ آنے لگی تھی کہ ڈون سولوزو کے ساتھ پارٹنرشپ پر آمادہ ہو جائے گا۔

ڈون انگریزی لیتے ہوئے بولا۔ ”میں چاہتا ہوں، تم دونوں کل کی اس ملاقات کے دوران بھی موجود رہو۔“ پھر وہ سنی کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”سین ٹینو! لگتا ہے تم آ کل آرام بالکل نہیں کر رہے۔ اپنی صحت کا خیال رکھو اور نیند پوری لیا کرو۔ یہ جوانی زند بھر ساتھ نہیں دے گی۔“

سنی نے گویا اس پدرانہ شفقت کے اظہار سے شہ پا کر پوچھا۔ ”پاپا! آپ سولوزو کو کیا جواب دینے کا ارادہ ہے؟“

”ابھی میں کیا بتا سکتا ہوں؟ ابھی تو مجھے خود بھی معلوم نہیں ہے۔“

”پہلے میں اس کی تجویز اس کی زبان سے سن تو لوں، مجھے تفصیلات معلوم چاہئیں۔ یہ پتا چلنا چاہئے کہ وہ ہمیں کتنے فیصد منافع کی پیشکش کرنا چاہتا ہے۔ اس علاوہ ابھی ہمارے جو بات چیت ہوئی ہے، میں آج رات اس پر غور کروں گا، میں جلد ہی میں فیصلے کرنے والا آدمی نہیں ہوں۔“

وہ دروازے کی طرف چل دیا لیکن دروازے پر رک کر وہ مڑا اور بظاہر سہرے

کے لئے مجھے تمہارے تعاون کی ضرورت ہوگی۔ اگر ان کارندوں کو یقین ہوگا کہ انہیں جیل میں ایک دو سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزارنا پڑے گا تو پھر وہ زبان نہیں کھولیں گے۔“

ایک گہری سانس لے کر وہ بولا۔ ”لیکن اگر انہیں دس بیس سال کی سزا کا خطرہ نظر آیا تو پھر کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ عین ممکن ہے وہ زبان کھول دیں۔ دنیا میں سبھی انسان تو مضبوط دل اور سخت جان نہیں ہوتے نا۔۔۔۔۔ ہو سکتا ہے وہ اپنے ساتھ کچھ اہم لوگوں کو بھی لے بیٹیں۔ اس لئے قانون کے شعبے میں یقینی تحفظ کی ضرورت ہے۔ میں نے سنا ہے بہت سے جج تمہاری جیب میں ہیں؟“

ڈون کارلیون نے اس خیال کی تردید یا تصدیق کرنا ضروری نہیں سمجھا اور ہموار لہجے میں پوچھا۔ ”میری فیملی کو منافع میں کتنے فیصد حصہ ملے گا؟“

سولوزو کی آنکھوں میں چمک آگئی وہ فوراً بولا۔ ”پچاس فیصد۔۔۔۔۔ ہم ففٹی ففٹی کے انٹرن ہوں گے، اس حساب سے پہلے سال میں تمہارا حصہ تین سے چار ملین کے درمیان ہوگا۔۔۔۔۔ اور آئندہ برسوں میں اس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔“

”اور ٹیگ لیا فیملی کو کیا ملے گا؟“ ڈون نے بدستور ملائمت سے پوچھا۔

سولوزو اس دوران میں پہلی بار قدرے مضطرب نظر آیا۔ وہ جلدی سے بولا۔

”انہیں میں جو کچھ بھی دوں گا، اپنے حصے میں سے دوں گا۔ بعض معاملات میں بہر حال مجھے ان کے تعاون کی بھی ضرورت ہے۔“

”یعنی مجھے صرف دو ملین ڈالر کی سرمایہ کاری اور کچھ قانونی تحفظ فراہم کرنے کے لئے پچاس فیصد حصہ ملے گا؟“ ڈون نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اگر تم دو ملین ڈالر کا ذکر ایک معمولی رقم کی طرح کر سکتے ہو تو میں تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ تم واقعی اتنے ہی بڑے سرمایہ دار ہو جتنا تمہارے بارے میں عام تاثر ہے۔“

ڈون کارلیون! سولوزو کا لہجہ قدرے استہزاء سے ہو گیا۔

ڈون پُر سکون لہجے میں بولا۔ ”تمہیں ٹیگ لیا فیملی کی پشت پناہی حاصل ہے

کے کاروبار کی تھی۔ تمام انتظامات کر لئے گئے تھے۔ ترکی میں پوست کی کاشت والے کچھ لوگوں نے اسے ہر سال ایک مخصوص مقدار میں پوست مہیا کرنے کا وعدہ کیا اس کے پاس فرانس میں ایک پلانٹ تھا جسے رشوت کے عوض تحفظ حاصل اس پلانٹ پر پوست سے مارفین تیار کی جاسکتی تھی۔ دوسرا پلانٹ اس کے پاس سما تھا۔ وہ بھی رشوت کی عنایت کی بدولت ہر قسم کے خطرات سے محفوظ تھا۔ اس پلانٹ ذریعے مارفین کو ہیرون میں تبدیل کیا جاسکتا تھا۔ دونوں ملکوں میں پوست اور مارفین اسمگلنگ اور نقل و حرکت کے لئے بھی اسے ضروری تحفظ حاصل تھا۔

مال کو ریاست ہائے متحدہ امریکا تک لانے میں کل مالیت کا پانچ فیصد خرچ ہوتا۔ ایف بی آئی سے بچاؤ کا راستہ تلاش کرنا ضروری تھا کیونکہ وہ ابھی کرپشن کی دیکھ بچی ہوئی تھی۔ اسے رشوت کے ذریعے خریدنا ممکن نہیں تھا۔ اس کے باوجود سولوزو کی میں ہیرون کی اسمگلنگ میں خطرات نہ ہونے کے برابر تھے اور منافع اتنا زیادہ تھا جو ہر کسی اور دھندے میں نہیں تھا۔

”جب خطرات نہ ہونے کے برابر ہیں تو تم میرے پاس کیوں آئے ہو ڈون نے ملائمت سے پوچھا۔ ”تم مجھے آسانی سے کمائے جانے والے بھاری منافع شریک کرنا چاہتے ہو۔ میں اس فیاضی اور فراخ دلی کی وجہ جان سکتا ہوں؟“

سولوزو اپنے چہرے سے کسی خاص رد عمل کا اظہار کئے بغیر بولا۔ ”سب سے وجہ تو یہ کہ مجھے اپنے کاروبار کو توسیع دینے کے لئے فوری طور پر سرمائے کی ضرورت۔ مجھے دو ملین ڈالر نقد چاہئیں۔ دوسری اتنی ہی اہم وجہ یہ ہے کہ خطرات کم ہونے کے باوجود بہر حال مجھے بعض خاص خاص جگہوں پر بیٹھے ہوئے افراد کے تعاون کی ضرورت پڑے آنے والے برسوں میں میرے کچھ نہ کچھ کارندے بہر حال پکڑے جائیں گے۔ ناگزیر یہ ہے تاہم میں یہ ضمانت دیتا ہوں کہ وہ پیشہ ور مجرم نہیں ہوں گے۔ ان کا ریکارڈ نہ ہوگا۔ اس لئے جج انہیں نرم سزا سنائیں دینے پر مجبور ہوں گے۔۔۔۔۔ لیکن اس بات کو یقینی بنا

”تمہارے دو ملین ڈالر ڈوب جائیں گے؟“  
”نہیں۔“ ڈون نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

سولوز بولا۔ ”اس کے باوجود اگر تم چاہو گے تو ”ٹیک لیا فیملی“ تمہاری رقم  
رخصت کی ضمانت دے دے گی۔“

اس موقع پر سنی نے گویا ایک سنگین غلطی کہ وہ پُر اشتیاق لہجے میں بول اٹھا۔ ”کیا  
نی لے ٹیک لیا فیملی رقم کے بارے میں ضمانت دے دے گی اور اس کے بدلے میں ہم  
کچھ نہیں مانگے گی؟“

گفتگو میں سنی کی اس طرح مداخلت پر بیگن کا دل ڈوب سا گیا۔ اس نے ڈون  
کے چہرے پر انتہائی سرد مہری نمودار ہوتے دیکھی۔ اس نے سخت نظروں سے بیٹے کو گھورا اور  
گویا اپنی جگہ سن ہو کر رہ گیا۔ سولوز کے چہرے پر طمانیت ابھر آئی۔ اس نے گویا ڈون کے  
مضبوط قلعے میں کوئی شکاف دریافت کر لیا تھا۔ سنی نے گویا ایک خاندانی قانون، ایک نہایت  
م اصول کی خلاف ورزی کی تھی۔ ڈون جس کام کے لئے انکار کر چکا تھا، سنی نے اس کے  
رے میں دلچسپی اور اشتیاق کا اظہار کر دیا تھا۔

اس بار ڈون بولا تو اس کا انداز گویا بات چیت ختم کرنے کا سا تھا۔ ”آج کل کے  
جوان لاچی ہیں اور انہیں بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے۔ وہ خاندانی اصولوں اور  
معداری کا بھی خیال نہیں رکھتے۔ بڑوں کی بات میں دخل دینے لگتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ  
م اپنے بچوں کے بارے میں بڑا جذباتی رہا ہوں اور میں نے خود ہی اپنے لاڈ پیار سے  
بٹس بگاڑ دیا ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں ہو ہی گیا ہوگا۔ بہر حال..... میرا انکار حتمی ہے..... تا  
میں تمہارے کاروبار کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔ اس کاروبار کا میرے کسی کاروبار  
سے کراؤ نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے درمیان کوئی ناخوشگوار صورت حال پیدا ہونے کا  
نہایت ہی نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں مایوس کن جواب دے رہا ہوں۔“

سولوز واٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے جھک کر ڈون کو تعظیم دی۔ اس کا چہرہ ساٹھا تھا۔

اور میں اس فیملی کا احترام کرتا ہوں۔ اسی احترام کے ناتے میں نے تم سے ملنے پر  
ظاہر کر دی تھی۔ میں تمہاری پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کرنا چاہتا ہوں لیکن میں تمہارے  
کی وجہ بھی بتاؤں گا۔ اس میں شک نہیں کہ تم بہت اچھے منافع کی پیشکش کر رہے ہو۔  
کام میں خطرات اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا تم ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔  
میں شک نہیں کہ سیاست دانوں اور ججوں سے میرے تعلقات ہیں۔ سیاست، قانون،  
انصاف کے شعبوں میں میرا اثر و رسوخ ہے لیکن اگر ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ میں  
کے دھندے میں پڑ گیا ہوں تو وہ مجھ پر اتنے مہربان نہیں رہیں گے جتنے اس وقت ہیں۔  
یوں میرے دوسرے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ اس وقت ہم جن غیر قانونی دھندے  
سر پرستی کر رہے ہیں وہ ان لوگوں کی نظر میں زیادہ سنگین یا زیادہ ضرر رساں نہیں۔ قمار،  
شراب کی سپلائی یا یونین بازی کی حد تک وہ برداشت کر سکتے ہیں اور کچھ فائدوں۔  
ان سے نظر چر سکتے ہیں لیکن ڈرگنز کا دھندہ ان کی نظر میں بہت گندا، بہت سنگین اور،  
رساں ہے۔ اس کی طرف سے آنکھیں بند کرنا ان کے لئے بہت مشکل ہوگا۔ بہرہ  
یہ میں تمہیں ان کا نقطہ نظر بتا رہا ہوں۔ اپنا نہیں..... مجھے ان کے خیالات سے غم  
میں تو صرف یہ بتا رہا ہوں کہ اس کاروبار میں خطرات بہت زیادہ ہیں۔ پچھلے دس  
میری فیملی کسی قسم کے خطرات کے بغیر..... خاصی عزت و آبرو سے زندگی گزار رہی  
ہے۔ اب میں محض لالچ میں آکر ان کی زندگیوں کو خطرات سے دوچار کرنا نہیں چاہتا  
وہ خاموش ہوا تو کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا!

سولوز کو اگر ڈان کے جواب سے مایوسی ہوئی تھی تو اس نے اس کا کو  
اظہار نہیں کیا تھا۔ بس اس کی ایک آنکھ ایک لمحے کے لئے پھڑکی تھی۔ پھر اس نے  
سنی کی طرف کچھ یوں دیکھا جیسے اسے امید ہو کہ وہ اس کی حمایت میں بولیں گے۔  
اسے کوئی خیال آیا۔

دوہ دوبارہ ڈون کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ ”کہیں تمہیں یہ خطا

ہیگن اپنے دفتر میں کارروائیاں مکمل کرنے میں مصروف تھا۔ کرسی قریب تھا اور اسے اپنی بیوی بچوں کے لئے کرسی کی شاہنگ کرنے جانا تھا۔ وہ جلدی جلدی کام نمٹانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایک ٹیلیفون کال نے اس کے کام میں خلل ڈال دیا۔ اس کی سیکرٹری نے بتایا کہ جونی کارلیون کا فون ہے۔ اسے فون ریسیو کرنا ہی پڑا۔

جونی لاس اینجلس سے بول رہا تھا اور اس کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے خوش تھا۔ اس نے بتایا کہ فلم کی شوٹنگ تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ صرف چھوٹے موٹے کام ہیں جن کی وجہ سے ابھی اسے کچھ دن ساحلی علاقے میں رہنا تھا تاہم وہ کرسی پر ڈون لے لئے کوئی زبردست تحفہ بھیجنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

”تحفہ ایسا زبردست ہو گا کہ پاپا کی آنکھیں حیرت اور خوشی سے پھیل جائیں گی۔“ جونی نے جوش و خروش سے کہا۔

”ایسی کیا چیز ہوگی بھئی؟“ ہیگن نے تھل اور ملائمت سے پوچھا۔ وہ جونی کو یہ تاثر دلایا جاتا تھا کہ اس وقت وہ بہت بخلت میں تھا۔

”یہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔“ جونی مسرور لہجے میں بولا۔ ”اس طرح تو تجس ختم جائے گا۔۔۔ اور کرسی کے تحفے کا آدھا لطف تو تجس میں ہی ہوتا ہے۔“

ہیگن نے نرمی سے گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے آخر فون بند کیا اور دوبارہ کام کی طرف توجہ ہو گیا مگر دس منٹ بعد اس کی سیکرٹری نے اسے ایک اور ضروری فون کال کی اطلاع دی۔

اس بار ڈون کی بیٹی کوئی بول رہی تھی۔ ہیگن گہری سانس لے کر رہ گیا۔ شادی کے سہ کوئی زندگی کچھ زیادہ خوشگوار معلوم نہیں ہوتی تھی اور اس کا رونا دھونا اکثر ہیگن ہی کو پہنچتا تھا۔ اس کا شوہر اس کے لئے مستقل دروس ہی معلوم ہوتا تھا اور وہ ہیگن سے اس کی باتیں کرتی رہتی تھی۔ اکثر وہ تین چار دن کے لئے ماں کے پاس رہنے آ جاتی تھی۔

اس کا شوہر کارلوری خاصا نکٹھو معلوم ہوتا تھا۔ شادی کے بعد اسے ایک معقول

ہیگن اسے باہر اس کی کار تک چھوڑنے گیا۔ اس نے جب ہیگن کو خدا حافظ کہا، اس روز اس کا چہرہ ہر تاثر سے عاری تھا۔

ہیگن جب کمرے میں واپس پہنچا تو ڈون نے اس کی طرف دیکھے بغیر پورے شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”وہ بہر حال سلی کا ہے۔“ ہیگن نے گویا ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پُر خیال انداز میں سر ہلایا پھر وہ بیٹے کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے نرم بولا۔

”سین ٹینو! فیملی“ سے باہر کسی آدمی پر کبھی یہ ظاہر نہ ہونے دو کہ کسی کے بارے میں تم دل میں کیا سوچ رہے ہو۔ باہر کے کسی آدمی کو کبھی اپنے اندر کا حال کا موقع مت دو۔ میرا خیال ہے آج کل تم جس نوجوان لڑکی کے چکر میں پڑے ہو وجہ سے تمہارا دماغ صحیح طرح کام کرنے کے قابل نہیں رہا۔ ان بیہودہ حرکتوں کی طرز توجہ ہٹاؤ اور ذرا کاروبار کی طرف دھیان دو اور اب میری نظروں سے دور ہو جاؤ۔“ ڈون کی بات سن کر سنی کے چہرے پر پہلے حیرت..... اور پھر خجالت۔

نمودار ہوئے۔ شاید اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا باپ اس کی ان سے واقف ہو گا جو وہ اپنی دانست میں بہت چھپا کر رہا تھا۔۔۔۔۔ اوہیگن کے خیال سنی اس خوش فہمی میں مبتلا تھا کہ اس کی حرکات ڈون سے چھپی رہ سکتی ہیں۔۔۔۔۔ تو سوچ نہایت بچکانہ تھی۔ اس کے علاوہ شاید اسے اس بات کا بھی صحیح طور پر اندازہ نہ تھا اس نے سولو زو کے سامنے پُر اشتیاق انداز میں زبان کھول کر کتنی سنگین غلطی کی تھی۔ جب سنی کمرے سے چلا گیا تو ڈون نے اشارے سے مشروب کا گلاس

پھرنیگن کو ہدایت کی۔ ”برایں کو پیغام دے دو کہ وہ آج مجھ سے ملاقات کرے۔“

☆.....☆.....☆

تین ماہ بعد کا ذکر ہے۔

ساتھ ہوگی۔“ مائیکل نے اسے اطلاع دی۔ ”میں کرسس سے پہلے پاپا سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیا وہ کل رات گھر پر ہوں گے؟“

”یقیناً.....“ ہیگن نے جواب دیا۔ ”کرسس تک ان کا شہر سے باہر کہیں جانے کا پروگرام نہیں ہے۔ اگر گئے تو کرسس کے بعد ہی جائیں گے۔“

”ٹھیک ہے۔“ مائیکل نے گویا مطمئن ہو کر مزید کوئی بات کہنے بغیر فون بند کر دیا۔

ہیگن نے بچا کچھا کام آئندہ روز پر اٹھا رکھا اور آفس سے نکل کھڑا ہوا۔ جس سپر مارکیٹ میں وہ شاپنگ کرنا چاہتا تھا وہ اس کے آفس والی بلڈنگ سے زیادہ دور نہیں تھی، اس لئے وہ پیدل ہی اس طرف چل پڑا۔

ابھی وہ زیادہ آگے نہیں گیا تھا کہ کسی طرف سے ایک شخص اچانک نمودار ہو کر اس کے راستے میں حائل ہو گیا۔ ہیگن کو رکنا پڑا اور یہ دیکھ کر اسے قدرے حیرت ہوئی کہ وہ شخص سولوز تھا۔

وہ ہیگن کا بازو تھامتے ہوئے نیچی آواز میں بولا۔ ”خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے تم سے صرف کچھ بات چیت کرنی ہے۔“

اسی اثناء میں فٹ پاتھ کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوئی ایک کار کے دروازے کھل گئے اور سولوز اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”اس میں بیٹھ جاؤ۔“

ہیگن نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑا لیا۔ اس وقت تک اسے خطرے کا احساس نہیں ہوا تھا۔

”ابھی میں ذرا جلدی میں ہوں۔ اس وقت میں کسی قسم کی بات چیت نہیں کر سکتا۔“ اس نے کہا..... لیکن اسی لمحے عقب سے دو آدمی گویا اس کے سر پہ آگیا کھڑے ہوئے۔ ان کے کھڑے ہونے کے انداز نے ہیگن کو بہت کچھ سمجھا دیا۔ اسے یکا یک اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

کاروبار کر کے دیا گیا تھا لیکن اس نے جلد ہی اس کا بیڑا غرق کر دیا تھا۔ وہ ہر وقت سے پیسہ بٹورنے کی فکر میں رہتا تھا۔ کمانے کی فکر کئے بغیر پیسہ اینٹھنے کی اس کی عادت تو شادی کی رات ہی ظاہر ہو گئی تھی۔ پہلی رات ہی اس نے کوئی سے وہ سارے لفافے لئے تھے جن میں مہمانوں نے رقوم رکھ کر اسے تحفے کے طور پر پیش کی تھیں۔ کوئی لفافے اس کے حوالے کرنے کے سلسلے میں مزاحمت کی تھی تو رزی نے گھونسا مار کر آنکھ پر نیل ڈال دیا تھا۔

اس میں وہ تمام بری عادتیں موجود تھیں جو اکثر کھٹو شوہروں میں ہوتی ہیں صرف کوئی کو مارنا بیٹتا تھا بلکہ اس کا پیسہ بے دردی سے لٹاتا بھی تھا۔ وہ خوب شراب اور آوارہ عورتوں کے پاس جاتا تھا۔ کوئی نے ابھی تک یہ سب باتیں ”فیملی“ کو نہیں تھیں لیکن ہیگن کو بتاتی رہتی تھی اور اسے ہدایت کرتی رہتی تھی کہ فی الحال وہ یہ باتیں ہی رکھے۔

شاید آج بھی وہ اسی قسم کا کوئی رونا رونا چاہتی تھی لیکن جب ہیگن نے اسے خوشگوار سی حیرت ہوئی کہ کوئی ایسی کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ شاید اسے کوئی تا درپیش ہی نہیں تھا یا پھر وہ کرسس کی آمد کی خوشی میں اس قسم کی پریشانیوں کو بھول گئے۔ خوب چمک رہی تھی اور اس نے ہیگن سے صرف یہ مشورہ کرنے کے لئے اسے فون کرسس پر وہ اپنے باپ اور بھائیوں کو کیا تحفے بھیجے ہیگن نے کچھ مشورے دیے۔

کے سب اس نے مسترد کر دیئے۔ تاہم اس نے جلد ہی ہیگن کی جان چھوڑ دی۔

ہیگن کو اس کے بعد بھی کام ختم کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ ایک بار پھر فوج ابھی۔ اس نے گہری سان لے کر کاغذات ایک طرف رکھ دیئے۔ فون پر مائیکل کو ہیگن کافی حد تک پسند کرتا تھا اور اس کا فون سنتے ہوئے اسے کبھی کوئی تھی۔

”ہیگن! میں کل کار میں سڑک کے راستے نیویارک پہنچ رہا ہوں۔“

داری سے شادی کرتا اور ڈون کارلیوں کو بعد میں پتا چلتا تو وہ یقیناً بہت برا مناتا اور اس کے احساسات مجروح ہوتے۔ ’کے‘ کا ارادہ تھا کہ وہ اپنے والد کو شادی کے بعد شادی کے بارے میں بتائے گی۔ اسے اس بات کی پروا نہیں تھی کہ اس کے والدین مائیکل کو پسند کریں گے یا نہیں۔

مائیکل کو احساس تھا کہ یہ شادی اسے اس کی ”فیملی“ سے کچھ اور دور کر دے گی لیکن وہ اپنی پسند کے سانسے مجبور تھا۔ ابھی ان دونوں کو تعلیم بھی مکمل کرنی تھی لیکن انہیں امید تھی کہ شادی ان کی تعلیم کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گی۔

اس رات انہوں نے کھانا باہر کھایا۔ تھیر گئے۔ ایک دوسرے کی رفاقت میں انہوں نے بہت خوشی خوشی وقت گزارا۔ جب وہ ہوٹل واپس پہنچے تو لابی میں مائیکل نے نیوز اسٹینڈ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”تم ذرا وہاں سے شام کے اخبارات لے آؤ۔ میں اس وقت تک ریسپشن سے کمرے کی چابی لیتا ہوں۔“

استقبالیہ کاؤنٹر پر کافی لوگ موجود تھے اور کاؤنٹر کلرک ایک ہی تھا۔ مائیکل کو چابی لینے میں کچھ دیر لگ گئی۔ چابی لینے کے بعد اس نے ادھر ادھر دیکھا تو اسے احساس ہوا کہ ’کے‘ ابھی تک نیوز اسٹینڈ پر ہی کھڑی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک اخبار تھا اور وہ ایک ٹک اکی کو دیکھے جا رہی تھی۔

مائیکل اس کے قریب پہنچا تو اس نے سر اٹھا کر مائیکل کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

”اوہ..... مائیک..... مائیک.....!“ وہ گلوگیر آواز میں صرف اتنا ہی کہہ سکی۔ اس کی آواز کو یا اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔

مائیکل نے اس کے ہاتھ سے اخبار لے لیا۔ سب سے پہلے اس کی نظر جس چیز پر پڑی، وہ اس کے باپ کی بڑی سی تصویر تھی جو اخبار کے پہلے صفحے پر، بالائی حصے میں نمایاں انداز میں چھپی ہوئی تھی۔ تصویر میں ڈون کارلیوں سڑک پر بڑا دکھائی دے رہا تھا اور اس

”گاڑی میں بیٹھ جاؤ۔“ سولوز ورنی سے بولا۔ ”اگر ہمارا مقصد تمہیں ہلاک ہوتا تو اب تک تم ہلاک ہو چکے ہوتے۔ مجھ پر بھروسہ کرو۔“

ہیگن کو اس پر بھروسا تو خیر کیا کرتا تھا..... لیکن وہ خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ گیا۔

☆.....☆.....☆

مائیکل نے ہیگن سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ آئندہ روز نیویارک پہنچے گا۔ درحقیقت وہ اس وقت نیویارک ہی میں تھا اور کے ایڈمز کے ساتھ ایک ہوٹل میں مقیم تھا جو یگن آفس سے بمشکل ایک میل دور تھا۔

اس نے جب ہیگن سے بات کرنے کے بعد فون بند کیا تو ’کے‘ اپنی سکر بجاتے ہوئے بولی۔ ”مائیکل! تم تو جھوٹ بھی خاصی سٹھائی سے بول لیتے ہو!“

”اس وقت تو تمہاری وجہ سے ہی جھوٹ بولنا پڑا ہے.....“ مائیکل اپنا بازو اٹھ کر گرد حائل کرتے ہوئے بولا۔ ”اگر میں بتا دیتا کہ اس وقت ہم دونوں نیویارک میں ہیں تو ہمیں اسی وقت پاپا کے گھر جانا پڑتا۔ پھر نہ تو ہم باہر کھانا کھا سکتے تھے نہ تھیر دیکھ گھومنے پھرنے جاسکتے تھے۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ پاپا کی کچھ اخلاقی اقدار ہیں۔ ا کے گھر میں کوئی لڑکا لڑکی شادی سے پہلے ایک کمرے میں نہیں ہو سکتے۔ ہم پر بھی آج اس قسم کی پابندیاں لاگو ہو جاتیں۔ اب ہم کم از کم ایک رات اور آزادی سے گزار لے گے۔“

مائیکل محسوس کرتا تھا کہ ’کے‘ اس کے خوابوں کی لڑکی تھی۔ اسے اپنی زندگی ایسی ہی ساتھی کی ضرورت تھی۔ اس کا سراپا، اس کی عادتیں، اس کے انداز و اطوار اس کی جوشی..... سبھی کچھ مائیکل کو پسند تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ وہ کمرس کے ہفتے کے دوران سٹی ہال جا کر سادگی سے شادی کر لیں گے۔ تاہم مائیکل نے ’کے‘ کو بتا دیا تھا کہ وہ۔

باپ کو شادی کے بارے میں ضرور بتا دے گا۔

اسے امید تھی کہ اس کا باپ اس شادی پر اعتراض نہیں کرے گا البتہ اگر مائیکل

ہوں۔“

لاٹک بچ پر واقع اس کے گھر کے دونوں ٹیلیفون بڑی تھے۔ مائیکل مسلسل نمبر ملانے کی کوشش کرتا رہا اور مسلسل اسے دونوں نمبروں سے انگیج کی ٹون سنائی دیتی رہی تاہم اس نے کوشش جاری رکھی اور آخر کار بیس منٹ بعد سلسلہ مل ہی گیا۔

”دیس؟“ دوسری طرف سے سنائی دینے والی آواز سنی کی تھی۔ اس کے لہجے میں تناؤ تھا۔

”سنی! یہ میں ہوں۔“ مائیکل بولا۔

”اوہ!“ سنی کے لہجے میں اطمینان جھلک آیا۔ ”تم کہاں تھے؟ ہم تو تمہارے بارے میں سخت پریشان تھے۔ میں نے تمہاری تلاش میں اس قصبے کی طرف آدمی بھی روانہ کر دیئے تھے جہاں تمہارا کالج اور ہوٹل ہے۔“

”پاپا کیسے ہیں؟ وہ کتنے زخمی ہوئے ہیں؟“ مائیکل نے بے تابی سے پوچھا۔  
 ”بہت بری طرح زخمی ہوئے ہیں۔ انہیں پانچ گولیاں لگی ہیں۔ لیکن..... بہر حال وہ سخت جان آدمی ہیں۔“ سنی کے لہجے میں فخر تھا۔ ”ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ بچ جائیں گے۔ دیکھو..... میں زیادہ لمبی بات نہیں کر سکتا۔ میں بہت مصروف ہوں اور فون کو بھی زیادہ دیر انگیج نہیں رکھا جاسکتا۔ کالز مسلسل آرہی ہیں۔ یہ بتاؤ تم ہو کہاں؟“  
 ”میں نیویارک میں ہی ہوں۔ کیا لیگن نے تمہیں بتایا کہ میں بذریعہ کار یہاں آرہا تھا؟“ مائیکل بولا۔

”نہیں۔“ سنی کی آواز کچھ نیچی ہو گئی۔ ”ہیکن ہمیں یہ اطلاع نہیں دے سکا کیونکہ اسے انوا کیا گیا ہے۔ اسی لئے میں تمہاری طرف سے بھی فکر مند تھا۔ لیکن کی بیوی یہاں موجود ہے، نہ تو اسے معلوم ہے کہ لیگن کو کس نے انوا کیا ہے اور نہ ہی پولیس کو اس سلسلے میں کچھ معلوم ہے۔ میں چاہتا بھی نہیں ہوں کہ انہیں کچھ معلوم ہو۔ جن لوگوں نے یہ سب کچھ کیا ہے، ان کے شاید دماغ خراب ہو گئے ہیں۔ بس تم فوراً گھر آ جاؤ اور اپنی زبان بند

کے سر کے گرد بہت سا خون پھیلا ہوا تھا۔ ایک شخص اس کے قریب بیٹھا بچوں کی طرح روتا تھا۔ وہ مائیکل کا بھائی فریڈ تھا۔

مائیکل کو یوں لگا جیسے یک لخت اس کا خون اس کی رگوں میں خیم گیا ہو۔ وہ خود بھی نہیں جان سکا کہ اس کی یہ کیفیت دکھ سے تھی..... خوف سے..... یا پھر غیظ و غضب سے.....؟

دوسرے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھالا اور ’کے‘ کو بازو سے تھام کر لفٹ کی طرف لے گیا۔ اوپر اپنے کمرے میں پہنچ کر اسے بیڈ کے کنارے پر بیٹھ کر اخبار کھولا۔ شہ سرنخی تھی۔  
 ”ڈون کارلیون کو گولی مار دی گئی۔ مبینہ گینگ لیڈر شہید زخمی۔ پولیس کی بھاری

نفری کی حفاظت میں ڈون کا آپریشن۔ گینگ وار کا خدشہ.....“  
 مائیکل کو اپنی ٹانگوں میں نقابہ محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ حوصلہ مجتمع کر کے ’کے‘ سے مخاطب ہوا۔ ”خدا کا شکر ہے پاپا زندہ ہیں..... جن کتوں نے بھی ان پر حملہ کیا ہے، وہ بہر حال انہیں ہلاک کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔“

پھر مائیکل نے پوری خبر پڑھی اس کے باپ پر حملہ شام پانچ بجے قریب ہوا تھا اس کا مطلب تھا کہ جس وقت مائیکل عیش و نشاط کی کھڑیاں گزار رہا تھا..... باہر رومان پورہ ماحول میں کھانا کھا رہا تھا..... تھیر سے لطف اندوز ہو رہا تھا..... اس دوران میں اس کے باپ پر فائرنگ ہو چکی تھی اور وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ ایک قسم کے احساس جرم سے مائیکل کا دل مرجانے کو چاہا۔

”کیا ہم اسپتال چلیں؟“ ’کے‘ نے پوچھا۔

مائیکل نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”پہلے میں گھر فون کرتا ہوں۔ جن لوگوں نے اتنا بڑا قدم اٹھایا ہے، لگتا ہے ان کے دماغ ٹھکانے پر نہیں ہیں..... اور اب جبکہ انہیں معلوم ہو چکا ہوگا کہ باپ مرے نہیں..... بچ گئے ہیں..... تو وہ اور بھی زیادہ دیوانگی کے عالم میں کوئی بھی قدم اٹھا سکتے ہیں۔ پہلے میں تازہ ترین صورت حال معلوم کرنے کی کوشش کرنا

پھر ہنڈلنگ گئی ہے..... فلو ہو گیا ہے۔ وہ گھر پہ آرام کر رہا ہے۔“

ڈون نے ایک لمحے سوچا اور کہا۔ ”اس مہینے میں گھٹو کو تیسری مرتبہ فلو ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں کوئی زیادہ صحت مند آدمی تلاش کرنا چاہئے جو گھٹو کی جگہ ذمے داریاں سنبھالے اور کم بیمار ہوا کرے۔ تم ہیگن سے اس سلسلے میں بات کرو۔“

”گھٹو اچھا نوجوان ہے۔ میرا خیال ہے وہ یہاں بازی نہیں کرتا۔“ فریڈ نے مکیو کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔ ”کبھی کبھار اس کی جگہ مجھے گاڑی چلائی پڑ جاتی ہے تو اس سے مجھے کوئی رحمت نہیں ہوتی۔“

فریڈ باہر چلا گیا۔ ڈون چلتے چلتے ہیگن کو فون کرنے رک گیا مگر ہیگن کے دفتر میں کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ پھر ڈون نے اپنے گھر کے اس کمرے میں فون کیا جسے ہیگن دفتر کے طور پر استعمال کرتا تھا اور جہاں ڈون بھی اس کے ساتھ بیٹھ کر مختلف معاملات پر تبادلہ خیال کرتا تھا یا کاروباری ملاقاتیں کرتا تھا۔ اس کمرے میں بھی کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ اس کا مطلب تھا کہ ہیگن وہاں بھی نہیں پہنچا تھا۔

ڈون نے قدرے ناگواری محسوس کرتے ہوئے نیچے جھانکا۔ اس کا بیٹا فریڈ پارکنگ لاٹ سے گاڑی نکال لایا تھا اور سڑک کے دوسری طرف اس سے ٹیک لگائے، ڈون کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ڈون کا دفتر دوسری منزل پر تھا۔ وہ سیڑھیوں کے راستے ہی نیچے چل دیا۔

سردی کے باعث باہر سرشام ہی سرمئی دھندلاہٹ سی پھیلنے لگی تھی۔ تاہم کمرس کی شانگ کرنے والے کافی تعداد میں ادھر ادھر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ فریڈ دونوں ہاتھ بغلوں میں دبائے بڑی سی بیوک سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے سڑک کے دوسری طرف سے باپ کو بلڈنگ کے دروازے سے باہر آتے دیکھا تو دروازہ کھول کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے انجن اسٹارٹ کر دیا۔

ڈون فٹ ماتھ سے اتر کر سڑک عبور کرنے ہی لگا تھا کہ اس کے عقب میں

رکھنا..... اوکے؟“

”اوکے۔“ مائیکل نے کہا۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے یہ کن لوگوں کی حرکت ہے؟“

”یقیناً.....“ سنی نے جواب دیا۔ ”برای اس وقت کہیں گیا ہوا ہے۔ اسے دباؤ آجانے دو۔ جن لوگوں نے یہ حرکت کی ہے، ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔“

”میں ایک گھنٹے تک پہنچ رہا ہوں..... نیکیسی میں.....“ مائیکل نے کہا اور فون بند دیا۔

اخبارات کو آئے کم از کم تین گھنٹے گزر چکے تھے۔ مائیکل کو یقین تھا کہ اس دورا یہ خبر کئی ریڈیو اسٹیشنز سے بھی نشر ہو چکی تھی۔ برای جہاں بھی تھا، اس تک یہ خبر پہنچ جا چاہئے تھی۔ کیا اس نے ابھی تک خبر نہیں سنی تھی؟ یہ ممکن نہیں تھا..... اگر اس نے خبر سن لی تو وہ اب تک کہاں غائب تھا؟

ہیگن اس وقت جہاں موجود تھا، وہاں اس کے دماغ میں بھی یہی سوال گونج رہا اور یہی سوال اس وقت لانگ بیچ پر واقع حویلی نما مکان میں بیٹھے سنی کو تشویش میں مبتلا کر تھا!

☆.....☆.....☆

اس شام پونے پانچ بجے تک ڈون کارلیون اپنے دفتر میں کچھ کاغذات کا جائزہ لینے کے بعد گویا دفتری کاموں سے فارغ ہو چکا تھا۔ یہ کاغذات اسے زیون کا نام اپورٹ کرنے والی اس کمپنی کے منیجر نے بھجوائے تھے۔ ڈون کا دفتر شہر کے مرکزی کاروباری علاقے کی ایک بلڈنگ میں تھا۔

ڈون نے اٹھ کر کوٹ پہنا اور جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ دوسری میز پر فریڈ چہرے کے سامنے اخبار پھیلائے بیٹھا تھا۔ ڈون آہستگی سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا بولا۔ ”گھٹو سے کہو گاڑی نکالے، ہمیں گھر جانا ہے۔“

”گاڑی مجھے خود ہی نکالنی پڑے گی۔ گھٹو نہیں آیا ہے۔“ فریڈ نے بتایا۔

تھے۔ وہ بھاگ گئے اور سڑک کے کونے پر سڑک غائب ہو گئے۔

شاہنگ کرنے والے لوگ بھی بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔ جس کا مدھمنہ اٹھا تھا، چلا گیا تھا، بعض نے عمارتوں اور ستونوں کی اوٹ میں پناہ لی تھی۔ بعض تو عمارتوں کے سامنے آمدورفت کے لئے استعمال ہونے والے برآمدوں میں لیٹ بھی گئے تھے۔ چند لمحوں کے لئے تو دیرانی سی چھا گئی اور یوں لگا جیسے چوڑی سڑک پر اپنے ہی خون میں تھڑے ہوئے ڈون اور اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے اس کے بیٹے کے سوا وہاں کوئی نہیں تھا۔ چند لمحے پہلے جہاں کرسس کی چہل پہل تھی وہاں اب سرد شام کا ملگجا اندھیرا گویا خاموشی کی زبان میں نوحہ کناں تھا۔

آخر کچھ لوگ ہمت کر کے آگے آئے اور فریڈ کو دلا سہ دینے لگے۔ اسی اثناء میں پولیس کار بھی آن پہنچی۔ ان کے پیچھے پیچھے ”ڈیلی نیوز“ کی گاڑی تھی جس سے فوٹو گرافر چھلانگ لگا کر اتر اور اس نے ایک لمحہ ضائع کئے بغیر وہ تصویر بنائی جس نے کچھ ہی دیر بعد شام کے اخباروں اور ان کے ضمیموں میں شائع ہو کر شہر میں سنسنی پھیلا دی۔ پولیس اور ریڈیو اسٹیشنز کی مزید گاڑیاں بھی چلی آ رہی تھیں۔

☆.....☆.....☆

ڈون کارلیون پر فائرنگ کے آدھے گھنٹے بعد سنی کو پانچ فون کالز چند منٹ کے اندر اندر آئیں۔ پہلی کال پولیس کے سرانگرساں جون فلیس کی تھی۔ اس کی سربراہی میں پہلی پولیس کار جائے واردات پر پہنچی تھی۔ سرانگرساں جون فلیس ”فیملی“ کا نمک خوار تھا۔ ان کے بے رول پر تھا۔

اس نے فون پر سنی کو اپنا نام بتائے بغیر کہا۔ ”میری آواز پہچان رہے ہو؟“  
 ”ہاں.....“ سنی نے قدرے بھاری آواز میں کہا۔ وہ اس وقت قیلولہ کر کے اٹھا تھا جب اس کی بیوی نے بتایا کہ اس کے لئے بہت ضروری ٹیلیفون کال ہے۔  
 فلیس بلا تہدید تیزی سے بولا۔ ”تقریباً آدھا گھنٹہ پہلے تمہارے والد کو کسی نے

بلڈنگ کی اوٹ سے دو آدمی نمودار ہوئے۔ وہ گہرے رنگوں کے اور کوٹ پہنے ہوئے اور ان کے ہیٹ اس طرح جھکے ہوئے تھے کہ چہرے نظر نہیں آرہے تھے۔ حالانکہ وہ ڈون کے عقب میں تھے مگر ڈون کو گویا اس کی چھٹی حس نے ان کے بارے میں خبردار کر دیا۔ نے گردن گھما کر ان کی طرف دیکھا اور اسی لمحے گویا اسے معلوم ہو گیا کہ کیا ہونے والا تھا ”فریڈ فریڈ“ وہ چیختے ہوئے گاڑی کی طرف دوڑا۔ اس کی جہاز اور عمر کو دیکھتے ہوئے اس کی پھرتی حیرت انگیز تھی۔

ان دونوں نامعلوم افراد کو شاید اس طرح بروقت اس کے خبردار ہو جانے اور تیزی سے بھاگ اٹھنے کی توقع نہیں تھی۔ انہوں نے بجلت میں اپنے ریو اور نکالے فائرنگ شروع کر دی۔ ایک گولی ڈون کی کمر میں لگی جس نے اسے گویا مزید طاقت سے کی طرف دھکیل دیا۔ پھر دو گولیاں اس کے کولہوں پر لگیں جن کی وجہ سے وہ گر گیا اور سڑک لڑھکتا چلا گیا۔

اس وقت تک فریڈ گاڑی سے اتر آیا تھا اور گاڑی کی آڑ میں کھڑا اس کے اوپر یہ منظر دیکھ رہا تھا لیکن شاید فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کیا ہو رہا تھا۔ اس آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اسی لمحے ان دونوں حملہ آوروں نے گویا ڈون کو یقینی طور پر ہار کرنے کے لئے مزید فائر کئے۔ دو گولیاں اور ڈون کے لگیں۔ ایک اس کے بازو گوشت میں اور دوسری پنڈلی میں پیوست ہوئی۔

ڈون کی خوش قسمتی تھی کہ کوئی بھی گولی اس کے جسم کے کسی ایسے حصے میں نہیں تھی کہ فوری طور پر اس کی موت واقع ہو جاتی لیکن اس کے زخموں سے خون تیزی سے بہا تھا۔ جہاں وہ گرا تھا، وہاں خون کا تالاب سا بن گیا تھا۔ اس کا سر بھی اس کے اپنے ہی میں ٹکا ہوا تھا اور وہ ہوش و حواس کھو چکا تھا۔ وہ بیچ سڑک پر ساکت پڑا تھا۔  
 فریڈ کو گویا سکتے سا ہو گیا تھا۔ اس کے پاس ریو اور موجود تھا لیکن وہ گویا اسے بھول گیا تھا۔ حملہ آور چاہتے تو اسے بھی نشانہ بنا سکتے تھے لیکن شاید وہ بھی بدحواس ہو

وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے سب سے پہلے لیگن کو فون کرنا چاہئے تھا لیکن ابھی اس نے فون کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف ایک بک میکر تھا جو ”فیملی“ کی سرپرستی میں کام کرتا تھا۔ اس کا ٹھکانا ڈون کے آفس سے کچھ دور تھا۔ وہ گھوڑوں کی ریس کے سلسلے میں اپنے طور پر شرطیں بک کرنے کا کام کرتا تھا۔

اس نے سنی کو یہ اطلاع دینے کے لئے فون کیا تھا کہ ڈون کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا گیا ہے۔ اس سے چند سوالات کرنے پر سنی کو اندازہ ہوا کہ اسے اس کے کسی خبر نے یہ اطلاع دی تھی جو جائے وقوعہ کے زیادہ قریب نہیں پہنچ سکا تھا۔ اس نے دور سے سب کچھ دیکھا تھا۔

سنی نے بک میکر کو یہ بتا کر فون بند کر دیا کہ اس کی فراہم کردہ اطلاع بے کار ہے، اسے زیادہ معتبر ذرائع سے صحیح خبر مل چکی تھی۔ ابھی سنی نے ریسیور رکھا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بج اٹھی۔ اس بار دوسری طرف ”ڈیلی نیوز“ کا نمائندہ تھا۔ اس نے جونہی اپنا تعارف کرایا، سنی نے فون بند کر دیا۔

اس نے لیگن کے گھر کا نمبر ملایا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ لیگن ابھی گھر نہیں پہنچا تھا۔ لیکن رات کو کھانے کے وقت تک اس کی آمد متوقع تھی۔  
”وہ جیسے ہی گھر آئے..... اس سے کہنا کہ فوراً مجھے فون کرے۔“ سنی نے ہدایت کی اور فون بند کر دیا۔

وہ ایک بار پھر صورت حال پر غور کرنے لگا۔ وہ فیصلہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس قسم کی صورت میں..... ڈون کی تربیت کی روشنی میں اسے کیا کرنا چاہئے تھا؟ اسے یہ تو یقین تھا کہ حملہ سولوزو نے کرایا تھا لیکن ڈون جتنی بڑی شخصیت پر حملہ کرنے کے لئے صرف سولوزو کی اپنی جرات کافی نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے پیچھے یقیناً کچھ اور طاقتور لوگ تھے اور اس اقدام میں سولوزو کو ان کی سرپرستی حاصل تھی۔

ان کے آفس کے سامنے گولی مار دی ہے۔ وہ زندہ ہیں مگر بری طرح زخمی ہیں۔ انہیں ہسپتال لے جایا گیا ہے۔ تمہارے بھائی فریڈ کو پوچھ گچھ کے لئے چلیسی پولیس اسٹیشن جایا گیا ہے۔ امید ہے اسے ضروری سوالات کے بعد جلد ہی چھوڑ دیا جائے گا۔ تم اس پاس جاؤ تو اپنے ڈاکٹر کو ساتھ لے کر جانا۔ وہ شاک کی سی کیفیت میں ہے۔ میں اس کو ہسپتال جا رہا ہوں۔ اگر تمہارے والد بولنے کے قابل ہوئے تو میں دوسرے آفیسرز کے ساتھ مل کر ان سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں گا اور تمہیں تازہ ترین صور حال سے آگاہ کرتا رہوں گا۔“

سنی کی بیوی سینڈرا ٹیلیفون والی میز کے قریب ہی کھڑی تھی اور اپنے شوہر کے چہرے پر تغیر نمودار ہوتے دیکھ رہی تھی۔ سنی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں اندرونی غنا و غصہ سے گویا سلگنے لگی تھیں۔

”کیا بات ہے؟“ سینڈرا نے سرگوشی میں پوچھا۔

سنی نے ہاتھ ہلا کر اسے دور ہٹنے کا اشارہ کیا پھر گھوم کر اس کی طرف پیٹھ کر ہوئے فون پر بولا۔ ”تمہیں یقین ہے کہ وہ زندہ ہیں؟“

”ہاں..... مجھے یقین ہے۔“ دوسری طرف سے سر اغرساں فلیس نے جواب دیا۔ ”ان کا خون تو بہت ضائع ہو گیا ہے اور ظاہری حالت بھی کافی خراب نظر آ رہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے ان کی زندگی کو خطرہ لاحق نہیں ہے۔“

”شکریہ۔“ سنی نے کہا اور فون بند کر کے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھا رہے۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی شخصیت کا سب سے خراب پہلو اس کا غصہ تھا اور اس وقت غصے یا اشتعال کی زو میں بہہ جانا مہلک ثابت ہو سکتا تھا۔ اسے کچھ بھی کرنا تھا اپنی عقل، حواس اور دماغ کو ٹھکانے پر رکھ کر کرنا تھا ورنہ اس سے کوئی بھلائی غلطی سرزد ہو سکتی تھی..... اور اس وقت جبکہ ڈون، ہسپتال میں موت اور زندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا، وہ کسی غلطی کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔

اس نے بیوی کو لیگن کے انوا کے بارے میں نہیں بتایا۔ اسی اثناء میں فون کی گھنٹی  
نچوٹیں مرتبہ بج اٹھی۔ سنی نے ریسپور اٹھایا۔ اس بار دوسری طرف میز اٹھا۔ جذبات کی  
مدت کے باعث اس کی آواز کے ساتھ سانسوں کی خرخر اٹھ بھی سنائی دے رہی تھی۔  
”کیا تم نے اپنے والد کے بارے میں خبر سن لی؟“ اس نے پوچھا۔  
”ہاں.....“ نے جواب دیا۔ ”لیکن وہ زندہ ہیں۔“

”اوہ.....! خدا کا شکر ہے.....“ میز ا کے لہجے میں طمانیت آگئی۔ ”میں نے تو  
نا تھا کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔“

”نہیں..... وہ زندہ ہیں۔“ سنی نے جواب دیا۔ وہ میز ا کے لہجے کے اتار  
ڑھاؤ پر بہت توجہ دے رہا تھا۔ پہلے میز ا کی تشویش..... اور پھر اس کی طمانیت سی کو حقیقی ہی  
سوس ہوئی تھی لیکن پھر بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا۔ میز ا جس قسم کی ذمے داریاں  
جام دیتا تھا، ان میں اکثر اداکاری کی بھی ضرورت پڑتی تھی..... جو وہ بڑی کامیابی سے کر  
تا تھا۔ سنی اس وقت نئے سرے سے..... اور بہت سوچ بچار کے بعد اپنے قریبی ساتھیوں  
کے بارے میں رائے قائم کرنا چاہتا تھا۔

”تمہارے کندھوں پر بڑی بھاری ذمے داری آن پڑی ہے سنی!“ میز ا کہہ رہا  
”مجھے بتاؤ..... میں کیا کروں؟ میرے لئے کیا حکم ہے؟“

”پاپا کے گھر پہنچو..... اور گھنٹہ کو ساتھ لے کر آؤ۔“ سنی نے ہدایت کی۔  
”بس.....؟“ میز ا نے قدرے حیرت سے کہا۔ ”تمہارے گھر اور اسپتال پر نظر  
کئے کے لئے کچھ آدمی نہ بھیجوں؟“

”نہیں..... میں صرف تم سے اور گھنٹہ سے ملنا چاہتا ہوں۔“ سنی بولا۔

میز ا ایک لمحے خاموش رہا۔ شاید اس نے سنی کے لہجے میں شک کی پرچھائیں  
سوس کر لی تھی۔ سنی اس کا یہ تاثر دور کرنے کے لئے جلدی سے بولا۔ ”اس واقعے کے وقت  
میں کہاں تھا؟ وہ کیا کر رہا تھا؟“

چوتھی بار فون کی گھنٹی بجی تو اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ اس نے ر  
اٹھا کر ”ہیلو“ کہا۔  
”سینی ٹینو کار لیون.....؟“ دوسری طرف سے کسی نے اس کا پورا نام۔  
”تصدیق چاہی۔“

”ہاں۔“ سنی نے جواب دیا۔

تب دوسری طرف سے نہایت نرم لہجے میں کہا گیا۔ ”نام لیگن ہمارے قنبے  
ہے۔ تین گھنٹے بعد اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ وہ تمہارے پاس ہماری ایک تجویز.....  
کاروباری پیشکش لے کر آئے گا۔ اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا، اس کی بات سننے  
پہلے جلد بازی اور اشتعال میں کوئی قدم نہ اٹھانا۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں..... صرف فائدہ  
ہی نقصان ہوگا۔ جو ہو چکا، اسے بدلنا نہیں جاسکتا۔ اب ہم سب کو بھی جو فیصلہ کرنا ہوگا  
بہت سوچ سمجھ کر..... عقل اور تحمل سے کرنا ہوگا۔ تمہارا غصہ مشہور ہے لیکن اس غصے کو بے  
چھوڑ دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔“ بولنے والے کے لہجے میں خفیف سا استہزاء  
جھلک آیا۔ سنی کوشش ہو رہا تھا کہ وہ سولو زو تھا جو آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”لیگن آکر جو کچھ تم سے کہے گا، ہم اس کے جواب کا انتظار کریں گے۔“  
لمحے کے توقف کے بعد دوسری طرف سے کہا گیا اور سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ سنی نے ا  
دیکھی اور ایک کاغذ پر اس کال کا نام ٹوٹ کر لیا۔

اس کی بیوی پریشان ہو کر ایک بار پھر پوچھے بغیر نہیں رہ سکی۔ ”سنی! آخر با  
ہے؟“

”کسی نے پاپا کو گولی مار دی ہے۔“ وہ ہر سکون لہجے میں بولا۔  
بیوی کی آنکھیں پھیلنے اور چہرے پر دہشت کے آثار نمودار ہوتے دیکھ  
جلدی سے بولا۔ ”پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، وہ زندہ ہیں اور امید ہے فی الحال  
کوئی بری خبر سننے کو نہیں ملے گی۔“

اور ہدایات پر عمل کرنا۔ اگر تمہیں مجھ سے بات کرنے کی ضرورت پڑے تو پاپا کے خاص نمبر پر فون کر لینا۔ لیکن صرف اسی وقت کرنا جب کوئی بہت ضروری بات ہو۔۔۔۔۔ اور ہاں۔۔۔۔۔ فکر مند یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔“

وہ گھر سے باہر آ گیا۔ شام کا اندھیرا گہرا ہو گیا تھا اور دمبیر کی سرد ہوا چل رہی تھی۔ سنی کو گھر سے نکل کر سڑک پر قدم رکھتے وقت کوئی خوف محسوس نہیں ہوا۔ چھوٹی سی یہ سڑک پر گویا ان کے اپنے ہی گھروں کا ایک حصہ تھی۔ یہ سڑک ایک سرے کی طرف سے بندھی اور دوسرا داخلے کے ایک تنگ راستے کی طرح تھا۔ سڑک پر دونوں طرف نیم دائروں کی صورت میں ”فیملی“ ہی کے آٹھ طویل و عریض حویلی نما مکانات تھے۔ وہ سب کے سب ڈون کار لیون کی ملکیت تھے۔

بیرونی سرے کے دونوں طرف کے دو مکانوں میں چلی منزلوں پر ”فیملی“ کے لئے کام کرنے والے وہ خاص خاص لوگ رہتے تھے جن کی اپنی کوئی فیملی نہیں تھی۔ بالائی منزلوں پر فیملی والے لوگ رہتے تھے۔ باقی چھ مکانوں میں سے ایک ٹیکن اور اس کی فیملی کے لئے مخصوص تھا۔ ایک میں سنی رہتا تھا۔ ایک میں خود ڈون رہتا تھا اس کا مکان دیگر مکانوں کے مقابلے میں کم نمایاں اور کم ہر شکوہ تھا۔ باقی تین مکان ڈون نے کچھ مصلحتوں کے تحت اپنے بعض ریٹائرڈ دوستوں کو کرائے کے بغیر، اس وعدے پر دے رکھے تھے کہ ضرورت کے وقت وہ انہیں فوراً خالی کر دیں گے۔ یوں یہ خاصا بڑا علاقہ گویا ڈون کا اپنا ایک قلعہ۔۔۔۔۔ ہٹائیک خفائی حصار تھا جس میں گھسنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ ان مکانوں پر فلڈ لائٹس لگی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے یہاں رات میں بھی دن کا سماں رہتا تھا۔ یہاں کوئی چھپ کر نہیں آ سکتا تھا۔

سنی سڑک عبور کر کے اپنے باپ کے گھر کی طرف چلا گیا۔ گیٹ کے تالے کی ایک چابی اس کے پاس بھی رہتی تھی۔ وہ تالا کھول کر اندر جا پہنچا اور اونچی آواز میں بولا۔

”ماما! آپ کہاں ہیں؟“

میزا کے سانسوں کی خرخراہٹ اب تھم چکی تھی۔ وہ محتاط لہجے میں بولا۔ ”ممیو تھا۔ اسے فلو ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ گھر پہ تھا۔ اس مرتبہ موسم سرما کے دوران وہ کئی مرتبہ ہوا ہے۔“

سنی چونک کر بولا۔ ”پچھلے دو مہینوں کے دوران کتنی مرتبہ وہ گھر پر رہا ہے؟“

”تین یا چار مرتبہ۔۔۔۔۔“ میزا نے جواب دیا۔ ”میں نے فریڈ سے کئی مرتبہ کہا کہ اگر وہ چاہے تو میں اس کے اور ڈون کے ساتھ رہنے کے لئے کسی دوسرے آدمی کی ڈاگاہوں۔ لیکن فریڈ نے انکار کر دیا۔ کچھ کو ہٹانے کا کوئی خاص جواز بھی نظر نہیں آتا۔ پچھلے دس سال سے وہ ہمارے ساتھ ٹھیک ہی چل رہا تھا۔ اور بھروسے کا آدمی ثابت تھا۔“

”ہاں۔۔۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ لیکن بہر حال تم پاپا کے گھر کی طرف آتے وقت اس میں اسے بھی ساتھ لے لینا۔ خواہ اس کی طبیعت کتنی ہی خراب ہو، سمجھ گئے؟“ جواب کا انہں نے بغیر اس نے فون بند کر دیا۔

اس کی بیوی سینڈرا چپکے چپکے رو رہی تھی۔ وہ ایک لمبے اس کی طرف دیکھتا رہا کھر درے لہجے میں بولا۔ ”اگر ہمارے آدمیوں میں سے کسی کا فون آئے تو اس سے کہہ مجھے پاپا کے گھر۔۔۔۔۔ ان کے خاص نمبر پر کال کر لے۔ اگر کوئی آدمی فون کرے تو تم آپ کو حالات سے بالکل بے خبر ظاہر کرنا۔ اگر ٹیکن کی بیوی کا فون آئے تو اس سے کہہ ٹیکن شاید کافی دیر تک گھر نہ پہنچے۔ وہ ایک ضروری کام سے گیا ہوا ہے۔ سمجھ گئیں؟“

اس کی بیوی نے خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ ایک لمبے وہیں کھڑا اور سوچتا رہا پھر دوبارہ بیوی سے مخاطب ہوا۔ ”شاید ہمارے دو تین آدمی اس گھر میں قیام کریں۔۔۔۔۔“

سینڈرا کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوتے دیکھ کر وہ جلدی بولا۔ ”تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، وہ جس طرح کہیں، اس طرح کرنا۔ ان کے مشورے“

بندوبست کرنے کی ہدایت کی۔ ان میں سے کچھ کو اسپتال میں داخل ڈون کے گرد حفاظتی حصار قائم کرنے کے لئے جانا تھا اور کچھ کو لانگ بیچ والے گھروں کی حفاظت کے لئے آنا تھا۔

”کیا دشمنوں نے میزرا کو بھی ہلاک کر دیا ہے؟“ ٹیسو نے پوچھا۔

”نہیں.....“ سنی نے جواب دیا۔ ”لیکن میں فی الحال اس کے آدمیوں سے کام نہیں لیتا چاہتا۔ اس لئے میں اس کا ذکر نہیں کر رہا ہوں۔“

ٹیسو اس کا مطلب فوراً سمجھ گیا اور ایک لمحے کی خاموشی کے بعد بولا۔ ”میں تمہیں وہی نصیحت کرنا چاہوں گا جو ایسے کسی موقع پر تمہارا باپ بھی تمہیں کرتا..... میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ نتائج اخذ کرنے میں جلد بازی نہ کرنا..... مجھے یقین ہے کہ میزرا غدار نہیں ہو سکتا۔ وہ ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔“

”نصیحت کا شکریہ۔“ سنی بولا۔ ”خیال تو میرا بھی یہی ہے..... لیکن میں صرف احتیاط برت رہا ہوں..... اور ہاں..... میرا سب سے چھوٹا بھائی مائیکل نیو ہمشائر کے قصبے یونور میں کالج میں پڑھتا ہے اور ہوسٹل میں رہتا ہے۔ کچھ آدمی اسے حفاظت سے لانے کے لئے بھی بھیج دو۔ کہیں یہ آگ زیادہ دور تک نہ پھیل جائے۔ میں مائیکل کو فون کر کے بتا دوں گا کہ ہمارے آدمی اسے لینے آئیں گے..... تاکہ وہ انہیں دیکھ کر پریشان نہ ہو جائے۔ میں ہر پہلو سے محتاط رہنے کی کوشش کر رہا ہوں۔“

”بالکل ٹھیک ہے..... کوئی فکر نہ کرو..... میں تمام انتظامات کرتے ہی تمہارے پیادوں کو گھر پہنچ رہا ہوں۔ میرے آدمیوں کو تو تم پہچان ہی لو گے؟“

”ہاں۔“ سنی نے جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

پھر اس نے ایک اور مقفل دراز سے چڑے کی فلی جلد والی ایک نوٹ بک نکالی۔ یہ ایک خاص نوٹ بک تھی۔ اس میں ان تمام افراد کے نام اور فون نمبر درج تھے جنہیں کسی مخصوص تاریخ پر ”فیلی“ کی طرف سے کوئی مخصوص رقم ”نذرانے“ کے طور پر جاتی تھی اور وہ

اس کی ماں امیرون باندھے کچن سے باہر آئی۔ کچن سے کھانا پکنے کی خوشبو آ رہی تھی۔ سنی نے کچھ کہنے سے پہلے ماں کو بازو سے پکڑ کر کچن کے قریب پڑی ہوئی ایک کرسی بٹھا دیا۔ پھر وہ اپنے لہجے سے کسی قسم کا ہیجان ظاہر کئے بغیر بولا۔ ”کچھ دیر پہلے مجھے فون اطلاع ملی ہے کہ پایا اسپتال میں ہیں۔ وہ زخمی ہیں لیکن فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں آپ کپڑے بدل لیں۔ تیار ہو جائیں، آپ کو اسپتال جانا ہے۔ میں آپ کے لئے چ منٹ میں گاڑی اور ڈرائیور کو بلوا رہا ہوں۔ اذکے؟“

اس کی ماں ایک لمحے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتی رہی پھر ہنس کر لہجے میں، اطالوی میں بولی۔ ”کیا اسے کسی نے گولی مار دی ہے؟“

سنی نے اثبات میں سر ہلایا۔ اس کی ماں نے ایک لمحے کے لئے افسردہ اندازہ میں سر جھک لیا۔ پھر وہ اٹھ کر کچن میں چلی گئی۔ سنی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس کی ماں نے چولہا بند کیا اور بیڈروم میں چلی گئی۔ سنی کو بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے وہیں کھڑے کھڑے ادھ پکے کھانے کے چند نوالے حلق سے اتارے اور اس کمرے میں آ گیا جہاں کا باپ آفس کے طور پر استعمال کرتا تھا۔

وہاں اس نے ایک مقفل دراز سے اپنے باپ کا خصوصی فون نکالا۔ ڈائریکٹر میں اس فون کا اندراج ایک فرضی نام اور فرضی پتے پر تھا۔ سب سے پہلے اس نے برائے فون کیا لیکن اس کے ہاں کسی نے فون نہیں اٹھایا۔

تب سنی نے ایک اور خاص آدمی کو فون کیا۔ اس کا نام ٹیسو تھا اور وہ بروکلین میں رہتا تھا۔ اس کی حیثیت ڈون کے متبادل سپہ سالار کی سی تھی۔ اصل ”سپہ سالار“ تو برازیل تھا لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ اس اہم موقع پر وہ دستیاب نہیں تھا۔ ویسے تو ”فیلی“ کے میزرا کے فرائض بھی کچھ اس قسم کے تھے لیکن فی الحال میزرا سے کوئی اہم کام لینے سے گریز رہا تھا۔

سنی نے ٹیسو کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ پھر اسے بھروسے کے پچاس آدمیوں

ضرورت پڑنے پر اپنے کام اور شعبے کی مناسبت سے ”فیملی“ سے تعاون کرتے تھے۔ اس میں حروفِ حجبی کی مناسبت سے ترتیب وار نام درج تھے۔

سنی اس نوٹ بک کے صفحات پلٹتا رہا اور پھر ”فیمل“ نام پر اس کی نظر رک گئی اس نام کے آگے جو اندراجات تھے، ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ اسے ہر کمرس کی شام پانچ بجے ڈالر بھیجے جاتے تھے۔

سنی نے اس کا نمبر ملایا اور رابطہ ہونے پر بولا۔ ”فیمل! میں سنی کاریون بول رہی ہوں۔ مجھے تمہاری تھوڑی سی مدد کی ضرورت ہے۔ معاملہ بہت اہم ہے۔ میں تمہیں دو فون نمبر دے رہا ہوں۔ مجھے ریکارڈ چیک کر کے بتاؤ کہ پچھلے تین مہینوں کے دوران ان نمبروں پر کہاں کہاں سے کالز آئی ہیں اور کہاں کہاں کالز گئی ہیں.....“

اس نے فیمل کو میز اور گیسو کے فون نمبر نوٹ کرائے، پھر کہا۔ ”یہ کام اگر آج آدھی رات سے پہلے پہلے ہو جائے تو کمرس کی شام تمہیں مزید ایک بونس بھی ملے گا۔“

اس کے بعد اس نے براسی سے رابطہ کرنے کی ایک اور کوشش کی لیکن اس بار بھی دوسری طرف کسی نے فون نہیں اٹھایا۔ اب اسے براسی کے بارے میں تشویش ہونے لگی اسے بہت سی دوسری چیزوں کے بارے میں غور کرنا تھا اس لئے اس نے براسی کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ اسے امید تھی کہ ڈون پر فائرنگ کی خبر جو نبی براسی تک پہنچے گی، وہ اس کے پاس دوڑ آئے گا۔

اس نے ریو الونگ چیئر کے پٹے سے ٹیک لگا کر اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور آنکھیں بند کر لیں تاکہ اس کا اعصابی تناؤ کچھ کم ہو سکے..... لیکن اس طرح ایک یکسوئی سے سوچنے کا موقع ملا تو گویا اسے صحیح معنوں میں پہلی بار احساس ہوا کہ صورت حال کتنی سنگین تھی۔

اسے معلوم تھا کہ ایک گھنٹے کے اندر اندر گھر ”فیملی“ کے لوگوں سے بھر جائے گا اور اسے ان سب کو بتانا پڑے گا کہ کسے کیا کرنا ہے۔ پچھلے دس سال سکون سے گزرنے کے

ایک بار پھر ”فیملی“ کو ایک سنگین چیلنج کا سامنا تھا۔ ایک بار پھر ”فیملی“ کی طاقت کو لاکھارا لیا تھا۔

نیویارک میں ان جیسی پانچ طاقتور ”فیملیز“ تھیں اور ان میں سے کم از کم کسی ایک کی پشت پناہی کے بغیر سولوز وائٹا بڑا قدم اٹھانے کی جرات نہیں کر سکتا تھا..... اور وہ ”ٹے بی ایف ایف“ ہی ہو سکتی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ دونوں ”فیملیز“ کے درمیان پورے وسائل پروری طاقت کے ساتھ جنگ شروع ہوتی یا پھر سولوز وائی تجویز کردہ شرائط پر کوئی معاہدہ کیا جاتا۔

سنی سفار کا نہ انداز میں مسکرایا۔ مکار سولوز وائی نے کاری وار کیا تھا لیکن اس کی ہمتی تھی کہ ڈون ہلاک نہیں ہوا تھا۔ سولوز وائی اس کی پشت پناہی کرنے والوں سے شینے کے لئے تو براسی ہی کافی تھا لیکن تشویش کی بات یہی تھی کہ براسی کہاں تھا؟ یہ سوال ایک بار پھر سنی کے ذہن میں گویا ڈنک مارنے لگا۔

☆.....☆.....☆

ہیگن کو جس گاڑی میں بٹھایا گیا تھا اس میں اس کے ساتھ ڈرائیور سمیت چار آدمی تھے۔ اسے پچھلی سیٹ پر ان دونوں افراد کے درمیان بٹھایا گیا تھا جو فٹ پاتھ پر اس کے عقب میں آن کھڑے ہوئے تھے۔ سولوز وائی سیٹ پر ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا تھا۔

ہیگن کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے آدمی نے ہاتھ بڑھا کر ہیگن کا ہیٹ اس کے چہرے پر اس طرح جھکا دیا کہ وہ راستے نہ دیکھ سکے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے خبردار بھی کیا۔ ”اپنے جسم کے کسی حصے کو جنبش نہ دینا۔“

سفر زیادہ طویل نہیں تھا۔ صرف بیس منٹ بعد گاڑی ایک جگہ جاری ہیگن کو جب گاڑی سے اتارا گیا تو وہ اسے علاقے کو پہچان نہیں سکا کیونکہ اندھیرا گہرا ہو چکا تھا۔ وہ لوگ اسے تہ خانہ میں واقع ایک اپارٹمنٹ میں لے گئے اور اسے ایک غیر آرام دہ ڈائننگ چیئر پر بٹھادیا گیا۔ سولوز وائی کے مقابل، کچن ٹیبل کے دوسری طرف بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ اس وقت

اسے واپس نہیں لاسکتی۔ تمہیں سنی کو اس بات کا قائل کرنا ہے کہ اب اس موضوع پر لڑتے رہنا اور خنزیری کے ذریعے اپنی طاقت ضائع کرتے رہنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ میں اب سنی کو نئے سرے سے معاہدے کی پیشکش کرنا چاہتا ہوں اور میری خواہش ہے کہ تم اسے اس معاہدے کو قبول کرنے پر تیار کرو۔“

ہیگن بولا۔ ”تمہاری یہ کوشش فضول ہے۔ تم نے جو کچھ کیا ہے، اس کے جواب

میں سنی اپنی پوری طاقت جمع کر کے تم پر حملہ کرے گا۔“

سولوزو بے تابی سے بولا۔ ”یہ اس کا ابتدائی رد عمل ہوگا۔ اسی معاملے میں تم اسے سمجھانے کی کوشش کرو گے۔ تم اسے حقیقت پسندانہ انداز میں سوچنے پر آمادہ کرو گے۔“

”لے ٹیک لیا فیلی“ اپنی پوری طاقت اور وسائل کے ساتھ میری پشت پناہی کر رہی ہے۔ نیو یارک کی اس طرح کی دوسری تمام فیملیز بھی اس بات کی حامی ہوں گی۔ اور اس کے لئے پوری پوری عملی کوشش کریں گی کہ ہمارے درمیان بڑے پیمانے پر لڑائی نہ چھڑنے پائے۔ کیونکہ ہماری لڑائی سے ان کے مفادات اور کاروبار کو بھی نقصان پہنچے گا۔ اگر سنی میری پیشکش قبول کرے گا تو کوئی ہماری طرف توجہ نہیں دے گا۔ حتیٰ کے ڈون کے پرانے دوست بھی اس معاملے سے لاتعلقی رہیں گے اور سب امن و امان سے اپنے اپنے کام دھندوں میں لگے رہیں گے۔“

ہیگن سر جھکائے، اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے، انہیں گھورتا رہا، اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

سولوزو نے گویا اسے قائل کرنے کی کوشش جاری رکھی۔ ”ڈون اب سٹھیا گیا تھا اور غلطیاں کرنے لگا تھا۔ اب تم بھی دیکھ لو کہ میں نے کتنی آسانی سے اسے مردادیا۔ ماضی میں شاید یہ ممکن نہ ہوتا۔ دوسری ”فیملیز“ نے اب اس پر اعتماد کرنا اور اس کی پروا کرنی چھوڑ دی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے قوم پرستی اور وطن پرستی کے پرانے اصولوں کو بھی چھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے تمہیں اپنا وکیل بنا دیا جبکہ تم سسلی تو کیا۔۔۔۔۔ اطالوی بھی

کسی گدھ سے مشابہہ دکھائی دے رہا تھا۔

”تمہیں خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔“ وہ بولا۔ ”مجھے معلوم ہے تم“ کے لئے لڑنے والے لوگوں میں سے نہیں ہو بلکہ ان کے لئے صرف ڈننی، زبانی اور ذہن طور پر خدمات انجام دیتے ہو۔ میں تم سے صرف رابطے کے آدمی والا کام لینا چاہتا ہوں میں چاہتا ہوں تم ان کا بھی کچھ بھلا کر دو۔۔۔۔۔ اور میرا بھی۔۔۔۔۔“

ہیگن نے ایک سگریٹ سلگا کر اپنے ہونٹوں میں دبالی۔ اس کے ہاتھوں خفیف سی لرزش تھی۔ اسے چینی کے ایک کپ میں ڈرنک دی گئی جس سے اس کے اعصاب کچھ قابو میں آئے۔

”تمہارا باس مر چکا ہے۔“ سولوزو نے سلسلہ کلام جوڑا۔ ”میرے آدمیوں اسے اس کے آفس کے سامنے سڑک پر مار دیا ہے۔ یہ خبر ملتے ہی میں نے تمہیں اٹھوا کر اب تمہیں میرے اور سنی کارلیون کے درمیان جنگ چھڑنے سے روکنی ہے ورنہ ظاہر۔ دونوں فریقوں کو نقصان کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“

ہیگن نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس وقت جس صدمے سے دوچار تھا، اس شدت پر خود بھی حیران تھا۔ اس کا یہ صدمہ موت کے خوف پر بھی غالب آ گیا تھا۔ اسے اُ رہا تھا کہ تپتے صحرا میں اس کے سر سے کوئی سا بان ہٹ گیا تھا اور وہ دنیا میں تنہا رہ گیا تھا۔

سولوزو نے ایک بار پھر بولنا شروع کر دیا۔ ”میں جب ہیروئن کے دھندے شراکت کی تجویز لے کر ڈون ک پاس گیا تھا تو سنی نے اس میں زبردست دلچسپی لی تھی۔ اور یہ اس کی عقلمندی تھی۔۔۔۔۔ کیونکہ ہیروئن آنے والے زمانے کی چیز ہے۔ جو لوگ آج کام میں ہاتھ ڈالیں گے، کل وہی سب سے زیادہ فائدے میں رہیں گے۔ اس میں دولت ہے کہ اس کا کاروبار کرنے والے دو سال کے اندر اندر نہ جانے کہاں سے کہاں ہو گئے۔ ڈون پرانے زمانے کا۔۔۔۔۔ پرانے خیالات کا آدمی تھا۔ اس کا دور گزر چکا تھا لیکن اسے خود اس بات کا احساس نہیں ہو سکا تھا۔ اب وہ اس دنیا سے جا چکا ہے اور کوئی طاقت

حیثیت سے اس پر یہ توقع کر رہا تھا کہ وہ اس کے موقف کو اچھے اور متاثر کن انداز میں سنی کے سامنے پیش کر سکے گا اور شاید اسے قائل کر سکے گا۔

اب غور و خوض کرتے وقت ہیگن کو احساس ہوا کہ اس کی توقعات کچھ غلط بھی نہیں تھیں۔ اور اس کا موقف بھی اس قابل تھا کہ اس پر توجہ دی جاتی۔ کارلیون اور ”لے ٹیک لائیو“ کے درمیان جنگ کو بہر حال روکنا ہی سب کے مفاد میں تھا۔ اس متوقع جنگ سے بہر حال میں گریز ضروری تھا۔ ڈون اگر مر چکا تھا تو اب کارلیون فیملی کو اس صدمے کو برداشت کر لینا چاہئے تھا اور بہت سے مزید صدمات کو دعوت نہیں دینی چاہئے تھی۔ کم از کم فی الحال انہیں سولوز کی پیشکش قبول کر لینی چاہئے تھی۔ بعد میں اگر وہ ضروری سمجھتے تو کوئی مناسب موقع دیکھ کر سولوز کو اس کے کئے کی سزا دے سکتے تھے۔

ہیگن نے سر اٹھایا تو اسے یوں لگا جیسے سولوز اس کے یہ خیالات بھی پڑھ رہا تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اسی لمحے ایک اور خیال بھی ہیگن کے ذہن میں بجلی کے کوندے کی طرح چمکا۔ آخر سولوز و براسی کے بارے میں کیوں فکر مند نہیں تھا؟ وہ اس طرح سے اتنا بے پروا کیوں دکھائی دے رہا تھا؟ جبکہ براسی سے اس جیسے آدمی کو بھی بہر حال خوفزدہ ہونا چاہئے تھا۔ براسی کوئی معمولی آدمی یا نچلے درجے کا بد معاش نہیں تھا۔ وہ ایک ایسا آدمی تھا جس کا صرف نام سن کر بد معاشوں کی رگوں میں بھی ابھوسر دھونے لگتا تھا۔

کہیں براسی بک تو نہیں گیا تھا؟ کہیں اس نے ان لوگوں کے ساتھ کوئی سمجھوتا تو نہیں کر لیا تھا؟ بہر حال۔۔۔۔۔۔ یہ وقت اس قسم کے معمول پر غور کرنے کا نہیں تھا۔ اسے جلد از جلد کارلیون فیملی کے محفوظ قلعے میں واپس پہنچنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔

”میں اپنی سی پوری کوشش کروں گا۔“ وہ سولوز سے مخاطب ہوا۔ ”میرا خیال ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تمہاری بات میں وزن اور معقولیت ہے۔ شاید ڈون کی روح بھی یہی چاہ رہی ہو کہ ہم تمہاری تجویز پر عمل کریں۔“

سولوز نے طمانیت سے سر ہلایا اور بولا۔ ”بالکل ٹھیک! مجھے خونریزی پسند نہیں

نہیں۔ اگر ہمارے درمیان پورے وسائل کے ساتھ جنگ چھڑ گئی تو کارلیون فیملی جائے گی جس سے مجھ سمیت سب کا نقصان ہوگا۔ مجھے رقم سے بھی زیادہ ان لوگوں کی سیاسی اثر و رسوخ کی ضرورت ہے۔ اس لئے تم سنی سے بات کرو۔ اسے اچھی طرح سمجھو اس طرح ہم بہت ساری غیر ضروری خونریزی سے بچ سکتے ہیں۔“

”میں اپنی سی کوشش کروں گا۔“ آخو ہیگن نے جواب دیا۔ ”لیکن میں یقین کچھ نہیں کہہ سکتا۔ سنی غصے کا بہت تیز۔۔۔۔۔۔ اور ٹیڑھے دماغ کا آدمی ہے۔۔۔۔۔۔ اور اس سے زیادہ تمہیں براسی کی فکر کرنی چاہئے۔ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو سنی سے پہلے براسی بارے میں تشویش زدہ ہوتا۔“

”براسی کا مسئلہ مجھ پر چھوڑ دو۔“ سولوز واطمینان سے بولا۔ ”تم صرف سنی اور کے دونوں بھائیوں کو سنبھال لو۔ سنو، تم انہیں سمجھانے کے سلسلے میں دلائل دیتے وقت بتا سکتے ہو کہ اگر میں چاہتا تو ڈون کے ساتھ ساتھ فریڈ کو بھی ہلاک کیا جاسکتا تھا۔ یہ کوئی مشا کام نہیں تھا۔ آج وہ بھی نشانے پر تھا اور ایک آسان ٹارگٹ تھا۔۔۔۔۔۔ لیکن میں نے۔۔۔۔۔۔ آدمیوں کو سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ فریڈ کو گولی نہ ماری جائے۔ میں سنی کو ضرورت سے زیادہ صدمہ پہنچانا۔۔۔۔۔۔ یا ضرورت سے زیادہ غصہ دلانا نہیں چاہتا۔ تم انہیں بتا سکتے ہو کہ فریڈ صدمہ میری وجہ سے زندہ ہے۔“

اب ہیگن کے ذہن نے کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اسے کچھ یقین سا ہو گیا تھا کہ سولوز اسے ہلاک کرنا یا ریغمال بنانا نہیں چاہتا۔ اس احساس سے اس کا وہ خوف دور ہو گیا جس نے اب تک اس کے دل، دماغ اور اعصاب کو جکڑ رکھا تھا۔ اسے یہ سوچ کر شرم محسوس ہوئی کہ موت کا خوف اس پر اس حد تک غالب آ گیا تھا۔

سولوز و گہری نظروں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ گویا اس کی کیفیت اور اس کے احساسات کو سمجھ رہا تھا۔ ہیگن نے اس کی باتوں پر غور کرنا شروع کیا۔ سولوز و یقیناً ایک وکیل، ایک لائق اور قابل آدمی۔۔۔۔۔۔ اور ”فیملی“ سے تعلق رکھنے والے ایک ذمے دار شخص کا

ہائے دو آدمی کھڑے تھے جنہیں مائیکل نہیں پہچانتا تھا۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔  
”کون ہو تم؟“ اس کا لہجہ بروکلین والوں جیسا تھا۔

مائیکل نے اپنا تعارف کرایا۔ اسی اثناء میں قریب ترین مکان سے ایک شخص نکل آیا۔ اس نے قریب ہو کر مائیکل کا چہرہ غور سے دیکھا اور گویا تصدیق کی۔ ”ہاں..... یہ ڈون کا بے چھوٹا بیٹا ہے۔ میں اسے اندر لے جاتا ہوں۔“

ان دونوں آدمیوں نے چند سیکنڈ کے لئے زنجیر ہٹا دی اور مائیکل تیسرے شخص کے ساتھ اپنے باپ کے مکان تک پہنچا۔ وہاں دو آدمی گیٹ پر تعینات تھے۔ انہوں نے دیکھ کر کوئی سوال کئے بغیر اندر جانے دیا۔

مائیکل کو گھر میں جا بجا ایسے آدمی دکھائی دیئے جن کے چہرے اس کے لئے اجنبی تھے۔ وہ ان سے صحیح طور پر واقف ہونا تو درکنار، صورت آشنا بھی نہیں تھا۔ البتہ جب وہ لانگ روم میں پہنچا تو اسے ایک صوفے پر بیگن کی بیوی ٹریسا بیٹھی دکھائی دی۔ وہ مضطربانہ انداز میں سگریٹ پی رہی تھی۔ صوفے کے دوسرے سرے پر بھاری بھر کم میز ابیٹھا تھا۔ اس کے چہرے سے کسی قسم کے تاثرات کا اظہار نہیں ہو رہا تھا تاہم اس کی پیشانی اور رخساروں پر پسینہ تھا اور وہ ایک سگار کے کش لے رہا تھا۔

میز پر آنے اٹھ کر ہاتھ ملتے ہوئے اس سے بات شروع کی تو اس کا انداز تسلی دینے کا تھا۔ ”پریشان نہ ہونا..... تمہارے پاپا بالکل ٹھیک ہو جائیں گے..... تمہاری ماما اسپتال میں.....“ اس کے پاس ہیں۔“

کیونکہ وہاں موجود تھا۔ اس نے بھی اٹھ کر مائیکل سے ہاتھ ملایا۔ مائیکل نے گہری نظر سے اس کا جائزہ لیا۔ اسے معلوم تھا کہ کیونکہ اس کے باپ کا باڈی گارڈ تھا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ آج وقوعہ کے وقت وہ طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے گھر پر تھا۔ تاہم اس نے کیونکہ کے سوکھے ہوئے چہرے پر تناؤ کی کیفیت محسوس کر لی۔ یہ کوئی حیرت کی بات نہیں تھی۔

ہے۔ میں ایک کاروباری آدمی ہوں۔ جنگبونی کی طرف مجبوراً آتا ہوں۔ خونریزی بہت مہنگی پڑتی ہے۔“

اسی لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی بیگن کے عقب میں بیٹھا ہوا آدمی فون سننے کے اٹھ گیا۔ اس نے ریسیور اٹھایا۔ چند لمحے کچھ سننا رہا پھر تھکے لہجے میں بولا۔ ”ٹھیک ہے، اسے بتا دیتا ہوں۔“

اس نے فون بند کیا پھر سولوزو کے قریب آ کر اس کے کان میں کچھ کہا۔ بیگن دیکھا کہ اس کی سرگوشی سن کر سولوزو کے چہرے پر زردی نمودار ہو گئی تھی لیکن اس کی آنکھ میں گویا غیظ و غضب کی چنگاریوں کو ہوا ملنے لگی تھی۔ وہ بڑے خیال انداز میں بیگن کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کی نظریں بدل گئی تھیں۔ بیگن کے جسم میں خوف کی ایک نئی لہر دوڑا۔ اسے گویا کسی غیبی قوت نے احساس دلایا کہ شاید اب اسے آزاد نہ کیا جائے۔ شاید کوئی ایسا بات ہو چکی تھی جس کی وجہ سے اب اسے ہلاک کیا جاسکتا تھا۔

آخر سولوزو بول ہی اٹھا۔ ”ڈون ابھی زندہ ہے.....! پانچ گولیاں اس کی بڑھے کے جسم میں پیوست ہوئیں اس کے باوجود وہ نہیں مرا.....!“

پھر اس نے کندھے جھٹکے اور خاص طور پر بیگن سے مخاطب ہوا۔ ”یہ تمہاری بد ہے..... اور میری بھی.....!“

☆.....☆.....☆

مائیکل کارلیون جب لانگ بیچ کی اس سڑک پر پہنچا جس پر ”فیملی“ کے آٹھ نما مکانات تھے تو اس نے دیکھا کہ ان مکانوں کی طرف جانے والے راستے کا تنگ ایک موٹی زنجیر کے ذریعے بند کر دیا گیا تھا۔ تمام مکانوں پر نصب فلڈ لائٹس روشن تھیں گھروں کے سامنے دن کی طرح روشنی تھی۔ اس روشنی میں ان مکانوں کے سامنے آٹھ کاریں کھڑی نظر آ رہی تھیں۔

جس زنجیر کے ذریعے داخلی راستے کے تنگ دہانے کو بند کیا گیا تھا، اس سے ٹکا

مبادل سپہ سالار کی سی تھی۔ اسے دیکھ کر مائیکل سمجھ گیا کہ گھر میں موجود لوگ دراصل اس کے آدمی تھے اور اس وقت آٹھ مکانوں پر مشتمل اس رہائشی گوشے کی حفاظت کی ذمہ داری انہوں نے ہی سنبھالی ہوئی تھی۔ ٹیسو کے ہاتھ میں بھی ایک پیڈ اور پنسل تھی۔

سنی نے جب مائیکل اور ٹیریسا کو کمرے میں دیکھا تو اٹھا اور میز کے عقب سے نکل آیا۔ اس نے بھی ٹیریسا کے ہاتھ تھپک کر اسے تسلی دی۔ ”پریشان مت ہو ٹیریسا! لیکن خیریت سے ہے۔ وہ لوگ اصل میں اس کی زبانی صرف اپنی تجاویز وغیرہ بھجوانا چاہتے ہیں۔ انہیں معلوم ہے وہ صرف ہمارا اوکیل ہے۔ کوئی لڑنے والا آدمی نہیں ہے۔ اس لئے وہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ کم از کم اتنی عقل تو انہیں ہوگی۔ اسے گزند پہنچانے کی کوئی ٹنگ نہیں بنتی۔“

اس کے بعد اس نے مائیکل کو گلے لگا کر اس کا گل چوما جس پر مائیکل کو کچھ حیرت ہوئی کیونکہ بچپن سے لے کر مائیکل کے خاصا بڑا ہو جانے کے بعد بھی سنی موقع بے موقع اس کی چٹائی کرتا آتا تھا۔

”خدا کا شکر ہے تم خیریت سے یہاں پہنچ گئے۔“ سنی بولا۔ ”ماما کو پاپا کے بارے میں بتانے کے بعد انہیں تمہارے متعلق کوئی بری خبر سنانے کی مجھ میں ہمت نہیں تھی۔“

”ماما کی حالت کیسی ہے؟“ مائیکل نے پوچھا۔ ”ٹھیک ہے۔ وہ ہمت اور جرات سے حالات کا سامنا کر رہی ہیں۔ وہ اور میں ایسے حالات سے پہلے بھی گزر چکے ہیں۔ تم ان وقت چھوٹے ہی تھے۔ تمہیں حالات کی سنگینی کا اس وقت زیادہ اندازہ نہیں تھا۔ اور اُس کے بعد کافی طویل عرصہ سکون اور آرام سے گزر گیا۔“

پھر ایک لمحے کے توقف سے وہ بولا۔ ”ماما اسپتال میں ہیں۔ امید ہے پاپا جائلز گئے۔ ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔“

”کیا خیال ہے۔۔۔ ہم بھی اسپتال نہ چلیں؟“ مائیکل بولا۔

کیو کے بارے میں تاثر یہی تھا کہ وہ انتہائی پھر تپتا، مستعد اور ذمہ دار تھا۔ اگر کوئی مشکل کام بھی اس کے ذمے لگایا جاتا تھا تو وہ آسانی سے انجام دیتا تھا اور میں کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہونے دیتا تھا۔۔۔ لیکن آج وہ اپنا اہم ترین فریضہ انجام دینے کا کام رہا تھا۔ چنانچہ اگر اس کے چہرے سے اضطراب اور تناؤ عیاں تھا تو یہ کوئی توبہ بات نہیں تھی۔

مائیکل کو طویل و عریض کمرے میں اور بھی کئی افراد نظر آئے مگر وہ انہیں نہیں دیکھا۔ وہ میز کے آدمی نہیں تھے۔ مائیکل بہر حال ایک ذہین نوجوان تھا۔ کمرے کی کم حال سے اسے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہیں لگی کہ کیو اور میز کو مشتبہ سمجھا جا رہا تھا۔ مائیکل یہی سمجھ رہا تھا کہ کیو جائے واردات پر موجود رہا ہوگا۔ اس لئے اس نے اس کیو سے پوچھا۔ ”فریڈ کی حالت کیسی ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نا؟“

کیو کی بجائے میز نے جواب دیا۔ ”ڈاکٹر نے اسے انجکشن لگایا ہے، وہ ہے۔“

مائیکل نے نیگن کی بیوی کے قریب پہنچ کر تسلی دینے کے انداز میں اس کا ہاتھ تھپتھپایا۔ وہ دونوں ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح پیش آتے تھے۔ مائیکل ”فکرمات کرو نیگن خیریت سے واپس آ جائے گا۔ کیا تمہاری سنی سے بات ہوئی؟“ ٹیریسا نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ ایک دہلی پتلی نازک اندام اور خوبصورت تھی۔ اس وقت خاصی خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ مائیکل نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے صواب دیا اور اپنے ساتھ اس کمرے میں لے گیا جسے نیگن اور ڈون آفس کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

وہاں سنی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر نیم دراز تھا۔ اس کے ایک ہاں رائٹنگ پیڈ اور دوسرے میں پنسل تھی۔ سنی کے علاوہ وہاں صرف ایک ہی شخص موجود تھا۔ مائیکل اسے پہچانتا تھا۔ وہ ٹیسو تھا۔ وہ بروکلین میں رہتا تھا اور اس کی حیثیت ڈون تھا۔

سنی نے میریا کو لیونگ روم میں بھیج دیا۔ دروازہ بند کر کے وہ مائیکل کی طرف مڑا اور بولا۔ ”اگر تم یہیں بیٹھنے پر تے ہوئے ہو تو شاید تمہیں کچھ ایسی باتیں سننا پڑیں جو تمہیں پسند نہ آئیں۔“

”شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں۔“ مائیکل سگریٹ سلگانے کے بعد بولا۔

”نہیں..... تم میری کوئی مدد نہیں کر سکتے.....“

سنی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ”اگر تم اس قسم کے معاملات میں ملوث ہوئے اور پاپا کو پتا چلا..... تو وہ ناراض ہوں گے۔“

مائیکل برہمی سے تقریباً چلاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ”وہ تمہارے ہی نہیں..... میرے بھی پاپا ہیں۔ کیا میں ان کے کسی کام نہیں آ سکتا؟ ضروری نہیں ہے کہ میں باہر نظروں اور لوگوں کو قتل کرتا پھروں..... مگر میں کسی نہ کسی کام ضرور آ سکتا ہوں۔ مجھ سے بچوں جیسا سلوک کرنا بند کرو۔ میں دوسری عالمگیر جنگ میں حصہ لے چکا ہوں۔ خود بھی گولی کھا چکا ہوں اور کئی جاپانیوں کو ہلاک کر چکا ہوں۔ مجھے جنگ میں بہادری دکھانے پر تمہیں مل چکے ہیں۔ تمہارا خیال ہے کہ میں تمہیں قتل و غارت گری کرتے دیکھ کر خوف سے بے ہوش ہو جاؤں گا؟“

سنی اس کی برہمی کے جواب میں مربیانہ انداز میں مسکرا دیا اور قتل سے بولا۔ ”اچھا ٹھیک ہے..... فی الحال تو تم صرف فون اٹینڈ کرو۔ ابھی میں فیصلہ نہیں کر سکتا کہ تم کس کام آ سکتے ہو.....“

پھر وہ میسوک کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ ”ابھی جو فون آیا تھا اس سے کچھ ضروری معلومات حاصل ہوئی ہیں۔“ دوسرے ہی لمحے اس کا رخ دوبارہ مائیکل کی طرف ہو گیا اور وہ اس سے مخاطب ہوا۔ ”کسی نے غداری کی ہے اور دشمن کو ایسا موقع فراہم کرنے میں مدد دی ہے جب پاپا کو آسانی سے نشانہ بنایا جاسکتا تھا۔ وہ میزرا بھی ہو سکتا ہے اور گیو بھی..... گیو نے عین آج ہی اپنے آپ کو بیمار قرار دیتے ہوئے چھٹی کر لی تھی اور وہ گھر پر تھا۔

سنی نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”جب تک یہ معاملہ نیٹ نہ جائے، میں سے کہیں نہیں جاسکتا۔“

اس دوران فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ سنی فون سننے لگا۔ اس کی توجہ بٹ جانے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مائیکل میز پر پڑے اس چھوٹے سے رائٹنگ پیڈ پر نظر دوڑانے لگا۔ پر سنی کچھ لکھ رہا تھا۔ اس پر فہرست کے سے انداز میں سات افراد کے نام لکھے ہوئے تھے ان میں پہلے تین نام سولوزو، فلیس وٹے ٹیگ لیا اور جون ٹے ٹیگ لیا کے تھے۔ مائیکل نے اس کا مطلب سمجھنا مشکل نہیں تھا۔ اس احساس سے اسے جھٹکا سا لگا کہ جس وقت کمرے میں داخل ہوا اس وقت سنی اور میسوک ان افراد کے ناموں کی فہرست بنا رہے۔ جنہیں قتل کیا جانا تھا۔

سنی نے فون بند کرنے کے بعد مائیکل اور میریا کو مخاطب کیا۔ ”اگر تم دوا دوسرے کمرے میں جا کر بیٹھ جاؤ تو بہتر ہوگا۔ میں اور میسوک یہاں ایک ضروری کام کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔“

”یہ..... ابھی جو فون کال آئی تھی..... کیا پیگن کے بارے میں تھی؟“ میریا ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔ اس نے سنی کے سامنے باہمت نظر آنے کی کوشش کی تھی لیکن اسے یہ کوشش ناکام رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

سنی اس کے کندھے پر بازو رکھ کر اسے دروازے کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔ ”تم اس کے بارے میں ذرا بھی فکر نہ کرو۔ وہ بالکل ٹھیک ہے تم لیونگ روم میں انتظار کرو۔ جیسے ہی مجھے اس کے بارے میں اطلاع ملے گی، میں تمہیں بتا دوں گا۔“ مائیکل اب بھی خیریت سے اپنے بھائی سنی اور اس کے بلوائے ہوئے اس آدمی میسوک کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ وہ کتنے اطمینان سے بیٹھے متوقع مقتولین کی فہرست بنا رہے تھے۔ ان کا انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے کسی کاروباری میٹنگ کا ایجنڈا تیار کر ہوں۔ مائیکل کمرے سے باہر جانے کی بجائے ایک صوف پر بیٹھ گیا۔

نرا گنڈا تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔

پھر اس نے گھٹو کے بارے میں غور کیا۔ وہ ابھی زیادہ خوشحال نہیں تھا۔ گوکہ وہ بھی فہمی کے نظام میں خاصی تیزی سے اوپر آیا تھا لیکن یہاں زیادہ اونچا اور نمایاں مقام مل کرنے میں کافی وقت لگتا تھا۔ بہت دھیرے دھیرے جا کر لوگ ”فیملی“ کا اہم حصہ بنے تھے۔ شاید گھٹو کو دولت اور طاقت، دونوں چیزیں حاصل کرنے کی جلدی ہو۔ آج کل نئے نئے جوانوں کو اس معاملے میں جلدی ہی ہوتی تھی۔ مگر پھر مائیکل کو یہ بھی یاد آیا کہ چھٹے ریٹ میں وہ دونوں ساتھ پڑھے تھے اور ان دنوں گھٹو اس کا اچھا خاصا دوست بن گیا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ سزا کے طور پر گھٹو کو بھی موت کے منہ میں جاتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آخر اس نے فہمی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”نہیں، ان دنوں میں سے کوئی غدار مل ہو سکتا۔“ یہ رائے اس نے محض اس لئے دی تھی کہ وہ سن چکا تھا کہ سنی کو صحیح جواب تو مل رہا ہے چکا تھا۔ اب اس کی رائے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن اگر اس کی رائے ٹھیکے کا رد ہوتا تو میزائے کے مقابلے میں وہ بہر حال گھٹو کے خلاف ووٹ دیتا۔ وہ گھٹو کو رے آسانی سے مشتعل اور مشکوک سمجھ سکتا تھا۔

سنی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”تمہیں شاید دنوں ہی کے خلاف اپنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔ بہر حال..... تمہاری اطلاع کے لئے بتا رہا ہوں..... راری گھٹو نے کی ہے..... میزائے نہیں.....“

تب ٹیسو نے گویا اطمینان کی سانس لی اور ایک لمحے پر خیال انداز میں خاموش بننے کے بعد بولا۔ ”تو پھر میں اپنے آدمیوں کو کل واپس بھیج دوں؟“

”کل نہیں..... پرسوں.....“ سنی نے جواب دیا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ پرسوں تک اس بارے میں کسی کو کچھ معلوم ہو.....“ پھر ایک لمحے کے توقف کے بعد وہ بولا۔ ”اب مجھے اپنے بھائی سے کچھ نجی باتیں کرنی ہیں۔ کیا تم لیوگ روم میں جا کر بیٹھ سکتے ہو؟ ہم اپنی ہرست بعد میں مکمل کر لیں گے۔ اس سلسلے میں تم اور میزائل جل کر کام کرو گے۔“

مجھے اب صحیح جواب معلوم ہو چکا ہے کہ دونوں میں سے غداری کس نے کی ہے..... مگر تم چکر بہت غفلت مند اور اسماٹ بننے کی کوشش کر رہے ہو..... اس لئے میں تم سے پوچھ رہا ہوں..... بتاؤ..... تمہارے خیال میں ان دونوں میں سے کس نے غداری کی ہے؟ کون سولوژو کے ہاتھ بکا ہے؟“

مائیکل دوبارہ صوفے پر بیٹھ گیا اور اس نے گہری سانس لے کر اپنے جسم کو دھیا چھوڑ دیا۔ وہ سکون سے تمام ضروری پہلوؤں پر غور کرنے لگا۔ میزائے کی حیثیت ”فیملی“ میں اولین سپہ سالار کی سی تھی۔ وہ اور ڈون برسوں میں گہرے دوست بھی تھے۔ ڈون کی بدولت میزائے لکھ پتی ہو چکا تھا۔ گزشتہ بیس برسوں میں اسے دولت کے ساتھ ساتھ ”فیملی“ میں بے پناہ اہمیت بھی حاصل ہو چکی تھی۔ غداری کے عوض اسے مزید کچھ دولت ہی مل سکتی تھی۔ تاہم اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا کہ مزید دولت پر اس کی نیت خراب ہو سکتی تھی۔ انسان بہر حال لالچی ہوتا ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ڈون کے ساتھ طویل رفاقت کے دوران کبھی اس کی دل آزاری ہوئی ہو جس کا اس نے اس طرح بدلہ لیا ہو۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس نے ٹھنڈے دل والے کسی بزنس مین کی طرح سوچا ہو اور اندازہ لگایا ہو کہ آخر متوقع جنگ میں سولوژو جیت جائے گا۔ اس لئے اس شخص کا ساتھ چھوڑ دینا چاہئے تھا جس کے ہارنے کا امکان تھا۔

مائیکل نے ان تمام پہلوؤں پر سوچا لیکن پھر اس نے دل ہی دل میں ایسے نما امکانات کو مسترد کر دیا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ میزائے غدار نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر اس نے قدرے افسردگی سے سوچا کہ شاید اس کا دل اس لئے میزائے کو غدار تسلیم نہیں کر رہا تھا کہ وہ بچپن سے اس سے مانوس رہا تھا۔ وہ اسے قتل ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ مائیکل جب چھوٹا تھا تو اس کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتا تھا اور جن دنوں ڈون زیادہ مصروف ہوتا تھا، ان دنوں میزائے ہی اس کے ساتھ گھومتا پھرتا، کھیلتا کودتا اور اس کا دل بہلاتا تھا۔ لیکن مائیکل نے محسوس کیا کہ ان تمام باتوں سے قطع نظر اس کا دل اور اس کا ذہن، دونوں

رہا پر..... ہمارے باپ پر..... فائرنگ کی گئی ہے..... ان کی نیت یقینی طور پر انہیں ہلاک کرنے کی تھی۔ یہ تو ایک اتفاق اور پاپا کی خوش قسمتی..... یا پھر ان کی سخت جانی ہے کہ وہ بچ گئے۔ یہ بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہمیں گھسیٹ کر حالت جنگ میں لایا گیا ہے۔ اس قسم کی صورت حال میں غیر معینہ عرصے کے لئے چپ ہو کر نہیں بیٹھا جاتا اگر مجھے تنگی کی واپسی کا انتظار نہ ہوتا تو اب تک ہم جوابی کارروائی کر چکے ہوتے اور اب مجھے اندیشہ محسوس ہو رہا ہے کہ شاید ہمیں کور ہانہ کریں۔“

”کیوں؟“ مائیکل نے حیرت سے پوچھا۔

سنی نے ایک بار پھر اس کی طرف اسی طرح دیکھا جیسے کوئی بزرگ کسی بیوقوف بچے کی طرف دیکھتا ہے۔ پھر وہ گویا حتی الامکان تحمل سے کام لینے کی کوشش کرتے ہوئے سے سمجھانے کے انداز میں بولا۔ ”انہوں نے یہ سمجھ کر یوگن کو اغوا کیا تھا کہ پاپا پر قاتلانہ حملہ کا مہم ہو چکا ہے اور وہ مر چکے ہیں جس کے بعد وہ مجھ سے اپنے معاہدے کے سلسلے میں نئے سرے سے بات کریں گے۔ اس سلسلے میں ہیگن رابلے کا آدمی ہوگا۔ وہ ہم دونوں کے درمیان ہلکا کام کرے گا اور ہمیں معاہدے کی میز پر بٹھائے گا۔ اب جبکہ انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ پاپا زندہ ہیں، تو انہیں یہ بھی یقین ہو چکا ہوگا کہ میں پاپا کی زندگی میں ان کے ساتھ معاہدہ نہیں کر سکتا۔ گوکہ یہ بھی محض ان کی خوش فہمی تھی کی پاپا کی موت کی صورت میں، میں لالچ، مصلحت یا حقیقت پسندی کے تحت ان کی پیشکش قبول کر لوں گا۔“

لیکن..... بہر حال..... اب ان کی یہ خوش فہمی دور ہو چکی ہے۔ اس صورت حال میں تنگی ان کے لئے کام کا آدمی نہیں رہا۔ وہ ان کے لئے بے صرف ہو چکا ہے۔ وہ چاہیں تو اسے رہا بھی کر سکتے ہیں اور چاہیں تو ٹھکانے بھی لگا سکتے ہیں۔ اس کا انحصار سولوزو کی موجودہ ذہنی حالت پر ہے۔ اگر وہ اسے ماردیتے ہیں تو یہ گویا ان کی طرف سے چیلنج کو مزید عمیق بنانے کی علامت ہوگی۔ اس طرح وہ گویا ہمیں پیغام دینے کی کوشش کریں گے کہ وہ ہمیں پوری طرح کچل ڈالنے کا ارادہ کر چکے ہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ ٹیسو نے کہا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد مائیکل نے سنی سے پوچھا۔ ”تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ گیسو ہی غدار ہے؟“

”ٹیلیفون کمپنی میں ہمارے آدمی موجود ہیں۔ انہوں نے میز اور گیسو کی پہلی تین ماہ کی کالز چیک کر کے ہمیں رپورٹ دی ہے۔ انہوں نے ان کے ہاں سے کی جانے والی اور انہیں موصول ہونے والی تمام کالز کا ریکارڈ چیک کیا ہے۔ اس مہینے میں تین مرتبہ طبیعت خراب ہونے کا عذر کر کے گھر پہر رہا۔ ان تینوں دنوں میں اسے اس بلڈنگ کے سامنے واقع ایک پبلک فون سے ایک کال موصول ہوئی تھی۔ وہ لوگ چیک کر رہے تھے کہ گیسو پاپا کے دفتر سے باہر آئے گا یا اس کی جگہ کوئی اور آدمی پاپا کے ساتھ ہوگا۔ وجہ خواہ کچھ ہو..... لیکن بہر حال ان تینوں دنوں میں گیسو کا بیمار ہونا اور انہی تینوں دنوں میں اسے ایک مخصوص پبلک فون سے کال موصول ہونا اسے غدار ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔“

سنی نے ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر کندھے جھٹکے پھر بولا۔ ”یہ بھی اچھا ہے کہ گیسو غدار ثابت ہوا۔ میز کی تو مجھے آنے والے دنوں میں اشد ضرورت پڑے گی۔“

”کیا وسیع پیمانے پر لڑائی شروع ہونے والی ہے؟“ مائیکل نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

سنی کی آنکھوں میں سختی اور سفاکی آ گئی۔ ”میرا ارادہ تو یہی ہے۔ میں صرف تم کی واپسی کا انتظار کر رہا ہوں۔ البتہ اس دوران اگر پاپا کو ہوش آ گیا اور انہوں نے مجھے لائحہ عمل اختیار کرنے کے لئے کہا..... تو پھر میں ان کا حکم مانوں گا۔“

”تم اس وقت کا انتظار ہی کیوں نہیں کر لیتے جب پاپا تمہیں حکم دینے کے لئے ہو جائیں؟“ مائیکل بولا۔

سنی نے آنکھیں سیڑ کرنا پسندیدگی سے اس کی طرف دیکھا اور بولا۔ ”میری میں نہیں آیا کہ تمہیں جنگ میں تمہیں کس طرح مل گئے بے وقوف لڑکے! ہماری“

اسے درمیان جنگ نہ چھڑنے پائے۔“

”خدا نخواستہ اگر پاپا حملے میں مر گئے ہوتے تو اس پیشکش کے سلسلے میں تمہارا رد

لیا کیا ہوتا؟“ مائیکل نے جانا چاہا۔

”میں تب بھی سولوز کو ہلاک کراتا۔ اسے بہر حال اپنی اس حرکت کی سزا کے طور

موت کا شکار ہونا ہے۔ اسے تم مردہ ہی شمار کرو۔ میں اسے یہ سزا دے کر رہوں گا، خواہ اس

نے لے لے مجھے نیویارک میں موجود اپنے جیسی پانچویں فیملیز سے جنگ کرنی پڑے۔۔۔۔۔ اور

لے لے لیا فیملی کا تو بہر حال اب صفایا ہوتا ہی ہے۔۔۔۔۔ خواہ اس کوشش میں ہم سب مارے

ائیں اور ہمارے تمام وسائل ٹھکانے لگ جائیں۔“

مائیکل نرمی سے بولا۔ ”اگر پاپا تمہاری جگہ ہوتے تو وہ اس صورت حال سے اس

رج نہ بنتے۔“

سنی غصیلے انداز میں ہاتھ کو حرکت دیتے ہوئے بولا۔ ”مجھے معلوم ہے میں پاپا

بسا انسان نہیں ہوں۔ مجھ میں ان والی عادات اور خصوصیات نہیں آئی ہیں۔۔۔۔۔ لیکن میں

نہیں بتا دوں۔۔۔۔۔ اور اس بات کی گواہی پاپا بھی دیں گے کہ جب معاملہ عملی قدم اٹھانے

ورائنٹ کا جواب پتھر سے دینے کا ہوتا ہے تو میں اپنی اہلیت ثابت کر دیتا ہوں۔ میں احمق

نہیں ہوں۔ مجھے اس قسم کے حالات سے نپٹنے کا سلیقہ بھی ہے اور تجربہ بھی۔۔۔۔۔ میں نے

نہیں سال کی عمر میں ہی اپنے آپ کو ”فیملی“ کے خاص معاملات میں شریک ہونے کا اہل

بہت کمزور یا تھا اور پچھلی مرتبہ جب ”فیملی“ کو جنگ کا سامنا کرنا پڑا تھا تو میں پاپا کے لئے

ایک اہم مددگار ثابت ہوا تھا۔ اس لئے میں اب بھی اس قسم کی صورت حال سے خوفزدہ یا

پریشان نہیں ہوں۔ ”فیملی“ کے پاس اس حالات سے نپٹنے کے تمام وسائل موجود ہیں۔ بس

مجھے برائی کی کمی محسوس ہو رہی ہے کاش۔۔۔۔۔ کسی طرح اس سے رابطہ ہو جائے!“

”کیا واقعی برائی اتنا ہی خطرناک ہے جتنا اسے سمجھا جاتا ہے؟“ مائیکل نے

تجسس سے پوچھا۔

مائیکل نے گہری نظر سے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ”سولوز کو

امید کیونکر ہوئی کہ تم اس کے ساتھ اپنے طور پر معاہدہ کر سکتے ہو؟“

سنی کے چہرے پر خجالت کی سرخی نمودار ہوئی گئی۔ ایک لمحے وہ خاموش رہا

دھیمی آواز میں بولا۔ ”چند ماہ پہلے ہماری ایک میٹنگ ہوئی تھی۔ سولوز و منشیات کے دھند

میں ہمیں شریک کرنے کی تجویز لے کر ہمارے پاس آیا تھا۔ پاپا نے اس کی پیشکش قبول

کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں بیچ میں بول پڑا۔۔۔۔۔ جس سے

ایسا تاثر پیدا ہوا جیسے میں ذاتی طور پر اس کی پیشکش میں دلچسپی لے رہا ہوں۔ یہ اس کی غلط

فہمی تھی۔ مجھ سے تھوڑی سی بکواس ضرور ہو گئی تھی لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ میں پاپا

کے حکم یا ان کی مرضی اور پسند سے ہٹ کر کوئی کام کر سکتا ہوں۔ پاپا نے ہمیں بچپن سے ہی

تربیت دی ہے کہ اگر فیملی میں کوئی اختلاف رائے ہو۔۔۔۔۔ تب بھی باہر کے آدمی کو اس کا

نہیں چلنا چاہئے۔“

ایک گہری سانس لے کر سنی نے بات جاری رکھی۔ ”سولوز و نامی اس گدھے نے

سوچا ہوگا کہ پاپا کو راستے سے ہٹانے کے بعد وہ میرا تعاون حاصل کرنے میں کامیاب

جائے گا۔ اگر میں اس کے ساتھ دلی طور پر شریک نہیں ہونا چاہوں گا تب بھی شاید حالات

کے تحت مجبور ہو جاؤں گا کیونکہ پاپا کے قتل کے بعد ویسے ہی ”فیملی“ کی طاقت آدھی

جائے گی اور میرے لئے معاملات کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ لہذا یوں سمجھو کہ اس نے

کو قتل کرانے کا کام ایک کاروباری ضرورت سمجھ کر انجام دیا ہے۔ یہ اس کی ذاتی دشمنی

انتقام وغیرہ کا شاخسانہ نہیں ہے۔ اپنی دانست میں یہ اس نے ایک خالص کاروباری فن

اٹھایا ہے۔۔۔۔۔ اور ایسا کرنے کی ہمت اسے صرف اس لئے ہوئی ہے کہ لے لے لیا فیملی

کی پشت پر ہے۔ اگر میں اس سے پارٹنرشپ کر لوں تب بھی وہ مجھ سے محتاط ہی رہے گا

بیچ میں ایک مناسب فاصلہ رکھے گا تاکہ میں کبھی موقع پا کر اس سے انتقام لینے کی کوشش

کروں۔ اس کے علاوہ اس صورت میں دوسری فیملیز بھی ہمیشہ یہ کوشش جاری رکھیں گی

رنگ نرسی کی شخصیت میں بھی موجود تھا اور وہ خود بھی اس سے مکمل طور پر بچا ہوا نہیں تھا۔

☆.....☆.....☆

صبح کے چار بجے تک سنی بیگن، مائیکل، میوز اور ٹیسوا سی کمرے میں موجود تھے جو آفس کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ ٹیریا کو گھر بھیج دیا گیا تھا جو برابر میں ہی واقع تھا۔ گلیو اس وقت بھی لیونگ روم میں منتظر انداز میں بیٹھا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اس بارے میں ٹیسو کے آدمیوں کو ہدایات دی جا چکی ہیں کہ نہ تو اسے گھر سے باہر کہیں جانے دیا جائے اور نہ ہی نظر سے اوجھل ہونے دیا جائے۔

بیگن نے سولوزو سے ہونے والی تمام گفتگو سنی کے گوش گزار کر دی تھی اور اسے تفصیل سے سمجھا دیا تھا کہ سولوزو کو جب اطلاع ملی کہ ڈون مرانہیں تو اسے سولوزو کی آنکھوں میں اپنے لئے سزائے موت کا حکم صاف لکھا دکھائی دیا۔ لیکن بیگن نے وکیلوں والے مخصوص مدلل انداز گفتگو سے دھیرے دھیرے اس کے ذہن سے یہ خیال نکالا تھا۔

”خدا کی پناہ! بیگن نے جبر جبری سی لے کر کہا۔ ”اگر مجھے سپریم کورٹ میں اپنی جاں بخشی کی اپیل کے سلسلے میں اپنی وکالت کرنی پڑے تب بھی شاید میں ججوں کو اتنے بہتر انداز میں قائل کرنے کی کوشش نہ کر سکوں جتنی میں نے اس خبیث سولوزو کے سامنے کی۔ میں نے اسے بتایا کہ اگر ڈون زندہ بچ گیا تب بھی میں تمہیں اس کا معاہدہ قبول کرنے پر آمادہ کر سکتا ہوں۔“

وہ معذرت خواہانہ انداز میں سنی کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا۔ ”میں نے اسے یقین دلایا کہ تم میری بات ٹال ہی نہیں سکتے کیونکہ تم سے میری اسکول کے زمانے سے دوستی چلی آ رہی ہے۔ اور دیکھو۔۔۔ میری یہ بات سن کر میرے بارے میں بدگمان نہ ہونا۔۔۔ اور نہ ہی غصے میں آنا۔۔۔ میں نے اسے یہ تاثر بھی دیا کہ ڈون پر قاتلانہ حملے کی وجہ سے تم اتنے جذباتی نہیں ہو گے جتنا اسے اندیشہ ہے۔ اللہ مجھے معاف کرے، مجھے اس کمینے کو قائل کرنے کے لئے بہت جھوٹ بولنا پڑا۔۔۔ اور اس جھوٹ کو بچ کی طرح پرتاثر بھی بنانا پڑا وہ

”خطرات کے میدان میں وہ اپنی مثال آپ ہے۔“ سنی بولا۔ ”میں نے لڑکپن ہی کے تین آدمیوں کے قتل کی ذمہ داری اسے سونپنا چاہتا ہوں۔ میں نے سوچا۔ سولوزو کا کام میں خود تمام کروں گا۔“

مائیکل نے بے چینی سے صوفے پر پہلو بدلا۔ سنی کو اس طرح باتیں کرتے ہوئے اس کے جسم میں سردی لہریں دوڑ رہی تھیں۔ وہ دل ہی دل میں اس بات پر خدا کا شکر مگر کر رہا تھا کہ اس قسم کے کاموں میں اسے نہیں گھسیٹنا چاہتا تھا۔ اس نے اگر کرنے بھی بے ضرر قسم کے کام ہی کرنے تھے۔

اس لمحے انہیں لیونگ روم سے کسی عورت کی چیخ سنائی دی۔ وہ بیگن کی بیوی بے کی آواز معلوم ہوتی تھی۔

”خدا خیر کرے۔۔۔!“ مائیکل نے دل ہی دل میں کہا۔

دونوں بھائی اٹھ کر دروازے پر پہنچے باہر جا کر انہوں نے لیونگ روم میں جہاں وہاں موجود تمام افراد کھڑے ہوئے تھے۔ صوفے کے قریب بیگن اپنی بیوی کے ساتھ کھڑے اور اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ وہ غالباً اس وقت کمرے میں داخل ہوا تھا جب ٹیریا حیرت اور خوشی سے چیخ ماری تھی۔ اب وہ سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی اور بیگن کے چہرے پر قدرے شرمساری تھی۔ وہ گویا اپنی بیوی کی جذباتیت کے اس مظاہرے پر معذرت تھا۔

سبھی نے غالباً یہ دیکھ کر قدرے طمانیت کی سانس لی تھی کہ بیگن زندہ سلامت بخیر وعافیت لوٹ آیا تھا۔ اس نے مائیکل کو دیکھا تو اپنی بیوی کو آہستگی سے دوبارہ صوبہ بٹھادیا اور بولا۔ ”تمہیں اس موقع پر یہاں دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے مائیکل!“

پھر وہ پلٹ کر اپنی روتی ہوئی بیوی کی طرف دیکھے بغیر دونوں بھائیوں کے آفس میں آ گیا۔ مائیکل قدرے فخر سے یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ بیگن کے اندازِ ادا میں بھی بہر حال ڈون کی تربیت کا رنگ جھلکتا تھا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ڈون کی ترقی

فیصلہ کن موڑ پر نہیں پہنچ جاتا تب تک تم گھر میں ہی رہو۔ تم ایک طرح سے قلعہ بند ہو کر بیٹھ جاؤ۔ سولوزو کے بارے میں غلط فہمی میں نہ رہنا اور اسے کمتر نہ سمجھنا۔ وہ بڑی خطرناک چیز ہے۔ کیا تم نے اسپتال میں آدمی تعینات کر دیئے ہیں؟“

سنی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”پولیس نے اس وارڈ کو لاک کر رکھا ہے جہاں پایا داخل ہیں۔ ان کے علاوہ ہمارے اپنے آدمی بھی وہاں موجود ہیں۔“

پھر ایک لمحے کے توقف سے وہ بولا۔ ”ناموں کی اس فہرست کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہم نے تیار کی ہے؟“

بیگن گویا از سر نو اس فہرست پر نظر دوڑاتے ہوئے بولا۔ ”خدا کی پناہ! سنی..... تم تو اس معاملے کو خالص ذاتی انتقام کی شکل دے رہے ہو۔ اگر ڈون اس وقت فیصلہ کرنے کے قابل ہوتے تو وہ اسے ایک کاروباری جھگڑے کے طور پر لیتے۔ میرے خیال میں فتنے کی جڑ صرف سولوزو ہے۔ اس سے نجات حاصل کر لو۔ باقی سب خود بہ خود ٹھیک ہو جائے گا۔ سب سیدھے ہو جائیں گے۔ نئے ٹیک لیا فیملی کے لوگوں کو نشانہ بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔“

سنی نے مشورہ طلب انداز میں اپنے دونوں ”سپہ سالاروں“..... یعنی میزرا اور ٹیو کی طرف دیکھا۔ ٹیو کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔ ”معاملہ ذرا پیچیدہ ہے۔ میرے لئے کوئی رائے دینا مشکل ہے۔ مجھے تو جو حکم ملے گا، میں اس پر عمل کروں گا۔“

میزرا نے زبان بند ہی رکھی۔ سنی اس سے مخاطب ہوا۔ ”ایک کام تو تمہیں بہر حال کرتا ہے۔ اس کے بارے میں کسی تبادلہ خیال کی ضرورت نہیں..... اور وہ یہ کہ میں گھٹو کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کا تم فوراً ”بندوبست“ کرو۔ اپنی فہرست میں اس کا نام سب سے اوپر لکھ لو۔“

مولے میزرا نے اثبات میں سر ہلادیا۔

بیگن بولا۔ ”براہی کے بارے میں کیا خبر ہے؟ میں نے دیکھا تھا کہ سولوزو اس

باتیں بھی کرنا پڑیں جن کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔“

سنی نے بے پروائی سے ہاتھ ہلایا جیسے ان باتوں کی اس کی نظر میں کوئی اہمیت نہ ہو۔ وہ بیگن کی مجبوری اور مصلحت کو شی کو اچھی طرح سمجھتا ہو۔ اس کے خیال میں یہ بات اہم تھی کہ بیگن ان لوگوں کے شکنجے سے زندہ سلامت نکل آنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور ان کے خیالات، توقعات اور سوچوں کی ایک صحیح اور حقیقی تصویر سامنے آگئی تھی۔ مائیکل کے قریب بیٹھا اپنے بھائی اور بیگن کے چہروں کا گہری نظر سے مشاہدہ کر رہا تھا۔

”ہمیں کام کی بات کرنی چاہئے.....“ سنی بولا۔ ”ہمیں اب اپنی حکمت عملی کرنی ہے..... منصوبے بنانے ہیں۔“

پھر وہ میزرا سے مخاطب ہوا۔ ”میں نے اور ٹیسو نے باہمی مشورے سے ناموں کی فہرست بنائی ہے۔ تم ذرا ٹیسو سے وہ فہرست لے کر اس پر ایک نظر ڈال لو۔“

مائیکل بول اٹھا۔ ”اگر ہم یہاں حکمت عملی تیار کرنے اور منصوبے بنانے کے بیٹھے ہیں تو پھر فریڈ کو بھی یہاں ہونا چاہئے۔“

سنی تیزی سے بولا۔ ”فریڈ اس وقت ہمارے کسی کام کا نہیں..... وہ ابھی سکتے کی سی کیفیت میں ہے..... اور ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اسے مکمل آرام کی ضرورت ہے۔ توقع نہیں تھی کہ کسی بھی قسم کے حالات میں فریڈ کا یہ حال ہو جائے گا۔ میں تو اسے بہت جان اور دلیر آدمی سمجھتا تھا۔ شاید اس کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کوئی پایا پر گولیاں جلا انہیں ہلاک کرنے کی کوشش کر سکتا ہے۔ وہ تو پایا کو قطعی طور پر کوئی ناقابل شکست قسم کا سمجھتا ہے نا..... عقیدت اور خوش گمانی اپنی جگہ ہے..... پایا کے بارے میں عقیدت اور گمانی تم میں اور مجھ میں بھی موجود ہے..... لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم حقیقت پسند ہیں۔ جو واقعہ رونما ہو چکا ہو اسے ایک واقعے اور حقیقت کے طور پر قبول کر لینا چاہئے۔“

بیگن نے جلدی سے گویا بات آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ ”ٹھیک ہے۔ فرنی فی الحال ہر معاملے سے لاتعلقی رکھو..... اور سنی.....! میرا خیال ہے جب تک یہ معاملہ

کی نہیں ہے۔ میز اور میسوتہمارے ساتھ ہیں اور تمہارے اشارے پر ایک ہزار فائٹرز کا بھی بندوبست کر سکتے ہیں۔ لیکن لڑائی اگر زیادہ بڑے پیمانے پر پھیل گئی تو پوری مشرقی ساحلی پٹی پر تباہی پھیل جائے گی اور اس کے لئے باقی ”فیملیز“ ہمیں مورد الزام ٹھہرائیں گی۔ یعنی، دوسرے لفظوں میں..... خواہ خواہ ہی ہمارے دشمنوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ تمہارے پاپا اس قسم کا طریقہ کار اختیار کرنے کے قائل نہیں ہیں۔“

سنی چند لمحے خاموش رہا۔ مائیکل کے خیال میں وہ بات چیت اور صلاح مشورے میں کافی صبر و تحمل کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ آخر سنی نے ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں ہیگن کو مخاطب کیا۔ ”اور اگر خدا نخواستہ پاپا جانبر نہیں ہوتے..... اور ان کا انتقال ہو جاتا ہے..... تو پھر تمہارے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

ہیگن خاموش رہا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی گہری ہو گئی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر، نہایت محتاط انداز میں جواب دینا چاہتا ہے۔ کمرے میں گہرا سکوت طاری ہو گیا۔

آخر کار ہیگن ہی کی آواز نے کمرے کا سکوت توڑا۔ وہ ٹھہری ٹھہری آواز میں بولا۔ ”مجھے معلوم ہے، میں جو کچھ کہوں گا، تم اس پر عمل نہیں کرو گے لیکن اگر تم میری دیانتدارانہ رائے طلب کر رہے ہو تو میں دے دیتا ہوں۔ اگر خدا نخواستہ ڈون کا انتقال ہو جاتا ہے تو میرا خیال ہے کہ تمہیں سچ سچ غشیات کے دھندے کے سلسلے میں سولوزو سے شراکت داری کر لینی چاہئے کیونکہ ڈون کارلیون کے بعد ”فیملی“ کا سیاسی اثر و رسوخ اور نیو یارک کی دوسری ”فیملیز“ سے تعلقات آدھے رہ جائیں گے۔ شاید حالات کو برسرِ سکون رکھنے اور بڑے پیمانے پر جھگڑے سے بچنے کے لئے دوسری ”فیملیز“ سولوزوہ اور ٹیگ لیا فیملی سے تعاون بھی شروع کر دیں۔ میری رائے میں تو ڈون کے انتقال کی صورت میں تمہیں معاہدہ کر لینا چاہئے اور اس کے بعد انتظار کرنا چاہئے کہ وقت اور حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں۔ مستقبل شاید خود ہی بتا دے کہ اس کے بعد تمہیں کیا قدم اٹھانا چاہئے۔“

کے سلسلے میں ذرا بھی تشویش میں مبتلا نہیں تھا اور یہ بات مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی اگر براسی بک گیا ہوگا اور غداری پر آمادہ ہو چکا ہوگا تو ہمارے لئے واقعی سنگین مسئلہ ہو جائے گا۔ سب سے پہلے ہمیں اس کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے۔ کیا کوئی اور رابطہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے؟“

”نہیں۔“ سنی نے جواب دیا۔ ”میں رات بھر اسے فون کرتا رہا ہوں جواب نہیں ملا۔ شاید وہ کسی خفیہ ٹھکانے پر پڑا عیاشی میں مشغول ہو۔“

”ایسا نہیں ہو سکتا..... ہیگن وثوق سے بولا۔ ”وہ کسی کے ٹھکانے پر راز گزارتا۔ وہ اگر کسی کے ہاں جاتا بھی ہے تو اپنا مطلب نکالنے کے بعد گھر واپس ہے۔“

پھر اس نے مائیکل کو مخاطب کیا۔ ”تم ہر پندرہ منٹ بعد اس کے گھر فون کرو۔ شاید کسی وقت جواب مل جائے۔“

سنی بے تابی سے ہیگن سے مخاطب ہوا۔ ”تم وکیل ہو..... مشورہ دو کہ ہمیں کیا چاہئے؟“

ہیگن نے مشروب کی ایک بوتل کھولتے ہوئے کہا۔ ”میرے خیال میں تو اس وقت تک سولوزو کو مذاکرات میں الجھائے رکھنا چاہئے جب تک تمہارے پاپا معاہدہ کو اپنے ہاتھ میں لینے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ اس دوران اگر تمہیں کوئی معاہدہ بھی جاتا ہے تو کر لو۔ جو بھی تمہارے پاپا ٹھیک ہوں گے، وہ کسی بھی دوسری ”فیملی“ سے کے بغیر معاملات کو سلجھانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔“

”تمہارا خیال ہے کہ میں اس خبیث سولوزو سے نہیں پیٹ سکتا؟“ سنی نے بولا۔

ہیگن اس سے نظر چرائے بغیر بولا۔ ”سنی! مجھے یقین ہے کہ تم اسے سبق ہو..... شکست دے سکتے ہو..... اور ٹھکانے بھی لگا سکتے ہو۔ ہماری فیملی کے پاس طا

مکانات میں ٹیسو کے آدمیوں کی جگہ اپنے آدمی لگا دیتا۔ اسپتال میں بہر حال ٹیسو ہی کے آدمی رہیں گے۔“

پھر وہ ہیگن سے مخاطب ہوا۔ ”صبح تم سب سے پہلا کام یہ کرنا کہ فون پر..... یا پھر قاصد کے ذریعے سولوزو اور نے ٹیگ لیا فیملی سے مذاکرات شروع کر دینا..... اور مائیکل! تم کل میز کے دو آدمیوں کو ساتھ لے کر براسی کے گھر جانا اور اس کی واپسی کا انتظار کرنا..... یا پھر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ آخر اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ وہ کہاں غائب ہے؟ اگر اس نے پاپا پر حملے کی خبر سن لی ہوتی تو اب تک وہ بھوکے درندے کی طرح سولوزو کی تلاش میں نکل چکا ہوتا۔ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ کسی بھی قیمت پر بک سکتا ہے یا ڈون سے غداری کر سکتا ہے۔“

اس موقع پر ہیگن نے ہچکچاتے ہوئے مداخلت کی۔ ”میرا خیال ہے تم اس قسم کا کوئی کام مائیکل کے سپرد نہ کرو۔“

سنی نے اس کا یہ مشورہ بھی فوراً ہی مان لیا اور دوبارہ مائیکل کو مخاطب کیا۔ ”ٹھیک ہے..... تم گھر میں ہی رہو اور ٹیلیفون کرنے اور سننے کی ذمہ داری سنبھال لے رکھو..... یہ کام زیادہ اہم ہے۔“

مائیکل نے قدرے خفت محسوس کی لیکن اس نے سعادت مندی سے سر ہلادیا۔ وہ ایک بار پھر براسی کا نمبر ملا کر ریسورکان سے لگا کر بیٹھ گیا۔ پہلے کی طرح اب بھی دوسری طرف سنی بج رہی تھی لیکن کوئی فون نہیں اٹھا رہا تھا!

☆.....☆.....☆

میز اس روز بمشکل چند گھنٹے سو سکا تھا اور اس دوران بھی اسے نیند صحیح طور پر نہیں آئی تھی۔ اٹھنے کے بعد اس نے اپنے لئے ناشتہ تیار کیا۔ ناشتے سے فارغ ہو کر وہ شب خوابی کے لباس میں ہی مضطربانہ انداز میں کمرے میں بیٹھنے لگا۔ وہ سنی کے حکم پر عملدرآمد کے بارے میں سوچ رہا تھا سنی نے کہا تھا کہ گلیو کا ”بندوبست“ جلد از جلد کر دیا جائے۔ اس کا

سنی کے چہرے پر برہمی نمودار ہو گئی۔ وہ گویا اپنا شدید غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ”یہ بات تم اتنی آسانی سے اس لئے کہہ سکتے ہو کہ جو شخص پانچ ماہ لکھا کر اسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہا ہے وہ تمہارا باپ نہیں ہے۔“

”میں نے بھی ہر موقع پر اپنے آپ کو ڈون کے بیٹوں جیسا ہی ثابت کیا ہے لیکن جلدی سے بولا۔ ”یہ میں اپنی پیشہ ورانہ رائے دے رہا تھا..... لیکن اگر تم میری رائے معلوم کرنا چاہتے ہو تو میں بتا دوں کہ اس وقت میرا دل چاہ رہا ہے کہ ان تمام کینسر اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں جو ڈون پر حملے میں ملوث ہیں۔“ اس کے ا میں جذبات کی ایسی شدت اور خلوص نیت کا ایسا تاثر تھا کہ سنی فوراً ہی شرمندہ ہو گیا۔

”میرا یہ مطلب نہیں تھا ہیگن!“ سنی کا توجہ معذرت خواہانہ ہو گیا۔ ”میں تمہارا خلوص پر شک نہیں کر رہا تھا۔“

لیکن درحقیقت سنی دل میں سوچ رہا تھا کہ خون کے رشتے بہر حال خون کے رشتے تھے، باقی رشتے ان کے سامنے بچ تھے۔ وہ چند لمحے پر خیال انداز میں خاموش رہا۔ ”ٹھیک ہے..... ہم اس وقت تک انتظار کر لیتے ہیں جب تک پایا ہوا دینے کے قابل نہیں ہو جاتے۔ میرا خیال ہے اس وقت تک تم بھی ”فیملی“ کے مکالموں کا ہی محدود رہو۔ خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں۔“

پھر اس نے مائیکل کو مخاطب کیا۔ ”تم بھی محتاط رہنا۔ ویسے تو میرے خیال میں تمہاری ذات کو سولوزو سے بھی کوئی خطرہ نہیں۔ وہ تمہیں ”فیملی“ کا بے ضرر فرد سمجھ کر تمہارے طرف توجہ نہیں دیں گے۔ ویسے بھی سولوزو ابھی تک یہی بتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ یہ اشتقاق کی لڑائی یا خاندانی جھگڑا نہیں، اس کے باوجود..... بہر حال احتیاط ضروری ہے۔“

پھر وہ ٹیسو سے مخاطب ہوا۔ ”تم اپنے آدمیوں کو ریزرو میں رکھو اور ان سے کہا شہر میں گھوم پھر کر سن گن لینے کی کوشش کرتے رہیں۔“

اس کے بعد اس نے میز کو مخاطب کیا۔ ”تم پہلے گلیو والا معاملہ نمٹالو۔ پھر تم

اور ”فیلی“ کے مطلب کا نو جوان تھا۔ گھٹو سے کچھ نچلے درجے پر وہ ”فیلی“ کے لئے عمدگی سے خدمات انجام دیتا آ رہا تھا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ جسم، ہتھیرا اور طاقت کے ساتھ ساتھ ذہن استعمال کرنا بھی جانتا تھا۔ ہر آزمائش کی صورت میں زبان بند رکھنے کی ذہنی بھی اس میں موجود تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اگر کبھی پولیس کے ہتھے چڑھ بھی جاتے تو ان کے تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود ”فیلی“ کے خلاف زبان نہیں کھول سکتے تھے۔

میزرانے اس کے بارے میں اچھی طرح غور کیا اور اس فیصلے پر قائم رہا کہ لیپسون اب ”ترقی“ کا مستحق تھا۔ اسے گھٹو کی جگہ دی جاسکتی تھی۔ یہ سوچنے سے بعد اسے کچھ اطمینان ہوا۔ اس نے گھٹو کو ہدایت کی تھی کہ وہ تین بجے اپنی کار میں اسے لینے آ جائے۔ دو بجے میزرا نے لیپسون کا نمبر ملایا۔

اس نے فون پر اپنا نام بتائے بغیر کہا۔ ”تمہارے لئے ایک کام نکل آیا ہے۔ میری طرف آ جاؤ۔“

لیپسون نے اس کی آواز فوراً پہچان لی۔ اس نے کوئی سوال نہیں کیا۔ اس اچانک پروگرام پر کوئی حیل جت نہیں کی۔ اس میں ایک اچھے کارکن کی تمام خوبیاں موجود تھیں۔ میزرا نے فون بند کر دیا۔

”فیلی“ کے مکانات پر مشتمل علاقے سے وہ ٹیسو کے آدمیوں کو ہٹا کر اپنے آدمی قیادت کر چکا تھا۔ اب اسے تھوڑا سا وقت میسر تھا۔ وہ اس دوران اپنی کید لک کو دھونے اور چکانے کے ارادے سے گیراج میں چلا گیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اپنی اس پسندیدہ گاڑی کو دھونے اور چکانے کے دوران وہ زیادہ یکسوئی سے اپنے مسائل کے بارے میں سوچ بچار کرنے میں کامیاب رہتا تھا۔

اسے یاد تھا کہ جب وہ چھوٹا تھا اور اٹلی کے ایک گاؤں میں تھا تو اس کا باپ بھی موٹا بچہ کی ضرورت محسوس کرتا تھا تو اپنے گدھے کی ”جھاڑ پونچھ“ اور مالش کرنے لگتا تھا۔ وقت رفت کی بات تھی۔ اس کے باپ کے پاس سواری کے لئے گدھا تھا۔ میزرا کے پاس

مطلب تھا کہ یہ کام آج ہی ہو جانا چاہئے تھا۔

غیر ارادی طور پر وہ گھٹو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا تعلق سلی خانہ سے تھا اور وہ ڈون کے بچوں کے ساتھ کھیل کود کر بڑا ہوا تھا۔ مائیکل کے ساتھ کچھ عرصہ اسکول بھی گیا تھا۔ اس نے ”فیلی“ کے لئے بڑے خلوص سے کام کر کے اپنی جگہ بنائی تھی۔ اسے اپنے کاموں کا معقول معاوضہ ملتا تھا۔ میزرا کو معلوم تھا کہ اس کے علاوہ کبھی کبھی چھوٹی موٹی لوٹ مار سے بھی رقم حاصل کر لیتا تھا۔

اس قسم کی حرکتیں ”فیلی“ کے اصولوں کے خلاف تھیں لیکن میزرا یہ سوچ حرکتوں کو نظر انداز کر دیتا تھا کہ سرکش گھوڑا، سوار کے اشاروں کے خلاف زور آزمایہ رہتا تھا۔ میزرا کو امید تھی کہ جب گھٹو پر زیادہ خوشحالی آئے گی تو وہ حرکتیں چھوڑ دیگا۔ ان حرکتوں کی وجہ سے کبھی میزرا، فیلی یا خود گھٹو کو کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ میزرا کو اس بات پر حیرت نہیں تھی کہ اتنا پرانا نمک خوار وفادار اس طرح تھا اور غدار کر بیٹھا تھا۔ میزرا کو اس کا ”بندوبست“ کرنے کے سلسلے میں بھی کوفتوں یا پریشانی نہیں تھی۔ البتہ دو سوال اسے پریشان کر رہے تھے۔ ایک تو یہ کہ گھٹو کو لگانے کی ذمہ داری وہ کس کے سپرد کرے؟ دوسرے یہ کہ گھٹو کا متبادل کون ہوگا؟ حال ایک اہم آدمی تھا۔

اس نے گھٹو کے متبادل کے طور پر کئی ناموں پر غور کیا لیکن کسی نہ کسی وجہ سے نام کو دل ہی دل میں مسترد کرتا چلا گیا۔ آخر کار اس کے ذہن میں لیپسون نامی ایک نو خیال آیا اور اس کے دل نے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ لیپسون کو دوسری عالم کے زمانے میں فوج میں بھرتی ہونا پڑا تھا اور وہ کچھ اس طرح زخمی ہو گیا تھا کہ ہونے سے پہلے ہی اسے فوج سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔

صحت یاب ہونے کے بعد بھی اس کی ٹانگ میں ہلکی سی لنگڑاہٹ برقرار لیکن اس کی یہ کمزوری اس کی مصروفیات میں رکاوٹ نہیں بنی تھی۔ وہ ایک مستند

کیڈلک تھی۔

کیڈلک کی صفائی کے دوران بھی وہ گھٹو کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ گھٹو ہوشیار رہنے کی بھی ضرورت تھی۔ وہ کسی درندے سے کم نہیں تھا۔ خطرے کی بومسوں کو کرنا تھا۔ جب اسے ڈون کے گھر سے میزرا کے ساتھ رخصت کر دیا گیا تھا تو اس نے غائب سمجھا تھا کہ ان دونوں ہی کی شخصیت کو شکوک و شبہات سے بالاتر قرار دیا جا چکا ہے۔

البتہ اب میزرا اندیشہ محسوس کر رہا تھا کہ گھٹو جب اسے لینے آئے گا اور اس کے ساتھ لیمپون کو دیکھے گا تو کہیں بدک تو نہیں جائے گا؟ میزرا نے محسوس کیا کہ لیمپون کو اسے رکھنے کے لئے کوئی جواز گھڑنا ضروری تھا۔ یہ بہر حال زندگی اور موت کے معاملات تھے۔ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ میزرا کو ہدایت کی گئی تھی کہ گھٹو کی لاش دریافت ہو جا چاہئے۔ ورنہ میزرا تو کسی کو ہلاک کرنے کے بعد اس کی لاش غائب کر دینا زیادہ بہتر سمجھتا تھا۔ ایسی کئی ”محفوظ جگہیں“ موجود تھیں جہاں لاشیں غائب کی جاسکتی تھیں۔ گھٹو کی لاش کہیں سر عام چھوڑنے میں دو بروی مصلحتیں کا فرما تھیں۔

اس طرح ایک تو ان کارندوں کو عبرت ہوتی جن میں غدار کی جراثیم موج تھے۔ اور جو مستقبل میں آستین کے سانپ بننے کی کوشش کر سکتے تھے۔ دوسرے سولوزا اندازہ ہو جاتا کہ ڈون فیملی نے اپنی صفوں میں غدار کتنی جلدی تلاش کر لیا اور اس کے سلسلے میں کسی قسم کی نرمی یا درگزر سے کام نہیں لیا۔ یعنی ”فیملی“ کے لوگ ابھی نہ تو عقل و ذہان سے محروم ہوئے تھے اور نہ ہی ان کے اصولوں میں کوئی لچک پیدا ہوئی تھی۔ ڈون جتنی آسا سے گولیوں کا نشانہ بن گیا تھا، اس سے ”فیملی“ کی کچھ کمزوری ظاہر ہوئی تھی لیکن اتنی جلدی ایک غدار کو تلاش کر کے اور عبرتاک سزا دے کر اس تاثر کی کچھ تلافی کی جاسکتی تھی۔

آخر میزرا کو بیگ وقت گھٹو اور لیمپون کو ساتھ لے کر روانہ ہونے کے لئے ایک بہانہ اور جواز سوجھ ہی گیا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ گھٹو کو بتائے گا کہ وہ لوگ کوئی مناسب اپارٹمنٹ تلاش کرنے کی مہم پر جا رہے ہیں۔ ”فیملی“ کے خاص لوگوں پر اگر کوئی برا وقت آ

پڑتا تھا یا ہنگامی حالات درپیش ہوتے تھے تو وہ کچھ عرصے کے لئے روپوش بھی ہو جاتے تھے۔

اس مقصد کے لئے کسی دور افتادہ اور گمنام سی جگہ پر اپارٹمنٹ کرائے پر لئے جاتے تھے جہاں کئی کئی افراد اس طرح رہتے تھے کہ دوسروں کی نظر میں کم سے کم آئیں۔ وہ نام پر پر فرش پر گدے بچھا کر سوتے تھے اور خانہ بدوشوں کے سے انداز میں روز و شب بسر کرتے تھے۔ ضرورت محسوس کرنے پر اپارٹمنٹ جلدی جلدی تبدیل بھی کئے جاتے تھے۔ ان لوگوں کی اصطلاح میں اسے ”خانہ بدوشی کا زمانہ“ کہا جاتا تھا۔

میزرا نے سوچ لیا کہ وہ گھٹو کو بتائے گا کہ ”فیملی“ خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ شاید اسے ”خانہ بدوشی“ کے دن گزارنے کی ضرورت پیش آجائے۔ اس مقصد کے لئے کم از کم ایک اپارٹمنٹ کا بندوبست تو پہلے سے کرنا تھا۔ وہ لوگ اسی مشن پر جا رہے تھے اور لیمپون کو اس مقصد کے تحت ساتھ لیا گیا تھا۔ اس کی نظر میں چند ”محفوظ“ اپارٹمنٹ تھے۔ میزرا کو امید تھی کہ اس جواز سے گھٹو مطمئن ہو جائے گا۔

لیمپون جلد ہی آن پہنچا اور میزرا نے اسے سمجھا دیا کہ صورت حال کیا تھی، انہیں کیا کرنا تھا اور کس طرح کرنا تھا۔ اپنی ”ترقی“ کی نوید سن کر لیمپون کے چہرے پر چمک آگئی اور اس نے میزرا کا شکریہ ادا کیا۔ میزرا اسے اپنے ساتھ تہہ خانے کے ایک کمرے میں لے گیا جہاں اس نے دیوار گیر تجوری سے ایک ریو الورنکا لایا اور لیمپون کے سپرد کرتے ہوئے کہا۔ ”یہ استعمال کرنا۔ یہ گن بالکل محفوظ ہے۔ اس کے بارے میں کوئی سراغ نہیں لگایا جا سکتا۔“

ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ ”کام ختم کرنے کے بعد یہ گن گاڑی میں گھٹو کے پاس ہی چھوڑ دینا۔ اس مشن سے فارغ ہوتے ہی یہی بچوں کو لے کر فلوریڈا چلے جانا۔ وہاں خوب آرام و تفریح کرنا۔ میامی بیچ پر فیملی کا اپنا بیڈا موجود ہے۔ اسی میں ٹھہرنا۔ تاکہ ضرورت کے وقت آسانی سے تم سے رابطہ کر

روانہ ہوئے۔

راستے میں ایک ویران سی جگہ دیکھ کر میزبان نے گھٹو سے کہا۔ ”ذرا یہاں گاڑی روکنا۔ میں کوئی مناسب جگہ دیکھ کر.....“ اس نے چھوٹی انگلی اٹھا کر مخصوص اشارے سے مکھ کو بتایا کہ اسے حاجت ہو رہی تھی۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ پرانے ساتھی تھے اور میزبان پہلے بھی کئی مرتبہ دوران سفر ایسی درخواست کر چکا تھا۔

مکھ نے گاڑی کچے میں اتار کر روک دی اور میزبان اتر کر جھاڑیوں کی طرف چلا گیا۔ اس دوران اس نے اچھی طرح گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ دور تک ویرانی تھی۔ واپس آتے ہوئے اس نے لیمپون کو ”گرین سگنل“ دے دیا۔ بند گاڑی میں دھماکا گونجا۔ مکھ کو گویا آگے کی طرف زوردار جھٹکا لگا اور وہ اسٹیرنگ ڈیجیل پراؤنڈ خا ہونے کے بعد سامکن ہو گیا۔ اس کی آدمی کھوپڑی غائب ہو چکی تھی۔

لیمپون فوراً ہی گاڑی سے اتر آیا۔ گن ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔ میزبان نے پہلے اسے گن گاڑی میں چھوڑنے کی ہدایت کی تھی لیکن اب اسے ایک اور مناسب جگہ نظر آ گئی تو اس نے لیمپون کو گن وہاں پھینکنے کی ہدایت کر دی۔ وہ بڑا سا ایک دلدلی گڑھا تھا۔ اس میں کچھ تلاش کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ گن اس میں غائب ہو گئی۔

تھوڑے ہی فاصلے پر ایک دوسری خالی کار موجود تھی۔ وہ دونوں اس میں بیٹھے اور تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے۔ اس وقت شام کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

☆.....☆.....☆

ڈولن پر قاتلانہ حملے سے ایک روز پہلے..... رات گئے ڈولن کا سب سے زیادہ خطرناک سب سے زیادہ خطرناک آدمی لوکا برا سی دشمن سے ملنے جا رہا تھا۔

وہ پچھلے تین ماہ سے سولوزو کے آدمیوں سے رابطے میں تھا۔ وہ اپنے طور پر نہیں بلکہ ڈولن کی ہدایت پر ہی ایسا کر رہا تھا۔ تین ماہ پہلے اس نے ان نائٹ ٹیموں میں جانا شروع کیا تھا جو ”ٹے ٹیک لیا فیلٹی“ کی ملکیت تھے۔ ایسے ایک کلب کی ٹاپ کی کال گرل کی

سکون۔ فی الحال اخراجات کے لئے اپنی رقم استعمال کرنا۔ بعد میں سب کچھ، بھاری ہار سمیت مل جائے گا۔ تمہیں معلوم ہے فی الحال ”فیلی“ ذرا بحران میں پھنسی ہوئی ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دینے کا کسی کے پاس وقت نہیں ہے۔“

چند منٹ بعد میزبان کی بیوی نے اطلاع دی کہ مکھ آ گیا ہے اور ڈرائیوے پر گاڑی میں ہی بیٹھا تھا۔ میزبان گھر سے نکل آیا۔ لیمپون اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ میزبان کھول کر گھڑی دیکھتے ہوئے مکھ کے برابر جا بیٹھا۔ اس نے مکھ کو دیکھ کر گرجوٹی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ گرجوٹی کا مظاہرہ بھی اسے شک میں مبتلا کر سکتا تھا۔

جب لیمپون پچھلا دروازہ کھول کر مکھ کے عقب میں بیٹھا تو مکھ ذرا چونکا۔ نے فوراً اپنی کہانی شروع کر دی۔ ”بھئی..... وہ سنی کچھ خوفزدہ لگ رہا ہے۔ اس نے ام سے اپنے آدمیوں کے لئے خانہ بدوشوں کا زمانہ گزارنے کے لئے اپارٹمنٹ تلاش کرنے حکم دے دیا ہے۔“ اس نے اپنے لہجے سے کچھ ایسا تاثر دیا تھا جیسے اسے سنی کے اس کم عملدرآمد ناگوار گزر رہا ہو۔ ”تمہاری نظر میں کوئی موزوں اپارٹمنٹ ہے؟“

مکھ کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔ شاید وہ دل ہی دل میں کچھ زیادہ ہی خوش ہو تھا کہ اتنے اہم اور خفیہ مشن پر اسے ساتھ لے جایا جا رہا تھا۔ شاید وہ یہ بھی سوچ رہا ہو کہ ایہ اہم اور خفیہ ٹھکانے کا پتا سولوزو کو فراہم کر کے وہ کتنا بڑا انعام حاصل کر سکتا تھا؟ لیمپون اس دوران عدم دلچسپی سے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وہ اپنا کردار عملاً سے ادا کر رہا تھا۔

”مجھے اس کے بارے میں سوچنا پڑے گا۔“ مکھ نے جواب دیا۔  
”ٹھیک ہے..... ڈرائیونگ کے دوران ہی سوچتے رہو۔ مجھے آج نیویارک میں ہے۔“ میزبان بولا۔

وہ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ خاصی دیر سفر جاری رہا۔ راستے میں میزبان نے اپارٹمنٹ کی تلاش میں ادھر ادھر کافی وقت بھی ضائع کیا۔ آخر کار وہ لاگنا بیچ کی طرف

رفاقت خرید کر اس نے اپنے ایک خاص مشن کا آغاز کیا تھا۔

اس کال گرل کے ساتھ وقت گزاری کے دوران اس نے دبے دبے لفظوں میں یہ تاثر دیا تھا کہ وہ ڈون کارلیون فیملی کے ساتھ کچھ زیادہ خوش نہیں کیونکہ وہاں اسے اس خدمات کا مناسب صلہ نہیں مل رہا تھا اور اسے وہ اہمیت بھی نہیں دی جاتی تھی جس کا وہ مستحق تھا۔ بظاہر اس نے کچھ نشے کی ترنگ میں..... اور کچھ باتوں کی روانی میں غیر ارادی طور دل کا غبار نکالا تھا۔

اس واقعے کے چند دن بعد اس نائٹ کلب کا مینجر برونو نے ٹیگ لیا خود ہی اس کی میز پر آ کر اس سے مل بیٹھا۔ وہ نے ٹیگ لیا فیملی کے سربراہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ خود براہ راست عورتوں کے دسندے میں ملوث نہیں تھا لیکن اس کے نائٹ کلب میں لڑکیاں کورس کی صورت میں ڈانس کرتی تھیں، وہ گویا یہیں کال گرل بننے کی تربیت حاصل کرتی تھیں اور آگے بڑھ جاتی تھیں۔

برونو نے پہلی ملاقات میں ہی براسی سے کافی حد تک کھل کر بات چیت کی۔ اس نے براسی کو اپنی فیملی کے لئے کام کرنے کی پیشکش کر دی۔ ایک ماہ تک اس طرح کی بات چلتی رہیں۔ برونو اور براسی دونوں اپنا اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ براسی یہ ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ اس کال گرل کی زلفوں کا اسیر ہو چکا ہے۔ جو کلب سے وابستہ تھی۔ بظاہر اس کی وجہ سے وہاں باقاعدگی سے آنے لگا تھا۔

برونو ایک ایسے بزنس مین کا کردار ادا کر رہا تھا جو کسی بڑی کمپنی کے ایگزیکٹو یا کوٹوڑنے کی کوشش کر رہا تھا اور اسے بہتر مراعات وغیرہ کی پیشکش کر کے اپنے ہاں آنے دعوت دے رہا تھا۔ ایسی ایک ملاقات کے دوران براسی نے ظاہر کیا جیسے وہ تھوڑا سا ڈال ڈول ہو رہا ہے۔

اس موقع پر اس نے کہا۔ ”لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو..... میں سمجھی گا فادر ڈون کارلیون کے مد مقابل کھڑا نہیں ہوں گا۔ صرف وہی ایک ایسا شخص ہے جس

میں بہت عزت کرتا ہوں۔ اس کی طرف سے بس تھوڑا سا صدمہ اسی بات سے پہنچا ہے کہ اپنے بعد بھی وہ کاروبار میں بہر حال اپنے بیٹوں کو ہی آگے لائے گا۔ میری حیثیت یہی رہے گی جو اس وقت ہے۔ یعنی میری طویل خدمات کا کوئی خاص صلہ نہیں ملے گا۔ میرا خیال تھا کہ جب وہ کاروبار سے لاتعلقی ہوگا، کم از کم اس وقت تو مجھے بھی اس کے کسی بیٹے کے برابر بہت حاصل ہوگی۔“

برونو نئی سسل کا نمائندہ تھا۔ وہ براسی، ڈون۔ حتیٰ کہ خود اپنے باپ جیسے پرانے یا وفادار لوگوں کو کچھ زیادہ عقلمند یا ذہین نہیں سمجھتا تھا۔ تاہم احترام ان کے سامنے خاموش رہتا تھا۔

اس موقع پر وہ بولا۔ ”میرے والد کبھی تمہیں ڈون کے مقابل کھڑا کرنا یا تم سے اس کے خلاف کام لینا نہیں چاہیں گے۔ انہیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ ایک دوسرے سے سر پھوڑنے کا زمانہ نہیں ہے۔ سب ایک دوسرے کے ساتھ صلح صفائی سے رہتے ہیں اور اپنا اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ یہ پرانا قبائلی دور نہیں ہے جب ہر وقت کسی نہ کسی کے ساتھ جنگ میں مصروف رہنے کے بہانے ڈھونڈے جاتے تھے۔ تمہارا معاملہ ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی آدمی کسی کمپنی میں نوکری کرتے وقت زیادہ خوش نہیں ہے اور اسے کسی دوسری کمپنی میں اس سے کچھ بہتر نوکری ملتی ہے تو وہ وہاں چلا جاتا ہے۔“

براسی نے پر خیال انداز میں آہستگی سے سر ہلایا اور خاموش رہا۔ برونو نے بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے بات جاری رکھی۔ ”تم کہو تو میں اپنے والد کے کان میں بات ڈال ڈال کر تم بہتر مواقع کی تلاش میں ہو۔ ہم جیسے لوگوں کے کاروبار میں تم جیسے لوگوں کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ ہمارا کوئی کاروبار آسان نہیں ہے۔ ہمارے معاملات کو ہموار انداز میں رواں دواں رکھنے کے لئے مضبوط اور سخت جان لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے بارے میں جب بھی تمہارا ذہن آمادہ ہو تو مجھے بتا دینا۔“

”ویسے تو خیر..... میں جہاں ہوں، وہاں بھی ٹھیک ہی ہوں۔“ براسی نے ظاہر کیا

”بس، میرا ایک دوست ہے۔ وہ تمہارے سامنے کوئی اہم تجویز رکھنا چاہتا ہے۔  
 نہیں کوئی پیشکش کرنا چاہتا ہے۔ کیا تم آدھی رات کے بعد یہاں اس سے ملنے آ سکتے ہو؟“  
 ”یقیناً.....“ براسی بولا۔ ”صحیح وقت اور صحیح جگہ بتادو۔ میں آ جاؤں گا۔“  
 برونو نے ایک لمحے سوچا پھر بولا۔ ”کلب رات کے پچھلے پہر تقریباً چار بجے بند  
 ہوتا ہے تم اس وقت آ جاؤ۔ جب ویٹرز ساز و سامان سمیٹ کر صفائی کر رہے ہوتے ہیں۔“  
 براسی سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ لوگ اس کی عادات سے واقف ہو چکے تھے۔  
 شاید انہوں نے اس پر نظر رکھی ہو اور اس کے بارے میں معلومات جمع کی ہوں۔ وہ دن بھر  
 سوتا تھا اور اس کی راتیں جاگتے ہوئے گزرتی تھیں۔ اس کے معمولات کچھ اسی قسم کے  
 سانچے میں ڈھل چکے تھے۔

”ٹھیک ہے، میں صبح چار بجے دوبارہ آ جاؤں گا۔“ اس نے جواب دیا۔  
 اس نے ٹائٹ کلب میں کچھ وقت پینے پلانے اور کچھ وقت اس مخصوص کال گرل  
 کی رفاقت میں گزارا پھر وہاں سے نکل آیا۔ باہر آ کر اس نے نیکیسی پکڑی اور گھر آ گیا۔ وہ  
 ایک بڑے اور آراستہ و پیراستہ اپارٹمنٹ کے آدھے حصے میں رہتا تھا۔ باقی آدھا حصہ ایک  
 اطالوی فیملی کے پاس تھا۔ براسی کا اس فیملی سے کوئی خاص میل جول نہیں تھا لیکن اس نے  
 مصلحت کے تحت ان کے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کیا ہوا تھا۔ اس طرح اس کے بارے میں تاثر  
 ملتا تھا کہ وہ فیملی والا اور معزز آدمی تھا جبکہ اسے ان مسائل سے کوئی سروکار نہیں تھا جو فیملی  
 والوں کو عموماً درپیش ہوتے ہیں۔ فیملی کے ساتھ اپارٹمنٹ شیئر کرنے کی وجہ سے اسے یہ خطرہ  
 بھی کم محسوس ہوتا تھا کہ کبھی وہ اچانک گھر پہنچے تو کوئی گھات لگائے اس کا انتظار میں بیٹھا  
 ہو۔

اسے یقین تھا کہ برونو اسے جس شخص سے ملوانا چاہ رہا تھا وہ سولوزو تھا۔ اگر  
 معاملات صحیح انداز میں آگے بڑھتے تو اسے آسانی سے سولوزو کے عزائم کا اندازہ ہو سکتا تھا  
 اور وہ اتنی اہم رپورٹ ”کرسمس کے تحفے“ کے طور پر ڈون کو پیش کر سکتا تھا۔

جیسے ابھی وہ کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ چنانچہ بات وہیں کی وہیں رہ گئی۔  
 درحقیقت اس کا مقصد ٹیگ لیا فیملی پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ لوگ منشیات کا  
 کاروبار شروع کرنے جا رہے تھے، وہ اس کے بارے میں جانتا تھا اور اس سلسلے میں ایک  
 فری لانسر کے طور پر اپنی خدمات پیش کر کے کچھ اضافی فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس طرح  
 درحقیقت وہ سولوزو کے عزائم سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ”ڈون نے جس طرح  
 سولوزو کی پیشکش مسترد کی تھی..... کیا اس کے بعد سولوزو ڈون سے چھپیر چھاڑ کا کوئی ارادہ  
 رکھتا تھا؟“

یہ سوال خود ڈون کے لئے بھی اہم تھا اور وہ براسی کے ذریعے اس کا جواب  
 حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اگر یہ بات انہیں پہلے سے معلوم ہو جاتی تو وہ سولوزو سے پٹنے کے لئے  
 بہتر طور پر تیار رہ سکتے تھے لیکن دو ماہ تک جب سولوزو کی طرف سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا  
 براسی نے ڈون کو نیکی رپورٹ دی کہ سولوزو نے اس کے انکار کو دل پر نہیں لیا تھا۔ اس نے  
 اس بات پر صبر کر لیا تھا اور اس کا انتقامی کارروائی کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔ تاہم ڈون نے  
 براسی کو یہی ہدایت کی کہ وہ ان لوگوں کے نیٹ ورک میں گھسنے کی کوشش جاری رکھے لیکن ان  
 سلسلے میں زیادہ گرجوشی یا اشتیاق نہ دکھائے۔ بس فارغ وقت میں ڈھیلے ڈھالے انداز میں  
 کوشش کرتا رہا۔

ڈون پر فائرنگ سے ایک رات پہلے براسی ٹائٹ کلب گیا تو برونو فوراً ہی اس کے  
 میز پر آن بیٹھا اور بولا۔ ”میرا ایک دوست تم سے کچھ بات چیت کرنا چاہتا ہے۔“  
 ”تو اسے لے آؤ۔ میں تمہارے کسی بھی دوست سے بات چیت کے لئے تیار  
 ہوں۔“ براسی نے جواب دیا۔

”نہیں..... وہ اس وقت یہاں نہیں آ سکتا۔ وہ تم سے ذرا راز داری سے ملاقات  
 کرنا چاہتا ہے۔“ برونو نے ٹیگ لیا نے کہا۔  
 ”کون ہے وہ؟“ براسی نے دریافت کیا۔

چلایا۔ اس نے براسی کے لئے ایک ڈرنک تیار کی مگر براسی نے یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ وہ پہلی کافی لے چکا ہے۔ اس نے سگریٹ سلگالی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بھی عین ممکن ہے، اس کا متوقع ملاقاتی سولوزو نہ ہو۔۔۔۔۔ مگر چند لمحے بعد اس نے کلب کے ایک اندھیرے کونے سے سولوزو کو نمودار ہوتے دیکھا۔

سولوزو نے آکر اس سے ہاتھ ملایا اور اس کے برابر والے اسٹول پر بیٹھ گیا۔ برو نو نے ڈرنک اس کے سامنے رکھ دی۔ اس نے سر کے اشارے سے گویا شکریہ ادا کیا اور براسی سے مخاطب ہو۔ ”کیا تم جانتے ہو، میں کون ہوں؟“

براسی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے مربیانہ انداز میں مسکرایا۔ اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ چور بل سے باہر آ گیا تھا۔ اس شخص کا کام تمام کرتے وقت اسے مزید خوشی ہوتی جو اپنے آپ کو بڑا خطرناک لڑاکا سمجھتا تھا۔

”کیا تمہیں معلوم ہے، میں تم سے کیا فرمائش کرنے والا ہوں؟“ سولوزو نے ایک اور سوال کیا۔

اس بار براسی نے نفی میں سر ہلایا۔

”میرے پاس بڑے کاروبار کا ایک منصوبہ تیار ہے۔“ سولوزو بولا۔ ”اس میں اوپر کی سطح کے لوگوں کے لئے بڑی دولت ہے۔ میں پہلی ہی کھپ کی کامیابی سے منتقلی پر تمہیں کم از کم پچاس ہزار ڈالر کی تو گارنٹی دے سکتا ہوں۔ یہ صرف تمہارا حصہ ہوگا۔ میں بیزنس کی بات کر رہا ہوں۔ آنے والا دور اسی کا ہے۔“

”تم نے مجھے کیوں بلوایا ہے؟“ براسی نے انجان بننے ہوئے سوال کیا۔ ”کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس سلسلے میں ڈون سے بات کروں؟“

سولوزو دانت پیس کر بولا۔ ”تمہارے ڈون سے میں پہلے ہی بات کر چکا ہوں۔ وہ اس دھندے میں بالکل ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتا۔ بہر حال، میرے لئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں اس کے تعاون کے بغیر بھی اپنے منصوبوں پر عمل کر سکتا ہوں۔۔۔۔۔ تاہم مجھے

اپنے پیڈروم میں پہنچ کر براسی نے بیڈ کے نیچے سے ایک ٹرنک نکالا اور اس سے ایک بلٹ پروف جیکٹ نکال کر کپڑوں کے نیچے پھین لی۔ اس نے ڈون کو فون پر آج کی متوقع ملاقات کے بارے میں بتانا چاہا لیکن پھر اسے خیال آیا کہ ڈون اس باتیں فون پر کرنا پسند نہیں کرتا۔ ویسے بھی اس نے یہ مشن انتہائی خفیہ انداز میں اس کے کیا تھا لیکن اور ڈون کے بیٹوں تک کو اس بارے میں کچھ پتا نہیں تھا۔۔۔۔۔ اور نہ ہی چاہتا تھا کہ انہیں پتا چلے۔ چنانچہ براسی نے فون کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ویسے معاملہ کچھ آگے بڑھنے اور کوئی کام کی بات معلوم ہونے کے بعد اسے رپورٹ دینا زیادہ معلوم ہوتا۔

براسی نے ریو اور بھی ساتھ لے لیا۔ یہ لائنس والا ریو اور تھا اس کا لائنس شہر کا سب سے مہنگا لائنس تھا۔ اسے حاصل کرنے کے لئے دس ہزار ڈالر رشوت دی تھی تاہم اس کی وجہ سے براسی کو ذرا اطمینان رہتا تھا کہ کبھی راستے میں اچانک چیکنگ دوران پولیس اس کار ریو اور دیکھ بھی لیتی تو کوئی مسئلہ کھڑا نہ ہوتا۔ آج رات اس نے لا والی گن اس لئے ساتھ لی تھی کہ فی الحال اس کو استعمال کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ اس کا تھا کہ ابھی وہ صرف سولوزو کی بات سنے گا اور اگر ڈون کے بارے میں اس کے عزائم خطرناک نظر آئے تب بھی آج رات اس کا کام تمام نہیں کرے گا۔۔۔۔۔ بلکہ ڈون کو رہا دینے کے بعد اس کے حکم کے مطابق قدم اٹھائے گا۔ اگر سولوزو کا بتا صاف کرنے کا وہ اسے کسی ایسی گن سے ٹھکانے لگائے گا جس کا کوئی سراغ لگانا ممکن نہ ہو۔

یہی سب کچھ سوچتا ہوا وہ وقت مقررہ سے کچھ پہلے دوبارہ ٹائٹ کلب جا اس وقت وہاں باہر دروازے پر ڈور مین بھی موجود نہیں تھا۔ ہیٹ اور اور کوٹ سنبھالنے والی لڑکی بھی جا چکی تھی۔ اندر صرف برو نو موجود تھا جو اسے کلب کے ایک کونے میں واقع باریک طرف لے گیا۔ وہاں اس وقت ویرانی تھی اور روشنی بھی کم تھی۔ براسی ایک اسٹول پر بیٹھ گیا اور برو نو کسی باریٹینڈر کی طرح کاؤنٹر کے عقب

پست ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ان کی گرفت سے چھڑا لیتا مگر اس اثناء میں ایک شخص اس کے عقب میں نمودار ہوا اور اس نے براسی کی گردن میں ٹائیوں کے باریک تار کا پھندا ڈال دیا جو تیزی سے تنگ ہوتا چلا گیا۔

براسی کی آنکھیں حلقوں سے باہر آ گئیں۔ اس کے چہرے اور گردن کی رگیں اس کی طرح پھول گئیں کہ اس حصے پر گویا ایک جال سے ابھر آیا۔ پھندا ڈالنے والے شخص نے اپنی پھرتی اور طاقت سے اسے کسا کہ ٹائیوں کا تار گویا براسی کی گردن میں اتر گیا۔ چند سیکنڈ بعد وہ تازہ نظر ہی نہیں آ رہا تھا تھا براسی کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔

جلد ہی اس کی مزاحمت دم توڑ گئی اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے۔ اس کے دائیں بائیں بروڈو اور سولوزو یوں دلچسپی سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے گویا سائنس لیبارٹری میں نوعمر طالب علم اپنے کئے ہوئے تجربے کے نتائج کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔

دھیرے دھیرے براسی کی ٹانگیں مڑ گئیں اور وہ فرش کی طرف گرتا چلا گیا۔ بروڈو اور سولوزو نے اس کے بازو چھوڑ دیئے مگر پیچھے سے اس کی گردن میں پھندا ڈالنے والے شخص نے ٹائیوں کی ڈوری اس وقت تک نہیں چھوڑی جب تک براسی کو فرش پر گر کر رساک ہوئے چند لمحوں میں گزر گئے۔ آخر کار اسے یقین ہو گیا کہ براسی مر چکا تھا تب وہ پھندے کی ڈوری چھوڑ کر سیدھا ہو گیا۔

”میں چاہتا ہوں کہ اس کی لاش دریافت نہ ہو سکے۔“ سولوزو نے پرسکون لہجے میں کہا اور گھوم کر اپنے تلے قدم اٹھا تا اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

جس شام ڈون پر فائرنگ ہوئی، اس سے اگلا دن اس کی فیملی کے لئے بے پناہ مصروفیات کا دن تھا۔ مائیکل فون پر مصروف رہا اور ضروری چیزیں سنی کو دیتا رہا، لیکن کسی ایسے آدمی کی تلاش میں رہا جس کے ذریعے سولوزو کے ساتھ میٹنگ کے انتظامات کئے جا سکیں اور جس کی شخصیت اس کام کے سلسلے میں دونوں پارٹیوں کے لئے قابل قبول ہو۔ اب

اس سارے آپریشن کی نگرانی اور اس کی حفاظت کے لئے ایک مضبوط اور طاقتور آدمی ضرورت ہے جو اس قسم کے کاموں کو مکمل کرانا اور راستے میں آنے والی رکاوٹوں کو دور کر جانتا ہو، مجھے پتا چلا ہے کہ تم اپنی ”فیملی“ کے لئے خدمات تو بدستور انجام دے رہے ہو لیکن کچھ زیادہ خوش نہیں ہو۔ تم چاہو تو ادھر سے ادھر ہو سکتے ہو۔“

”دیکھنا پڑے گا۔“ براسی نے کندھے اچکائے۔ ”اگر پیشکش اچھی ہو تو ہوا سکتا ہے۔“

سولوزو گہری نظر سے اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پھر وہ گویا دل بردار میں کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے بولا۔ ”تم چند دن میری پیشکش پر غور کر لو۔ پھر ہم دوبارہ بات لیں گے۔“

اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن براسی نے ظاہر کیا کہ اس نے سولوزو کو ہاتھ بڑھاتے نہیں دیکھا۔ وہ اس دوران دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ بروڈو نے اس سگریٹ سلگانے کے لئے لائٹر روشن کیا تھا۔ اس دوران براسی کافی حد تک مطمئن ہو چکا کہ اسے کسی ناخوشگوار صورت حال کا سامنا نہیں ہے۔ وہ گویا کسی حد تک اپنے آپ کو ذرا چھوڑ چکا تھا۔

اچانک بروڈو نے ایک عجیب حرکت کی۔ اس نے لائٹر کاؤنٹر پر ہی گرادیا۔ براہ کاتھ کاؤنٹر پر ٹکا ہوا تھا۔ اچانک ہی بروڈو کے ہاتھ میں جانے کہاں سے ایک خنجر آ گیا۔ براسی کے اس ہاتھ میں پیوست ہو گیا جو کاؤنٹر پر ٹکا ہوا تھا۔ ہاتھ سے گزر کر خنجر کاؤنٹر پر ٹکا گیا۔ براسی کا ہاتھ کاؤنٹر سے چپک کر رہ گیا۔

اس کے باوجود براسی شاید اپنا ہاتھ چر جانے کی پروا کئے بغیر اسے کاؤنٹر سے لیتا..... مگر ہوا یہ کہ بروڈو نے اس کا وہ بازو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ اس کا دوسرا بازو اسی سولوزو نے اس سے بھی زیادہ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ تاہم براسی ایک طاقتور آدمی تھا۔ وہ حالت میں بھی ان کے قابو میں آنے والا نہیں تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ ایک ہاتھ میں

تھا۔

فریڈ ابھی تک مسکن دواؤں کے زیر اثر تھا۔ وہ باپ کے گھر میں، اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔ سنی اور مائیکل اس کے مزاج پُرسی کے لئے گئے تھے۔ سنی اس کے چہرے کی زردی اور مجموعی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔

وہ جب اس کی مزاج پُرسی کے بعد اس کے کمرے سے نکلے تھے تو سنی نے بڑی حیرت سے مائیکل سے کہا تھا۔ ”کمال ہے.....! اس کی حالت دیکھ کر تو ایسا لگ رہا ہے جیسے اسے پاپا سے بھی زیادہ گولیاں لگی ہیں۔“

مائیکل کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اس نے میدان جنگ میں بھی بعض فوجیوں کی یہی حالت دیکھی تھی لیکن وہ زیادہ تر ایسے لوگ تھے جو بالکل عام سے سولین ہوا کرتے تھے۔ جنگ کے دوران ضرورت پڑنے پر انہیں رضا کارانہ یا جبری طور پر فون میں بھرتی کر لیا گیا تھا اور مختصر بیت کے بعد میدان جنگ میں بھیج دیا گیا تھا۔ جنگ کے ہولناک تجربوں سے گزرتے ہوئے اور بعض ناقابل یقین مناظر دیکھ کر ان کے اعصاب جواب دے جاتے تھے۔ مگر مائیکل کو کم از کم فریڈ کے بارے میں یہ توقع نہیں تھی۔ بچپن اور لڑکپن میں تو وہ اپنے بڑے اور چھوٹے، دونوں بھائیوں سے زیادہ سخت جان اور لڑاکا تھا۔..... مگر مسئلہ یہ بھی تھا کہ وہ باپ کے سامنے بہت زیادہ سعادت مند بھی تھا اور آنکھیں بند کر کے بس اس کے اشاروں پر چلتا تھا۔ اس کی اپنی کوئی رائے نہیں تھی۔ اس کی تمام تر سعادت مندی کے باوجود ڈون کا اسے کاروبار میں کوئی بڑی پوزیشن دینے کا ارادہ نہیں تھا کیونکہ اس کے خیال میں اس کے اعصاب میں وہ مضبوطی اور مزاج میں وہ سفاکی نہیں تھی جو ”فیملی“ کے معاملات کو چلانے کے لئے ضروری تھی۔

اس سہ پہر، بالی وڈ سے جونی کا فون بھی آیا۔ مائیکل نے اس کی فرمائش پر سنی سے اس کی بات کرائی۔ وہ فلم کے آخری مراحل میں پھنسا ہوا تھا مگر ڈون کی عیادت کے لئے آنا چاہتا تھا۔

کوئی اور ہی آدمی ثالث کا کردار ادا کرتے ہوئے دونوں پارٹیوں کو مذاکرات کی میز پر سلکتا تھا۔

ایسا لگتا تھا کہ سولوز و اب بہت محتاط ہو گیا تھا۔ وہ کہیں روپوش تھا۔ پیش منظر بالکل غائب ہو گیا تھا۔ شاید اسے پتا چل گیا تھا کہ میز اور میسو کے آدمی شہر میں پھیلے تھے اور اس کا سراغ پانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ٹیگ لیا فیملی کے خاص خاص آدمی روپوش ہو گئے تھے۔ سنی کو اس بات کی توقع تھی۔ دشمن کو یہ ابتدائی احتیاطی تدبیر تو بہرہ کرنی ہی تھی۔

میز اس دوران گلیو کوٹھکانے لگانے کے مشن کے سلسلے میں غائب تھا۔ جبکہ کو براسی کا سراغ لگانے کی ذمہ داری سوپی گئی تھی۔ اس کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ ڈون پر فائرنگ کے واقعے سے پچھلی رات گھر سے نکلا تھا اور پھر واپس نہیں آیا تھا۔ براشگون تھا لیکن سنی نہ تو یہ تسلیم کرنے پر تیار تھا کہ براسی غداری کر سکتا تھا اور نہ ہی اسے بات پر یقین آ رہا تھا کہ براسی کو کوئی گھات لگا کر دھوکے سے ہلاک کر سکتا تھا۔

ماما کارلیون..... یعنی ڈون کی بیوی اور سنی وغیرہ کی مان شہر کے مرکزی علاقہ میں ”فیملی“ کے ایک خیر خواہ گھرانے کے ساتھ مقیم تھی تاکہ اسے وہاں سے ڈون کی خبر کے لئے اسپتال آنے جانے میں آسانی رہے۔ اسپتال وہاں سے قریب تھا۔ اس کی کوئی بھی وہیں پہنچ چکی تھی اور اسی کے ساتھ مقیم تھی۔

ڈون کے داماد، رزی نے بھی اس موقع پر اپنی خدمات پیش کی تھیں کہ وہ کئی سکتا ہے، تو حاضر ہے..... مگر سنی نے اسے کوئی زحمت نہیں دی تھی اور یہی کہا تھا کہ وہ کاروبار کی طرف دھیان رکھے۔ ڈون نے اب اسے مین مین کے ایک ایسے علاقے کام شروع کرا کے دیا تھا جہاں اطالویوں کی آبادی زیادہ تھی۔ یہ بلا اجازت بک مینگ کام تھا۔ وہ گھوڑوں کی ریس..... اور اس قسم کی دوسری چیزوں پر شرطیں بک کرتا تھا۔ نوعیت سٹے کی سی تھی۔ رزی کا یہ کام بھی اس کے پہلے کاروبار کی طرح لاشم بشم ہی چل

ہوں؟“ اس نے پوچھا۔

مائیکل کو یاد آیا، اس نے خود ہی کے کو بتایا تھا کہ اس کا خاندان قدامت پرست اور روایت پسند تھا۔ ان کے ہاں ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی کہ کون کس کے دکھ، بیماری کے موقع پر مزاج پُرسی کے لئے گیا..... کس نے کس کی شادی بیاہ کی، قریب میں شرکت کی..... کس نے کیا تہہ دیا..... وغیرہ وغیرہ۔

ایک لمحے کی خاموشی کے بعد مائیکل بولا۔ ”تم ایک بہت معزز اور معروف خاندان کی لڑکی ہو۔ اگر اخبار والوں کو پتا چل گیا کہ اس خاندانی پس منظر کی لڑکی میرے والد کی عیادت کے لئے آئی تھی تو ”ڈیلی نیوز“ کے صفحہ نمبر تین پر تفصیلی رپورٹ چھپ جائے گی ایک معزز امریکی خاندان کی لڑکی بھی، ایف اے کی عیادت کرنے پہنچ گئی۔ کیا تمہارے والدین اس بات کو پسند کریں گے؟“

”میرے والدین ”ڈیلی نیوز“ نہیں پڑھتے۔“ کے نے جواب دیا پھر ایک لمحے خاموشی کے بعد بولی۔ ”مائیکل! تم ٹھیک ہونا؟ تمہیں تو کسی قسم کا خطرہ لاحق نہیں ہے نا؟“ مائیکل دھیرے سے ہنس دیا۔ ”مجھے فیملی کا بے ضرر فرد سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے کوئی مجھے ٹھکانے لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کرے گا۔ ویسے بھی اب اس قسم کے مزید کسی واقعے کا امکان نہیں ہے۔ یوں سمجھو، یہ ایک طرح کا حادثہ تھا۔ جب ملاقات ہوگی تو میں تفصیل سے تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔“

”اور ملاقات کب ہوگی؟“ کے نے فوراً پوچھا۔

مائیکل نے ایک لمحے سوچا پھر کہا۔ ”آج رات میں تمہارے ہوٹل آ جاتا ہوں۔ کھانا کھائے کھائیں گے۔ پھر میں پاپا کو دیکھنے اسپتال چلا جاؤں گا۔ میں بھی گھر میں بند رہ کر فون سننے سننے پور ہو گیا ہوں۔“

”ٹھیک ہے..... میں انتظار کروں گی۔“ کے کے لہجے میں بٹاشت آگئی۔

مائیکل جب فون بند کر کے واپس آفس میں پہنچا تو میز پر بھی آن پہنچا۔ ٹیسو

”اس کی ضرورت نہیں جوئی.....!“ سنی نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ ”تم پاپا سے مل تو نہیں سکو گے ان کی حالت ایسی نہیں کہ ڈاکٹر تمہیں ان سے ملنے اجازت دے سکیں۔ اس کے علاوہ تمہاری وہ فلم تکمیل کے قریب ہے جس میں کام کرنا تم خواب تھا اور جس میں تمہیں کاسٹ کرانے کے لئے خاصے پاپڑ بیلے گئے ہیں۔ ہو سکتا اس موقع پر تمہارا ڈون کی عیادت کے لئے آنا ٹھیک نہ رہے۔ شاید اس سے میڈیا کے لوگ کو تمہارے بارے میں کوئی اس کیڈنڈ بنانے کا موقع مل جائے۔ اس بات کو پاپا ہرگز نہیں کریں گے۔ پاپا کو گھر آ جانے دو۔ پھر تم ضرور ان کی عیادت کے لئے آ جانا۔ میں حوالہ تمہارے جذبات ان تک پہنچا دوں گا۔“

فون بند کرنے کے بعد وہ مائیکل کی طرف مڑ کر بولا۔ ”پاپا یقیناً یہ جان کر فون ہوں گے کہ جوئی لاس اینجلس سے فوری طور پر فلائٹ پکڑ کر ان کی عیادت کے لئے آنا رہا تھا۔“

چند منٹ بعد کچن میں عام فون پر مائیکل کے لئے کال آئی۔ میز کا ایک آ مائیکل کو بلانے آیا۔ مائیکل نے جا کر فون سنا۔ دوسری طرف کے تھی۔

”تمہارے والد اب کیسے ہیں؟“ اس نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں اضطراب اور تناؤ تھا۔

مائیکل کو احساس تھا کہ اخبارات میں اس کے باپ کے بارے میں جوئی چھپی تھیں، انہوں نے اس کا کوئی اچھا امیج نہیں بنایا تھا۔ اخبارات نے اس کے لئے ”کاسرغٹہ“ اور ”ناجا نازدھندوں کی سرپرستی کرنے والا“ جیسے الفاظ استعمال کئے تھے۔ ناگا اچھی طرح اندازہ تھا کہ کے ان باتوں سے پریشان تھی۔ اس کے لئے ان باتوں پر کرنا مشکل تھا۔

”وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”تم جب انہیں دیکھنے اسپتال جاؤ گے تو کیا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں؟“

ہم۔ وہ میز اسے مخاطب ہوا۔ ”ابھی ابھی ریڈیو پر مقامی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ پولیس کو بھیک لاش ملی ہے۔ وہ اپنی کار میں مردہ پایا گئے ہے۔“

”تمہیں اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ میز نے کہا۔ اس کا ادنیٰ اپنی دانست میں بہت بڑی اور اہم خبر لے کر آیا تھا۔ وہ اس سلسلے میں میز کی بے بازی اور کچھ کر ایک لمحے کے لئے حیران نظر آیا لیکن پھر سر جھٹک کر واپس چلا گیا۔

کمرے میں موجود افراد نے دوبارہ اس طرح بات چیت شروع کر دی جیسے ان کی گفتگو میں کوئی مداخلت نہیں ہوئی تھی۔ سنی نے ہیگن سے پوچھا۔ ”پاپا کی حالت میں کوئی تبدیلی آئی؟“

”ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔۔۔۔۔۔ لیکن وہ کم از کم دو دن ابتد بات چیت کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔“ ہیگن نے جواب دیا۔ ”تب شاید وہ ہمیں آئندہ کے لائحہ عمل کے بارے میں کچھ ہدایات دے سکیں۔ تب تک ہمیں کوشش کرنی ہے کہ سولوز کو مزید کوئی شعل انگیز قدم اٹھانے سے باز رکھا جائے۔ اس لئے میں اسے پیغام بھجوانا چاہتا ہوں کہ تم اسے بات چیت کے لئے تیار ہو۔“

”اس دوران بھی بہر حال میز اور ٹیو اسے تلاش کرتے رہیں گے۔“ سنی غرایا۔

”شاید قسمت ہمارا ساتھ دے اور ہم سارا جھگڑا ہی طے کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔“

”سولوز کو اندازہ ہے کہ اگر وہ اس وقت مذاکرات کی میز پر آیا تو شاید اسے زیادہ تسلی ہو۔“ سنی نے پڑیں۔۔۔۔۔۔ ہیگن بولا۔ ”اسلئے وہ وقت گزاری کر رہا ہے۔ مہلت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس دوران شاید وہ دوسری ”فیملیز“ کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا کہ بعد میں اگر ڈون ہمیں اس سے بدلہ لینے کا حکم دے تب بھی ہمیں اس کو انجام تک پہنچانے میں دشواری پیش آئے یا شاید ہم اس حکم پر عملدرآمد کر ہی نہ سکیں۔“

اس لمحے مائیکل نے سنی کے چہرے پر غیظ و غضب کے آثار نمودار ہوتے دیکھے۔

”لیکن تمہیں گویا دیکھنے لگیں۔ مائیکل نے ابھی تک اسے اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ تاہم

وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔ سنی نے معنی خیز سے لہجے میں میز اسے پوچھا۔ ”تم نے اس بندوبست کر دیا؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔“ میز نے اطمینان سے جواب دیا۔ ”اب تم اس کی شکل نہیں دیکھ گئے۔“

تب مائیکل کو احساس ہوا کہ وہ گھٹو کے بازے میں بات کر رہے تھے اور میز اسے جواب کا مطلب یہ تھا کہ گھٹو کا کام تمام ہو چکا تھا۔ اس احساس سے مائیکل کے جسم میں سی لہر دوڑ گئی۔

سنی نے ہیگن کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔ ”تمہیں سولوز والے معاہدے میں کچھ کامیابی ہوئی؟“

”ہیگن نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔“ ”لگتا ہے ہم سے مذاکرات کرنے کے لیے میں اس کا جوش خروش ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ وہ معاہدہ کرنے کے لئے اب کچھ زیادہ بہانہ معلوم نہیں ہوتا یا پھر شاید وہ بہت زیادہ احتیاط کر رہا ہے کہ ہمارا کوئی آدمی کہیں اسے ہمارے حکم کے بغیر ہی نہ ڈھونڈ کر مار ڈالے۔ اس کے علاوہ مجھے ابھی تک ذرا اونچے درجے کا ایسا آدمی نہیں مل سکا جو ہمارے اور سولوز کے درمیان رابطے اور ثالثی کا کام کر سکے اور پھر سولوز کو کبھی اعتماد ہو۔ بہر حال، سولوز کو ہم سے بات تو کرنا ہی پڑے گی۔ خاص طور پر لئے۔۔۔۔۔۔ کہ اس کی توقع کے برعکس ڈون زندہ بچ گیا ہے۔“

”وہ بہت شاطر اور چالاک آدمی ہے۔۔۔۔۔۔“ سنی بولا۔ ”دفینٹی کو شاید پہلی بار شاطر، چالاک اور خطرناک آدمی سے واسطہ پڑا ہے۔“

”ہاں۔۔۔۔۔۔ اس میں تو شک نہیں۔“ ہیگن بولا۔ ”بہر حال۔۔۔۔۔۔ مجھے امید ہے کہ تک میں رابطے کا کوئی آدمی تلاش کرنے اور مذاکرات کا کوئی پروگرام طے کرنے کامیاب ہو جاؤں گا۔“

اس لمحے میز اسے ایک آدمی نے دروازے پر دستک دی اور اجازت پا کر

جب وہ بولا تو اس کی آواز محض سرسراتی ہوئی سی تھی۔ ”مجھے ان ”فیملیز“ کی ذرہ برابر پرواہ نہیں ہے۔ ان کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ جب ہمیں سولوزو پر جھپٹنے کا موقع ملے بیچ میں نہ آئیں۔“

اسی اثناء میں کچن کی طرف سے کچھ شور کی سی آوازیں سنائی دیں۔ وہاں میزرا آدمی کھانے پکانے میں مصروف تھے۔ میزرا اٹھ کر دیکھنے گیا کہ معاملہ کیا ہے۔

جب میزرا کچن سے واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک بلٹ پروف جیکٹ کی سنی اور ٹیگن اس جیکٹ کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ وہ براسی کی جیکٹ تھی جسے وہ بہت خاص موقعوں پر پر باہر جاتے وقت لباس کے نیچے پہنتا تھا۔ اس جیکٹ کے اندر دربار ساز کی ایک مردہ مچھلی چسپی ہوئی تھی۔

میزرا سپاٹ سے لہجے میں بولا۔ ”یہ بلٹ پروف جیکٹ چند منٹ پہلے ہمارے علاقے کے قریب پڑی پائی گئی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سولوزو کو اپنے مخبر اور ہمارے مکیو کے انجام کی خبر مل گئی ہے۔ اس کے جواب میں اس نے یہ جیکٹ ہمارے لئے ہے۔“

ٹیسو نے بھی تقریباً اتنے ہی سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”اب ہمیں کم از کم یہ معلوم کہ براسی کہاں ہے۔ اب ہمیں اس کے انتظار کی کشیدگی میں مبتلا رہنے کی ضرورت نہیں سنی نے سگار کا ایک کش لیا اور مشروب کا ایک گھونٹ بھرا۔ اس کے چہرے سرخی تھی مگر وہ کچھ بولا نہیں۔ مائیکل کی آنکھیں قدرے پھیلی ہوئی تھیں۔ وہ بلٹ جیکٹ میں چسپی ہوئی مچھلی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ”اس کا مطلب کیا ہے۔ ہیگن بولا۔ ”یہ سسلی کے باشندوں کا..... ایک مخصوص پیغام بھیجنے کا انداز۔ مچھلی اس بات کی علامت ہے کہ براسی کو ہلاک کر کے سمندر کی تہہ میں پہنچا دیا گیا جہاں غالباً اب تک اس کی لاش مچھلیوں کی خوراک بن چکی ہوگی۔“

ہیگن گو کہ سسلی کا نہیں تھا مگر وہ اس بات سے واقف تھا.....!

مائیکل اس رات جب اپنی دوست اور ”غیر رسمی“ ”مگسٹر“ کے سے ملنے شہر روانہ ہوا ہاڈل بجھا ہوا سا تھا۔ میزرا کے دو آدمی اسے گاڑی میں اس ہوٹل کے قریب پہنچانے لئے روانہ ہوئے تھے جہاں ’کے‘ ٹھہری ہوئی تھی۔ وہ اس بات کا خیال رکھ رہے تھے کہ انصاف تو نہیں کیا جا رہا؟ یہی چیک کرنے کے لئے وہ پہلے گاڑی کو ادھر ادھر گھماتے۔ جب انہیں اطمینان ہو گیا تب انہوں نے صحیح راستہ اختیار کیا۔

مائیکل نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ ”فیملی“ کے سنگین معاملات میں اس حد تک نہ ہو جائے گا۔ گو ابھی تک اس نے بہ ذات خود فون اینڈ کرنے کے سوا کچھ نہیں کیا تھا ہاس کے سامنے بہر حال تمام اہم باتیں ہو رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ”فیملی“ خفیہ معاملات میں شریک ہو چکا ہے۔ یہ احساس اسے مضطرب بھی کر رہا تھا اور وہ اپنے پکڑے ہوئے مسابھی محسوس کر رہا تھا۔

وہ ’کے‘ کے معاملے میں بھی دل ہی دل میں ایک ہلکے سے احساس جرم کا شکار اس نے ’کے‘ کو اپنی فیملی کے متعلق صحیح طور پر کچھ زیادہ نہیں بتایا تھا۔ اگر کچھ باتوں کی نشاندہی بھی دیئے تھے تو وہ مذاق کے سے انداز دیئے تھے جن سے ”فیملی“ کی اصلی درجہ بڑھ کر سامنے نہیں آتی تھی۔ بس کچھ ایسا ہی لگتا تھا جیسے وہ ہم جو اوزر راد لیر قسم کے لوگ ہیں عام طور پر بعض میکین یا دیہی ماحول کی فلموں میں دکھائے جاتے تھے۔

اپنے باپ پر فائرنگ کے واقعے کے بارے میں بھی اس نے یہ تاثر دینے کی ٹش کی تھی کہ وہ ایک قسم کا حادثہ تھا..... لیکن اب حالات سے رفتہ رفتہ کچھ اور ہی تصویر رکر سامنے آرہی تھی۔ اس نے تو ’کے‘ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اب مزید کچھ نہیں ہوگا..... لہذا بات بتا رہے تھے کہ ابھی تو بات شروع ہی ہوئی تھی۔ آگے آگے نہ جا۔ کیا کچھ تھا وہ کب تک ’کے‘ کے سامنے تلخ اور سنگین حقائق کو مبہم لفظوں کے پردوں میں لپیٹ لٹکاؤ؟ یہ اس کی فطرت کربم اخاف تھا۔ وہ بنا دیکھتا تھا۔ اس کی فطرت کربم اخاف تھا۔

نہاری بہن کی شادی کے موقع پر انہیں دیکھا تھا۔ وہ اتنے اچھے، مہذب اور شائستہ انسان لگ رہے تھے۔ اخبارات ان کے بارے میں جو کچھ چھاپ رہے ہیں، مجھے تو اس پر یقین نہیں آ رہا۔“

”تمہیں یقین کرنا بھی نہیں چاہئے۔“ غیر ارادی طور پر مائیکل کے منہ سے نکلا۔ وہ ایک بار پھر اس کے سامنے سچ بولتے بولتے رہ گیا۔ نہ جانے کون سی طاقت اسے باز رکھتی تھی۔ گو وہ ”کے“ سے محبت کرتا تھا۔ اس پر اسے پورا اعتماد تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں اپنے والد اور ”فیملی“ کے بارے میں مکمل طور پر سچ بولنے کے معاملے میں اس کی زبان اس کا ماتھ نہیں دیتی تھی۔ ایسے موقع پر کوئی غیبی طاقت گویا اسے مبہم سے انداز میں احساس دلاتی تھی کہ ”کے“ بہر حال خاندان سے باہر کی لڑکی تھی۔ غیر تھی۔۔۔۔۔ فی الحال اس کا ”فیملی“ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

”تمہیں تو کوئی خطرہ نہیں؟“ ”کے“ کے لہجے میں تشویش تھی۔ اخبارات خدشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ گینگ وار نہ شروع ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو کیا تم بھی اس میں ملوث ہو گے؟“

مائیکل کے کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر مسکراتے ہوئے بولا۔ ”تم چاہو تو میری تلاشی لے سکتی ہو، نہ تو میری بغلوں ہولسٹر لگے ہوئے ہیں اور نہ میری کسی جیب میں کوئی گن وغیرہ ہے۔“

اس کے انداز پر ”کے“ ہنس دی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں اوپر ”کے“ کے کمرے میں چلے گئے۔ انہوں نے کچھ وقت آنکھیں مڑا کر۔۔۔۔۔ اور پھر لینے لینے مائیکل کو غوندی آگئی۔ شاید اس دوران ”کے“ کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ اچانک مائیکل ہڑبڑا کر اٹھا اور اس نے گھڑی دیکھی۔

”اوہ۔۔۔۔۔! دس بج گئے۔!۔۔۔۔۔“ وہ بڑبڑایا۔ ”مجھے فوراً اسپتال پہنچنا چاہئے۔۔۔۔۔“

وہ اپنا حلیہ وغیرہ درست کرنے واش روم میں چلا گیا۔ باہر آ کر جب وہ بال بنارہا

زیادہ تر سچ ہی بولتا تھا اور پھر جسے وہ زندگی کی ساتھی بنانے کا ارادہ رکھتا تھا، اسے بھلا اندھیرے میں رکھ سکتا تھا؟

دوسری طرف مسئلہ یہ بھی تھا کہ اس مرحلے پر وہ اپنی فیملی سے لاقلمی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بحران میں ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔۔۔ بلکہ حقیقت یہ تھی، اسے معاملات میں اپنا بے ضرر سا کردار اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے بھائی اودینکس وغیرہ کا اس کے ساتھ کچھ ایسا تھا جیسے وہ بے چارہ کچھ کرنے کے قابل نہیں ہے۔۔۔۔۔ شریف خراج اور ڈرپوک سا آدمی تھا، اس لئے صرف فون سننے پر بٹھا دیا گیا تھا۔ ان کی نظائریں اس بات کی بھی کوئی اہمیت نہیں تھی کہ اسے میدان جنگ میں شجاعت کے کارنامے دینے پر تمنغے دیئے گئے تھے۔ شاید ”فیملی“ کی سرگرمیوں میں نادیدہ تمنغے حاصل کرنا یہ جنگ میں تمنغے حاصل کرنے سے زیادہ مشکل تھا!

انہی سوچوں میں الجھا، وہ جب ہوٹل میں داخل ہوا تو ’کے‘ لابی میں ہی اسے منتظر تھی۔ انہوں نے کھانا اکٹھے کھایا۔ کھانے کے بعد کافی پینے کے دوران ’کے‘ نے پوچھا: ”تم اپنے والد کو دیکھنے اسپتال کب جاؤ گے؟“

مائیکل گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ ”ویسے تو ملاقات کا وقت ساڑھے آٹھ بجے ہو جاتا ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس وقت وہاں جاؤں جب سب لوگ رخصت ہوں۔ پاپا ایک پرائیوٹ اسپتال میں۔۔۔۔۔ پرائیوٹ کمرے میں ہیں۔ ان کی دیکھ بھال لئے نرسیں بھی خاص طور پر۔۔۔۔۔ الگ مقرر کی گئی ہیں۔ اس لئے امید یہی ہے کہ بے درجہ جانے پر بھی کوئی مجھے نہیں روکے گا اور میں کچھ دیر پاپا کے پاس بیٹھ سکوں گا۔ لیکن خیال ہے پاپا ابھی بات کرنے کے قابل نہیں ہوں گے۔۔۔۔۔ بلکہ شاید انہیں تو پتا بھی نہ ہو سکے کہ میں ان کے پاس آیا تھا۔ لیکن۔۔۔۔۔ بہر حال۔۔۔۔۔ مجھے جانا تو ہے۔“

کے بولی۔ ”مجھے تمہارے پاپا کے بارے میں سوچ کر اتنا دکھ ہو رہا ہے۔ بے دردی سے انہیں گولیاں مار دی گئیں۔ میری دعا ہے وہ جلدی صحت یاب ہو جائیں۔“

تھا تو 'کے' پر اشتیاق لہجے میں بولی۔ "ہماری شادی کب ہوگی؟"

"بس..... ذرا پایا ٹھیک ہو جائیں..... اور معاملات ٹھنڈے پڑ جائیں..... جب تم کہو گی، ہم شادی کر لیں گے۔" مائیکل نے جواب دیا پھر ایک لمحے کے توقف بولا۔ "لیکن..... میرا خیال ہے..... اس دوران تم اپنے والدین کو تفصیل سے سب کچھ بتا تو بہتر ہے۔"

"کیا بتا دوں؟" 'کے' نے آئینے میں ترجمہی نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ تمہاری ملاقات اطالوی نسل کے ایک ہینڈسم اور دلیر نوجوان سے ہو ہے....." مائیکل مسکراتے ہوئے بولا۔ "جس کا تعلیمی ریکارڈ بھی اچھا ہے اور جو جنگ کا بھی حصہ لے چکا ہے۔ کئی تمنے بھی حاصل کر چکا ہے۔ نوجوان بہت محنتی اور ایماندار۔ صاف ستھری زندگی گزار رہا ہے..... لیکن خرابی بس یہ ہے کہ اس کا باپ مافیا کا چف۔ جس کے کاموں کی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ کبھی کبھی اسے بعض بد معاشوں کو قتل بھی کرنا کرانا پڑتا ہے..... بڑے بڑے سرکاری افسروں کو رشوتیں بھی دینا پڑتی ہیں اور کبھی کبھی محنتی بیٹے کا کوئی تعلق نہیں..... کیا تمہیں یہ سب باتیں یاد رہ جائیں گی؟"

'کے' پیچھے ہٹ کر ہاتھ روم کے دروازے سے ٹیک لگاتے ہوئے بولی۔ "کیا سب سچ ہے؟ میرا مطلب ہے، جو کچھ تم اپنے والد کے بارے میں کہہ رہے ہو.....؟"

"صحیح طور پر مجھے خود بھی معلوم نہیں۔" مائیکل نے دیاننداری سے جواب دیا۔

"لیکن اگر ان باتوں کی تصدیق ہو جائے تب بھی مجھے کوئی حیرت نہیں ہوگی۔"

پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا تو 'کے' بولی۔ "اب تم سے کب ملاقات ہوگی؟"

مائیکل پلٹ کر محبت سے اس کا کندھا تھپکتے ہوئے بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم گھر واپس چلی جاؤ اور اچھی طرح حالات پر غور کر لو۔ میری خواہش اور کوشش یہی ہے۔"

میری فیملی کو اس وقت جو حالات درپیش ہیں، ان کا سایہ تم پر نہ پڑے۔ کرسس کی چھٹیاں گزر جائیں تو میں بھی کالج آ جاؤں گا۔ پھر اکٹھے بیٹھ کر سوچیں گے کہ کیا کرنا ہے۔ ٹھیک ہے؟"

"ٹھیک ہے۔" 'کے' نے طمانیت سے جواب دیا۔ اس وقت اس کے دل میں گویا مائیکل کے لئے محبت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ اسے مائیکل کی محبت میں گرفتار ہونے کا کافی دن گزر چکے تھے لیکن اس محبت میں اتنی شدت اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

اس وقت اگر کوئی اسے بتاتا کہ اب وہ ایک طویل عرصے تک مائیکل کی صورت بھی نہیں دیکھ سکے گی..... تو شاید وہ بتانے والے کا منہ نوج لیتی۔ وہ اس پیشگوئی کی اذیت برداشت نہ کر پاتی۔ شاید غم کی شدت سے اس کا دل پھٹ جاتا۔

☆.....☆.....☆

مائیکل جب "فرینچ ہاسپٹل" کے سامنے ٹیکسی سے اترتا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سڑک سنسان پڑی تھی۔ اسپتال کے سامنے فٹ پاتھ پر بھی کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسپتال میں داخل ہونے کے بعد اسے مزید حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ اسپتال کی لابی میں بھی کوئی نہیں تھا۔

ڈون کارلیون اس اسپتال میں داخل تھا اور مائیکل کی معلومات کے مطابق اسپتال کی چوبیس گھنٹہ کڑی نگرانی ہو رہی تھی۔ میزنا اور ٹیسو کے آدمی ڈون کی حفاظت پر مامور تھے۔ مگر اس وقت تو یہاں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میزنا یا ٹیسو کے کسی بھی آدمی کی شکل نظر نہیں آ رہی تھی۔ رات کے ساڑھے دس بج رہے تھے اور اسپتال ویران سا لگ رہا تھا۔ صرف استقبالہ کاؤنٹر پر سفید یونیفارم میں ایک عورت موجود تھی۔ معلومات بھی اسی کاؤنٹر سے حاصل کی جاسکتی تھیں لیکن مائیکل نے کچھ پوچھنے کے لئے وہاں رکنے کی زحمت نہیں کی۔ اسے معلوم تھا کہ اس کے والد کا کمرہ چوتھے فلور پر ہے۔ اسے اس کا نمبر بھی معلوم

بھی موجود نہیں ہے۔ کم از کم ان دوسرا غرسا نوں کو تو موجود ہونا چاہئے تھا جو سرکاری طور پر  
ان کی حفاظت کے لئے تعینات تھے!“

نوجوان اور خوبصورت نرس کے چہرے پر قدرے نخوت تھی اور شاید اسے یہ  
اجاس بھی تھا کہ اسے بہت سے اختیارات حاصل تھے اور اس کی شخصیت بہت اہم تھی۔ وہ  
میں والے روایتی سے انداز میں بولی۔ ”آپ کے والد کے پاس ملاقاتی بہت زیادہ آ  
رہے تھے۔ ان کی وجہ سے اسپتال کا نظام بہت متاثر ہو رہا تھا۔ دس منٹ پہلے پولیس آئی اور  
اس نے تمام لوگوں کو یہاں سے نکال باہر کیا۔ باہر موجود لوگوں کو بھی پولیس نے ہٹا دیا۔ پھر  
پانچ منٹ پہلے پولیس کے سرغرسا نوں کے لئے ان کے ہیڈ کوارٹر سے فون آیا۔ میں ہی  
انہیں بلانے گئی اور انہوں نے یہاں آ کر فون سنا تھا۔ شاید ہیڈ کوارٹر میں کوئی ہنگامی صورت  
حال تھی۔ انہیں فوری طور پر وہاں بلایا گیا تھا۔ چنانچہ وہ بھی رخصت ہو گئے۔“

پھر نرس نے شاید مائیکل کے چہرے پر تشویش دیکھ کر قدرے ہمدردی سے کہا۔  
”بہر حال..... تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں پوری طرح تمہارے والد کا  
خیال رکھ رہی ہوں۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد انہیں دیکھنے ان کے کمرے میں جاتی ہوں اور  
میں نے دروازہ بھی اسی لئے کھلا چھوڑا ہوا ہے کہ کمرے میں ذرا سی بھی آواز ہو تو مجھے سنائی  
دے جائے۔“

”شکریہ۔“ مائیکل نے کہا۔ ”میں تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھوں گا۔“  
اب نرس ذرا خوش خلقی کا مظاہر کرتے ہوئے مسکرائی اور بولی۔ ”بس تھوڑی دیر  
کئی بیٹھیں گا۔ میں آپ کو زیادہ بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔“

مائیکل اپنے والد کے کمرے میں آیا اور وہاں موجود فون پر اس نے اسپتال کے  
ٹیلیفون آپریٹر کو اپنے گھر کا نمبر دے کر رابطہ کرانے کے لئے کہا۔ فون سنی نے ریسیو کیا۔  
مائیکل نے سرگوشی کے سے انداز میں کہا۔ ”سنی! مجھے اسپتال میں پہنچنے میں دیر ہو  
گئی تھی۔ میں چند لمحے پہلے ہی پہنچا ہوں۔ یہاں پایا کے پاس..... بلکہ اسپتال کے باہر بھی

تھا۔ اس لئے وہ تیزی سے سیدھا لفٹ کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے اعصاب تن چکے تھے اور ذہن میں طرح طرح کے اندیشے سر اٹھا رہے  
تھے۔ وہ چوتھی منزل پر پہنچ گیا اور اس دوران کسی نے بھی اسے روکنے ٹوکنے کی کوشش نہیں کی  
البتہ اس منزل پر نرسوں کے لئے بنے ہوئے شیشے کے دروازوں والے کیمین میں بیٹھی ہوا  
ایک نرس نے اسے آواز دے کر کچھ دریافت کیا لیکن مائیکل نے اس کی طرف توجہ نہیں دی  
اور کمرے کے نمبر دیکھتا ہوا تیزی سے اپنے والد کے کمرے کی تلاش میں آگے بڑھتا چا  
گیا۔

اس کمرے پر پہنچ کر اس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کمرے کے دروازے پر  
بھی کوئی آدمی تعینات نہیں تھا۔ حتیٰ کہ وہاں پولیس کے وہ دوسرا غرسا بھی نظر نہیں آ رہے  
تھے جنہیں سرکاری طور پر کم از کم اس وقت تک ڈون کی حفاظت کے فرائض انجام دیے جاتے  
جب تک وہ اس کا تفصیلی بیان نہ لے لیتے۔ آخر سب کے سب کہاں مر گئے تھے؟ کہاں  
سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کوئی ڈون کے کمرے میں گھس تو نہیں گیا تھا؟

یہ سوچتے ہوئے اس کے اعصاب مزید تن گئے۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔  
سیدھا اندر چلا گیا۔ کمرے میں روشنی بھی نہیں تھی تاہم کھڑکی کے شیشے سے چاندنی اندر آ رہی  
تھی۔ اس ملگجی روشنی میں اسے بیڈ پر لیٹے ہوئے اپنے باپ کا چہرہ نظر آ گیا۔ مائیکل کو یہ دیکھ  
کر قدرے اطمینان ہوا کہ مدہم سانسوں کے ساتھ اس کے باپ کا سینہ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔  
اس کے منہ اور ناک میں ریز کی نالیاں لگی ہوئی تھیں۔ بیڈ کے قریب اسٹیل کا اسٹینڈ اور بیڈ  
شیشے کا جار وغیرہ رکھا ہوا تھا۔

مائیکل نے چند لمحے وہیں کھڑے ہو کر پہلے تو یہ اطمینان کیا کہ اس کے والد کو زندہ  
کوئی گزند نہیں پہنچی تھی۔ پھر وہ باہر آ گیا اور نرسوں کے کیمین میں پہنچا۔ وہاں ڈیوٹی پر موجود  
نرس کو اس نے بتایا ”میرا نام مائیکل ہے۔ میں ڈون کارلیون کا بیٹا ہوں۔ میں کچھ دیر ان  
کے پاس بیٹھنے کے لیے آیا تھا لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے کہ ان کے آس پاس کوئی

ہونے کی ضرورت نہیں، میں صرف احتیاطاً اپنے والد کو کسی اور کمرے میں منتقل کرنا چاہتا ہوں، کیا یہ ممکن ہے؟“

”اس کے لئے ہمیں ڈاکٹر سے اجازت لینی پڑے گی۔“ نرس بولی۔

”معاملہ بہت ہنگامی نوعیت کا ہے۔۔۔۔۔“ مائیکل بولا۔ ”سچی بات یہ ہے کہ مجھے ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ میرے والد کو ہلاک کرنے کی نیت سے اسپتال میں آنے والے ہیں۔ تم اخبارات میں ان کے بارے میں پڑھ ہی چکی ہو گی۔ ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے، فوری طور پر کرنا ہے۔ پلیز۔۔۔۔۔ میری مدد کرو۔۔۔۔۔ کیا انہیں منتقل کرنے کے لئے ہمیں یہ ٹیوبس ہٹانی پڑیں گی؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ اس کی ضرورت تو نہیں۔۔۔۔۔ اسٹینڈ میں بھی پیسے لگے ہوئے ہیں۔۔۔۔۔ بیڈ کے ساتھ ساتھ یہ بھی جاسکتا ہے۔۔۔۔۔“ ایک لمبے کی ہچکچاہٹ کے بعد نرس بولی۔ ”اس فلور پر کونے کا ایک کمرہ خالی ہے۔“

چند لمحوں کے اندر اندر ان دونوں نے بیڈ اور اسٹینڈ دھکیل کر اسی فلور کے کونے کے کمرے میں منتقل کر دیا۔ مائیکل نے نرس سے کہا۔ ”بہتر یہی ہے کہ تم بھی اسی کمرے میں رہو۔۔۔۔۔ اگر تم باہر اپنے کیمین میں رہیں تو ممکن ہے تمہیں بھی کوئی گزند پہنچ جائے۔“

اسی لمبے مائیکل نے بیڈ کی طرف سے اپنے والد کی بوجھل۔۔۔۔۔ لیکن تحکمانہ سی آواز سنی۔ ”مائیکل! کیا یہ تم ہو؟ یہاں کیا ہو رہا ہے؟“

مائیکل کا دل گویا اچھل کر حلق میں آ گیا۔۔۔۔۔ لیکن اس کی یہ کیفیت خوشی سے ہوئی تھی۔ اس وقت غیر متوقع طور پر اسے اپنے باپ کی آواز سن کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ وہ پلٹ کر بیڈ پر جھک گیا۔ اس نے باپ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

”ہاں بابا! یہ میں ہوں۔۔۔۔۔ مائیکل۔۔۔۔۔“ وہ اپنی آواز کو پُر سکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا۔ ”یہاں کچھ نہیں ہو رہا۔۔۔۔۔ بس میں ذرا احتیاطی اقدامات کر رہا تھا۔ مجھے خطرہ ہے کہ کچھ لوگ یہاں آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آنے والے ہیں۔ اس

کوئی نہیں ہے۔ میز یا ٹیسو کا کوئی آدمی نظر نہیں آ رہا۔ حتیٰ کہ پولیس کے سرانصرار موجود نہیں ہیں۔ وہ تو اچھا ہوا کہ میں اس وقت پہنچ گیا۔ بابا تو کسی قسم کے حفاظتی انتظام بغیر۔۔۔۔۔ لاوارثوں کی طرح یہاں پڑے ہوئے ہیں۔“ اس کے لہجے میں ہلکا سا رنجش سنی ایک لمبے خاموش رہا پھر نیچی آواز میں بولا۔ ”یقیناً سولوز کو کوئی چال چلے گا میاب ہو گیا ہے۔ تم نے پہلے ہی اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ اس کے پاس کوئی کام کا پیسہ اس لئے وہ اتنے اعتماد اور بے خوفی سے قدم اٹھا رہا ہے۔ تمہارا اندیشہ درست ثابت سنی کے لہجے میں مرعوبیت تھی۔ وہ گویا مائیکل کی ذہانت اور پیش بینی کا قائل ہو گیا تھا۔“

”لیکن اس نے یہاں سے ہر آدمی کو ہٹا دینے کا کام پولیس سے کیسے لیا۔ وہ سب کہاں چلے گئے؟“ مائیکل نے حیرت سے کہا۔ ”خدا کی پناہ! کیا اس نسبت کے ہاتھ اتنے لمبے ہیں؟ کیا پورے نیویارک کی پولیس اس کی جیب میں ہے؟“

”تم پریشان مت ہو۔“ سنی نے مربیانہ انداز میں گویا اسے تسلی دی۔ ”خوف بہر حال اب بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اس لئے تم صحیح موقع پر وہاں پہنچ گئے۔ تمہارا جانا ہم سب کے حق میں اچھا ہوا۔ تم بابا کے کمرے میں ہی ٹھہرو۔ دروازہ اندر سے لاؤ۔ میں پندرہ منٹ کے اندر اندر کچھ آدمی وہاں بھجواتا ہوں۔ مجھے بس چند فون کالز کرنا گی۔ تب تک تم وہاں سے نہ ہلنا۔۔۔۔۔ اور دیکھو۔۔۔۔۔ گھبرانا مت۔۔۔۔۔“

”میں گھبرا نہیں رہا ہوں۔“ مائیکل نے سخت لہجے میں کہا۔ اس لمبے دواہ کے دشمنوں کے لئے اپنے دل میں شدید غصہ اور نفرت محسوس کر رہا تھا۔ ڈون پر قائم رہنے کے لئے اس کی یہ کیفیت پہلی بار ہوئی تھی۔

فون بند کر کے اس نے نرسوں کو بلانے والی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ سنی نے ہدایات دی تھیں، وہ اپنی جگہ تھیں لیکن اب وہ خود اپنی عقل اور اپنی قوت فیصلہ کو بھکی لا نا چاہتا تھا۔

جب نرس کمرے میں آئی تو مائیکل نے کہا۔ ”میری بات سن کر تمہیں

پھر وہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”ڈون مائیکل! آپ نے مجھے پہچانا؟ میں اینزو ہوں۔۔۔۔۔ میں مسٹر نیزورین کی بیکری پر کام کیا کرتا تھا۔۔۔۔۔ ان کا مکان تھا۔۔۔۔۔ اب میں ان کا داماد بھی ہوں۔ آپ کے والد نے میرے کاغذات بنوا کر مجھے امریکا کی شہریت دلوائی تھی۔ اس طرح گویا انہوں نے مجھے ایک نئی زندگی دی تھی۔ میں ان کا پیراجان کبھی نہیں بھول سکتا۔“

مائیکل نے اس سے ہاتھ ملایا۔ اسے اب یاد آ گیا تھا کہ وہ کون تھا۔ اینزو نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کے والد کی عیادت کے لئے آیا تھا۔۔۔۔۔ مگر مجھے بہت دیر ہوئی ہے۔ کیا اسپتال والے اس وقت مجھے اندر جانے دیں گے؟“ اس کا لہجہ اٹالی تھا۔

مائیکل نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں۔۔۔۔۔ لیکن بہر حال تمہارا بہت شکریہ۔۔۔۔۔ میں ڈون کو بتا دوں گا کہ تم آئے تھے۔“ اسی لمحے بڑی سی ایک سیاہ کار سڑک کے کونے پر نمودار ہوئی اور ہلکی۔۔۔۔۔ مگر گرجداری آواز کے ساتھ ان کی طرف آتی دکھائی دی۔ مائیکل نے جلدی سے نیچی آواز میں کہا۔ ”شاید یہ پولیس ہو۔ ممکن ہے یہاں کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے اور تم بھی اس کی پلٹ میں آ جاؤ۔ تم چاہو تو فوراً یہاں سے رخصت ہو سکتے ہو۔“

نوجوان اینزو کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے خوف نمودار ہوا مگر دوسرے ہی لمحے وہ گویا دل ہی دل میں کسی فیصلے پر پہنچتے ہوئے مضبوط لہجے میں بولا۔ ”اگر کوئی مسئلہ کھڑا ہو تو میں اپنی بساط کے مطابق تمہارے کام آنے کی کوشش گا۔ ڈون نے مجھ پر جو احسان کیا ہے، اس کے بعد اتنا تو میرا فرض بنتا ہے۔“

حالانکہ پولیس کے سامنے کسی مسئلے میں الجھنے سے اس کی وہ شہریت منسوخ ہو سکتی تھی جو اسے بڑی مشکل سے ملی تھی مگر اس وقت اس نے مائیکل کے کہنے کے باوجود راہ فرار اختیار نہ کر کے بڑی جواں مردی کا ثبوت دیا تھا۔ مائیکل کو اس کی بات بہت اچھی لگی۔ وہ

لئے میں نے آپ کو دوسرے کمرے میں پہنچا دیا ہے۔ اب آپ کوئی آواز مت نکالیں۔ اگر کوئی آپ کا نام لے کر پکارے تب بھی کوئی جواب مت دیجئے گا۔ بہر حال، میں یہاں موجود ہوں۔ آپ کو خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔“

گوڈون کارلیون اس وقت مکمل طور پر ہوش و حواس میں نہیں تھا اور دواؤں کے اثرات کے باوجود بڑی تکلیف میں تھا۔۔۔۔۔ لیکن وہ مشفقانہ انداز میں، نیم وا آنکھوں۔۔۔۔۔ بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرایا اور بیٹھی بیٹھی ہی آواز میں بولا۔ ”میں بھلا کیوں خوف ہوں گا؟ میں جب بارہ سال کا تھا۔۔۔۔۔ تب سے نہ جانے کون کون لوگ مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

☆.....☆.....☆

”فرینچ ہسپتال“ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ مائیکل کمرے کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر سڑک تک کا منظر دیکھ سکتا تھا۔ اسپتال میں داخل ہونے کا ایک ہی دروازہ تھا اور وہ مائیکل کی نظر میں تھا۔ اسپتال میں داخل ہونے والے کسی بھی شخص کو وہ آسانی سے دیکھ سکتا اس نے محسوس کیا کہ اگر وہ اسپتال کے گیٹ پر جا کر کھڑا ہو جائے تو زیادہ اچھا ہو گا۔۔۔۔۔ کے دروازے پر اس کا بے خونی سے کھڑے ہونا کسی بھی حملہ آور کو کم از کم وقتی طور پر تشویش میں مبتلا کر سکتا تھا۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا اور اسپتال کے گیٹ سے نکل کر فٹ پاتھ ایک اسٹریٹ لائٹ کے عین نیچے کھڑا ہو گیا تاکہ آنے والا دور سے ہی اس کی شکل دیکھ سکے اور اگر وہ اسے پہچانتا ہو تو اس کی موجودگی سے کسی نہ کسی حد تک ہڑبوا سکے۔

اس نے سگریٹ سلگالی۔ اس اثناء میں اسے ایک نوجوان موڑ سے نمودار ہوا۔ اسپتال کی طرف آتا دکھائی دیا۔ اس کی بغل میں ایک پارسل سادبا ہوا تھا۔ وہ جب راس میں آیا تو مائیکل کو اس کا چہرہ کچھ شناسا لگا لیکن اسے یاد نہیں آ سکا کہ اس نے پہلے کہاں دیکھا تھا۔ نوجوان سیدھا اسی کی طرف آیا اور اس کے عین سامنے آن رکا۔

اس کے جذبے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

اسے احساس ہوا کہ اینز وکی اس وقت اس کے ساتھ موجودگی اس کے بہت مفید بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ اسے خیال آیا تھا کہ عین ممکن ہے اس سیاہ کار میں پولیم بجائے سولوز کے آدمی ہوں۔ وہ دروازے پر دونوں جوانوں کو کھڑے دیکھ کر خوفزدہ تھے اور اپنے ارادوں پر عملدرآمد کا ارادہ ملتوی کر سکتے تھے۔

وہ کار آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس میں کوئی فیملی تھی۔ ان لوگوں نے اسپتال کی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ مائیکل کے تنے ہوئے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑ گئے۔ اینز وکی بھی ایک سگریٹ سلگا کر دیا۔ دونوں جوان اسٹریٹ لائٹ کے نیچے کھڑے کے کش لیتے رہے۔

وہ دونوں سگریٹ تقریباً ختم کر چکے تھے جب ایک اور بڑی سی سیاہ کار سڑک پر نمودار ہو کر ان کی طرف مڑتی نظر آئی۔ اس کی رفتار بے حد کم تھی اور وہ فرسے تقریباً لگ کر چل رہی تھی۔ ان کے قریب آتے آتے وہ گویا رکنے لگی۔ مائیکل میں موجود افراد کو دیکھنے کے لئے آنکھیں سیڑ کر ذرا گردن جھکا کر تو یکدم کار کی رفتار اور وہ آگے نکلتی چلی گئی۔ ایسا لگا جیسے کسی نے اسے پہچان کر، وہاں رکنے کا ارادہ ملتوا تھا۔

مائیکل نے ایک اور سگریٹ سلگا کر اینز وکی کو دی۔ اس نے دیکھا۔ اینز وکی میں ہلکی سی کپکپاہٹ تھی۔ مائیکل کو یہ دیکھ کر خود اپنے بارے میں حیرت ہوئی کہ ہاتھوں میں ذرا بھی لرزش نہیں تھی۔

انہیں وہاں کھڑے مزید دس منٹ بھی نہیں گزرے ہوں گے کہ فضا میں کار کے سائرن کی آواز گونج اٹھی۔ ایک پولیس کار تیز رفتاری سے اس طرح موزوں ان کی طرف آئی کہ اس کے ٹائر چر چر اٹھے۔ کار اسپتال کے عین سامنے آن رکی۔ اسکوڈ کار میں اس کے پیچھے پیچھے آن پہنچیں۔

چند لمحے بعد اسپتال کے گیٹ پر بہت سے باوردی پولیس والے نظر آنے لگے۔ ان سکون کی سانس لی۔ غالباً سنی پولیس کے محکمے کو حرکت میں لانے میں کامیاب ہو گا۔ مائیکل پولیس آفیسر کو خوش آمدید کہنے کے ارادے سے آگے بڑھا۔ اس سے پہلے کہ اس کے منہ سے کوئی خیر مقدمی لفظ نکلتا، دو جسم اور مضبوط پولیس نے اس کے دونوں بازو سختی سے پکڑ لئے اور تیسرا اس کی تلاشی لینے لگا۔ پھر ایک نومند ن کیپٹن آگے آتا دکھائی دیا۔ پولیس والوں نے احتراماً جلدی سے اس کے لئے راستہ ر دیا۔ اس کی ٹوپی پر طلائی نشان چمک رہا تھا۔ اس کے بال، جو ٹوپی کے نیچے سے نکلتے تھے، ان میں سفیدی غالب تھی اور وہ خاصا موٹا بھی تھا۔ اس کے باوجود وہ بوٹا اور سائڈ کی طرح مضبوط معلوم ہو رہا تھا اس کا چہرہ سرخ اور پر گوشت تھا۔

وہ مائیکل کے سامنے آن رکا اور کھروری آواز میں برہمی سے بولا۔ ”میرا خیال تھا میں نے تم سب مد معاشوں کو حوالات میں ڈال دیا ہے۔ تم کہاں سے آگئے۔ اور کون ہو یہاں کیا کر رہے ہو؟“

اس سے پہلے کہ مائیکل کوئی جواب دیتا، اس کی تلاشی لینے والے نے اپنے آفیسر کو مطلع کیا۔ ”اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے کیپٹن!“

مائیکل خاموشی سے کیپٹن کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔ سادہ لباس لے ایک سرخرواں نے دبی دبی سی آواز میں کیپٹن کو بتایا۔ ”یہ مائیکل کارلیون ہے۔ ن کارلیون کا بیٹا۔“

مائیکل نے کیپٹن کی نیلی اور سفاف آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ہر سکون لہجے میں بولا۔ ”وہ دونوں پولیس سراغرساں کہاں ہیں جنہیں میرے والد کی حفاظت کے لئے ہاری طور پر تعینات کیا گیا تھا؟ انہیں کس نے ان کی ڈیوٹی سے ہٹایا تھا؟“

پولیس کیپٹن کا سرخ چہرہ غصے بالکل ہی لال بھجھکا ہو گیا۔ وہ مائیکل کو ایک گالی مارنے کا غصہ ناک انداز میں گرجا۔ ”تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھنے والے؟ میں نے ہٹایا

رجوان کے پاس سے کوئی ہتھیار برآمد نہیں ہوا ہے کیپٹن! اس کا شمار میدان جنگ کے ہیروز میں ہوتا ہے..... اور یہ کبھی کسی قسم کے ناجائز دھندوں اور گروہ بازی میں ملوث نہیں رہا۔ اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی تو اخبارات ہنگامہ کھڑا کر سکتے ہیں۔“

کیپٹن قہر برساتی آنکھوں سے سرخرواں کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑا۔  
 ”الٹ ہو تم پر.....! میں تم سے کہہ رہا ہوں، اسے لے جا کر حوالات میں بند کر دو۔“  
 اس لمحے مائیکل پلک جھپکائے بغیر کیپٹن کو گھورتے ہوئے پرسکون لہجے میں بول  
 ”ٹا۔“ میرے والد کو ہلاک کرنے کے لئے راستہ صاف کرنے کا تمہیں سولوزو نے کتنا  
 ماضی دیا ہے کیپٹن؟“

کیپٹن کے چہرے سے یوں لگا جیسے وہ غصے کی شدت سے ذہنی توازن کو بیٹھے  
 ”اس نے مائیکل کے دائیں بائیں کھڑے پولیس والوں کو مخصوص انداز میں اشارہ کیا۔  
 ہوں نے مائیکل کے بازو زیادہ مضبوطی سے جکڑ لئے اور پھر کیپٹن کا گھونسا پوری طاقت  
 سے مائیکل کے چہرے پر پڑا۔ گھونسا کیا..... وہ گویا کوئی بھاری ہتھوڑا تھا جس کی ضرب سے  
 انگلی کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ اور تین چار  
 بوٹی چھوٹی ہڈیوں کی موجودگی محسوس کی اور درد کا ایک سیلاب گویا اس کے چہرے اور سر  
 کی پھیل گیا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کے تین چار دانت ٹوٹ گئے تھے اور جڑ اہل گیا تھا۔  
 ل کے سر کے اندر گویا بم پھٹ گیا تھا۔

اگر دونوں پولیس والوں نے اس کے بازو مضبوطی سے نہ پکڑ رکھے ہوتے تو شاید  
 گر جاتا تاہم وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ اسے احساس تھا کہ سادہ لباس والا سرخرواں اس  
 کے اور کیپٹن کے درمیان حائل ہو گیا تھا۔ وہ کیپٹن سے کہہ رہا تھا۔ ”خدا کی پناہ کیپٹن! تم نے  
 سزا دی کر دیا ہے۔“

کیپٹن بلند آواز میں بولا۔ ”کیا بکواس کر رہے ہو؟ میں نے تو اسے چھو بھی نہیں  
 یہ گرفتاری میں مزاحمت کر رہا تھا اور مجھ پر حملہ کرنے کے لئے جھپٹ رہا تھا مگر ٹھوکر کھا

تھا انہیں ڈیوٹی سے، اب بتاؤ تم میرا کیا بگاڑو گے؟ جب تمہارے باپ کو گولیاں مارا  
 گئیں..... اس موقع پر اگر میں موجود ہوتا تو میں اسے بچانے کے لئے انگلی بھی نہ ہلاتا  
 لوگوں جیسے بد معاش اگر آپس میں لڑ لڑ کر ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں تو مجھے بڑی فضا  
 ہوگی۔ اب فوراً یہاں سے دفع ہو جاؤ اور مرلیضوں سے ملاقات کے جو اوقات مقرر ہیں۔  
 ان کے علاوہ میں ایک لمحے کے لئے بھی یہاں تمہاری شکل نہ دیکھوں..... سمجھے؟“  
 مائیکل بدستور گہری نظر سے پولیس کیپٹن کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ جبر  
 انگیز بات تھی کہ اسے اب بھی غصہ نہیں آیا تھا۔ اس کے برعکس اس کا ذہن نہایت تیزی  
 منطقی انداز میں حالات کا تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیپٹن سولوزو کے ہاتھ بکا ہوا تو نہیں تھا؟ عین ممکن تھا کہ  
 منٹ پہلے گزرنے والی کار میں سولوزو خود موجود ہو۔ اسپتال کے گیٹ پر مائیکل اور ایک تو  
 سے نوجوان کو کھڑے دیکھ کر اس نے اپنے ارادوں پر عملدرآمد کا ارادہ ملتوی کر دیا ہوا  
 آگے جاتے ہی پولیس کیپٹن سے رابطہ کر کے اس سے کہا ہو۔ ”میں نے تو تمہیں  
 آدمیوں اور پولیس کے سرخرواں کو اسپتال سے ہٹانے کے لئے بھاری رقم دی تھی۔  
 لیکن وہاں تو اب بھی ڈون کا بیٹا اور دوسرے لوگ موجود ہیں۔ کیا راستہ صاف کرنا ہے؟  
 ہیں؟“

مائیکل پرسکون لہجے میں کیپٹن سے مخاطب ہوا۔ ”میں اس وقت تک اسپتال  
 کہیں نہیں جاؤں گا جب تک تم میرے والد کے کمرے پر کچھ پولیس آفیسرز کو کھانٹ  
 لئے تعینات نہیں کر دیتے۔“

کیپٹن نے اس بات کا جواب دینے کی زحمت نہیں کی اور اپنے پاس کھڑے  
 لباس والے سرخرواں کو مخاطب کیا۔ ”فل! اس بد معاش کو بھی لے جا کر حوالات میں  
 دو۔“

سرخرواں نے ہچکچاہٹ آمیز انداز میں گویا کیپٹن کو سمجھانے کی کوشش کی۔

ہاتھ اس کا انداز تھا کہ شاید اس کا باپ بھی اس قسم کی صورت حال میں ایسا ہی کرتا۔  
اس نے محسوس کیا کہ اسے سہارا دے کر اسپتال کے اندر لے جایا جا رہا تھا۔ اسی  
دوران اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☆.....☆.....☆

صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو اسے اندازہ ہوا کہ اس کے جڑے کوتار کی مدد سے صحیح  
بل پر بٹھایا گیا تھا اور اس کے چار دانت غائب تھے لیکن اس کے بیڈ کے قریب بیٹھا تھا۔  
”کیسا محسوس کر رہے ہو؟“ ہیگن نے پوچھا۔

”اتنا برا نہیں، جتنا رات محسوس کر رہا تھا۔“ مائیکل نے آہستگی سے جواب دیا۔  
لیکن تکلیف بہر حال اب بھی ہے۔۔۔۔۔ بہت زیادہ ہے۔“

”سنی چاہتا ہے کہ تمہیں گھر منتقل کر دیا جائے۔“ ہیگن بولا۔ ”کیا تم خود کو اس  
ٹیسٹ ٹیوبس کر رہے ہو کہ گھر چل سکو؟“

”ہاں۔۔۔۔۔ چلا جاؤں گا۔“ مائیکل نے جواب دیا پھر پوچھا۔ ”بابا کیسے ہیں؟“  
”میرا خیال ہے اب مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ ہم نے ڈون کی حفاظت کے متبادل  
نظامات کر لئے ہیں۔ ہم نے پرائیوٹ سرائرسز کی ایک پوری فرم کی خدمات حاصل  
کر لی ہیں جو اسپتال کے باہر تک مختلف جگہوں پر تعینات رہیں گے۔ مزید باتیں ہم کار میں  
مہر جلتے وقت کریں گے۔“

مائیکل کو جس کار میں گھر لے جانے کا بندوبست کیا گیا تھا اسے میز اچلا رہا تھا۔  
ہیگن اس کے برابر بیٹھا تھا لیکن پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔ مائیکل کے سر میں اب بھی دھمک  
رہی تھی اور پورے چہرے پر ٹیسٹیں اٹھ رہی تھیں لیکن وہ حوصلے سے یہ تکلیف برداشت کر  
رہا تھا۔

”پچھلی رات آخر ہوا کیا تھا؟ صحیح بات کا پتا بھی چلایا نہیں؟“ مائیکل نے  
 دریافت کیا۔

کر گر پڑا۔ یوں اسے چوٹ لگ گئی۔۔۔۔۔ سمجھ میں آئی بات؟“

مائیکل کی آنکھوں کے سامنے سرخی آمیز دھند لاہٹ سی پھیل گئی تھی۔ اسی حالت  
میں اس نے مزید چند کاریں سڑک پر نمودار ہوتے دیکھیں۔ کاریں اسپتال کے قریب آ کر  
رک گئیں اور ان میں سے لوگ اترتے دکھائی دیے۔ ان میں ایک کو مائیکل نے پہچان لیا  
وہ میزاکا وکیل تھا۔ وہ سخت اور پُر اعتماد لہجے میں کیپٹن سے بات کرنے لگا۔

”کارلیون فیملی نے ڈون کارلیون کی حفاظت کے لئے چند پرائیوٹ  
سرائرسز کی خدمات حاصل کی ہیں۔“ وکیل کہہ رہا تھا۔ ”جو میرے ساتھ آئے ہیں ان  
کے پاس جو ہتھیار ہیں، ان کے لائسنس بھی ان کے پاس ہیں۔ اگر تم نے انہیں گرفتار کیا  
تو تمہیں صبح جج کے سامنے پیش ہو کر اپنے اس اقدام کی وضاحت کرنی ہوگی۔“

پھر وکیل نے مائیکل کے لبوں میں تھڑے ہوئے چہرے کی طرف دیکھا اور اس  
سے مخاطب ہوا۔ ”تمہارے ساتھ جس نے بھی یہ سلوک کیا ہے۔۔۔۔۔ کیا تم اس کے خلاف  
باضابطہ طور پر رپورٹ کرنا چاہتے ہو؟“

مائیکل نے بولنا چاہا تو اسے اس میں شدید دشواری پیش آئی۔ درد کی ایک نئی  
اس کے چہرے اور سر میں پھیل گئی۔ اس کا جبر اپنی جگہ سے ہل چکا تھا اور بولنے کے  
اسے حرکت دینا گویا اس کے بس میں نہیں تھا لیکن وہ بڑبڑانے کے سے انداز میں، کسی نہ  
طرح یہ کہنے میں کامیاب ہو گیا۔ ”میں گر گیا تھا۔۔۔۔۔ مجھے چوٹ لگی ہے۔“

کیپٹن کے چہرے پر طمانیت پھیل گئی اور اس نے فاتحانہ انداز میں وکیل  
طرف دیکھا۔ اپنی تمام تر تکلیف اور اذیت کے باوجود نہ جانے کیوں مائیکل اس وقت  
آپ کو ذہنی طور پر بالکل پُر سکون محسوس کر رہا تھا۔ اس کے دل میں سفاکی کی ایک سرد لہر  
جہنم لیا تھا جس سے اب تک وہ نا آشنا تھا۔ کیپٹن کے لئے اس کی رگوں میں لبو کی جگہ  
نفرت کا لاوا دوڑنے لگا تھا لیکن وہ فی الحال عام لوگوں کی طرح اس کا ردِ عمل ظاہر نہیں  
چاہتا تھا۔ وہ ابھی اپنے تمام محسوسات دنیا سے۔۔۔۔۔ اور خاص طور پر پولیس کیپٹن سے مخفی

”نہیں، ہیگن نے جواب دیا۔“ ہم نے بھی اس معاملے میں زبان بند رکھنا ہی بہتر سمجھا اور پولیس بھی نہیں چاہتی تھی کہ یہ معاملہ اخباروں میں آئے۔“

”یہ اچھا ہوا۔۔۔۔۔“ مائیکل نے طمانیت سے کہا پھر گویا اسے کچھ یاد آیا۔ ”اور نوجوان۔۔۔۔۔ ایئر وکال کیا بنا؟ وہ تو پولیس کے چکر میں نہیں پھنسا؟“

”نہیں۔۔۔۔۔ وہ تم سے زیادہ تیز تھا۔۔۔۔۔“ ہیگن بولا۔ ”پولیس کی زیادہ غرقی دیکھتے ہی وہ وہاں سے کھسک لیا۔“

”تاہم جب وہ گاڑی وہاں سے گزری۔۔۔۔۔ جس میں غالباً سولوز وہ بھی موجود تھا۔۔۔۔۔ اس وقت وہ لڑکا میرے ساتھ کھڑا رہا۔“ مائیکل نے بتایا پھر تعریفی لہجے میں کہا۔ ”بہر حال۔۔۔۔۔ وہ اچھا نوجوان ہے۔“

”ہم اسے اس کی بہادری کے اعتراف میں کسی نہ کسی انعام سے ضرور نوازا دیں گے۔“ ہیگن بولا۔ ”اور ہاں۔۔۔۔۔ شاید یہ خبر سن کر تم اپنی طبیعت کچھ بہتر محسوس کرو کہ آخر کار یوں فیملی کا نام بھی ”اسکور بورڈ“ پر آ ہی گیا ہے۔“ ”ٹے ٹیگ لیا، فیملی کا سب سے بڑا لڑکا برنو۔۔۔۔۔ جو ایک نائٹ کلب چلاتا تھا۔۔۔۔۔ آج صبح چار بجے مارا گیا ہے۔“

”ارے۔۔۔۔۔!“ مائیکل سیدھا ہوکری بیٹھ گیا۔ ”یہ کیسے ہو گیا؟ ہم نے تو طے کیا تھا کہ فی الحال کوئی جواب نہیں دیں گے اور انتظار کرنے کی پالیسی پر عمل کریں گے۔“

”ہاں۔“ ہیگن کہہ رہے اچکا کر بولا۔ ”ارادہ تو یہی تھا۔۔۔۔۔ لیکن رات کو اسپتال میں جو کچھ ہوا، اس کے بعد سی کا غصہ عود کر آیا۔ وہ بہت مشتعل ہے۔ اس نے اپنے تمام آدمیوں کو نیویارک اور نیوجرسی میں پھیل جانے کا حکم دیا ہے اور رات ان لوگوں کی نئی لسٹ بنائی گئی ہے جنہیں نشانہ بنانا ہے۔ میں سنی کو زیادہ آگے جانے سے روکنے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن وہ میری نہیں سن رہا۔۔۔۔۔ شاید تم اسے سمجھا سکو۔ میرا خیال ہے، اب بھی بڑے پیمانے پر لڑائی چھیڑے بغیر معاملات طے کئے جاسکتے ہیں۔“

”میں اس سے بات کروں گا۔“ مائیکل نے کہا، پھر پوچھا۔ ”کیا آج ہم لوگوں

”پولیس میں ایک سرانغ ساں فلپس ہے جسے عام طور پر فل کہہ کر مخاطب کیا ہے۔۔۔۔۔“ ہیگن بتانے لگا۔ ”وہی۔۔۔۔۔ جس نے پچھلی رات کیپٹن کو تمہارے معاملے کی خبر دیکھانے سے روکنے کی کوشش کی تھی۔۔۔۔۔ وہ ہمارا آدمی ہے اس نے ہمیں ساری بات بتائی ہے۔ پولیس کیپٹن کا نام میک کلس ہے اور وہ اس وقت سے زبردست رشوت خور رہا ہے جب وہ محض ایک پٹرول میں تھا۔۔۔۔۔ گشت پر مامور تھا۔ ہماری ”فیملی“ بھی ماضی میں رقبے دیتی رہی ہے لیکن وہ جلد ہی ایک سے دوسرے کے ہاتھ بک جانے آدمی ہے اور قطعی ناقابل اعتبار ہے۔“

”ان دنوں وہ سولوز وکے ہاتھوں بکا ہوا ہوگا؟“ مائیکل نے خیال ظاہر کیا۔

”ہاں۔۔۔۔۔“ ہیگن نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”سولوز وکے اسے ہمارے آدمی وہاں سے ہٹانے اور کوئی نہ کوئی الزام لگا کر حوالات میں ڈالنے کے لئے بھاری رقم دی گی۔ پولیس کے دونوں سرانغ سانوں کو بھی اس نے یہ جواز گھڑ کر واپس بلوایا کہ کہیں ہنگامی قسم کی صورت حال میں ان کی ضرورت ہے۔ ان کی جگہ دوسرے دو پولیس وکے بھجوائے جانے تھے لیکن جان بوجھ کر کاغذات میں ان کی ڈیوٹی کے بارے میں غلط فہمی کر دی گئی تاکہ وہ اسپتال پہنچیں بھی۔۔۔۔۔ تو دیر سے پہنچیں۔ یوں ڈون کو ہلاک کرنے لئے سولوز وکے کچھ دیر کی مہلت دی گئی اور اس کا راستہ مکمل طور پر صاف کر دیا گیا۔ وہ تو ہمارا خوش قسمتی تھی کہ اس دوران ہی تم وہاں پہنچ گئے۔ پولیس میں ہمارا جو آدمی ہے سرانغ ساں فلپس۔۔۔۔۔ اس کا کہنا ہے کہ کیپٹن کلس جس قسم کا آدمی ہے اور جیسی اس کی نظر ہے۔۔۔۔۔ اسے دیکھتے ہوئے یہ توقع رکھنی چاہئے کہ وہ دوبارہ بھی ایسی کوشش کرے گا وہ بار بار پھر سولوز وکے کو موقع فراہم کرنے کی کوشش کرے گا۔ سولوز وکے اسے نہ جانے کتنی رقم دی گی اور آئندہ کے لئے بھی نہ جانے کیا کیا وعدے کئے ہوں گے۔“

”کیا کیپٹن کلس کے ہاتھوں میرے زخمی ہونے کی خبر اخباروں میں آئی ہے؟“

مائیکل نے دریافت کیا۔

دووں مکان جوگی کے دہانے پر تھے، ان کی بلائی منزلوں کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ مائیکل کو احساس ہوا کہ سنی اب صحیح معنوں میں چوکنا تھا اور اس نے تمام حفاظتی انتظامات کئے ہوئے تھے۔

وہ دونوں میز کے آدمی تھے جو کار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ انہوں نے آنے والوں کا استقبال صرف سر کے خفیف سے اشارے سے کیا۔ ان کے درمیان کوئی بات چیت نہیں ہوئی۔ گھر کا دروازہ بھی ایک محافظ نے کھولا۔ وہ سیدھے اسی کمرے میں چلے گئے جو آفس کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ سنی اور ٹیٹو کے منتظر تھے۔

مائیکل کو دیکھ کر سنی اٹھ کھڑا ہوا اور اس کا مضروب چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے کر پیارا اور فرسے بولا۔ ”واہ..... واہ.....! اب تم پہلے سے زیادہ خوبصورت لگ رہے ہو۔“ مائیکل نے آہستگی سے اس کے ہاتھ ہٹا دیئے اور مشروب کی بوتل سے اپنے لئے

چند گھونٹ اُٹھ لی۔ اسے امید تھی کہ شاید اس سے جڑے کا درد کم کرنے میں کچھ مدد ملے۔ پانچ آدمی کمرے میں بیٹھ گئے۔ مائیکل نے محسوس کیا کہ اس کا بوا بھائی پہلے کے مقابلے میں زیادہ مطمئن اور خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ اسے یکسوئی حاصل ہو گئی تھی۔ وہ اب الجھن میں نہیں تھا..... بلکہ فیصلے پر پہنچ چکا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ سولوزو نے گزشتہ رات ڈون کو قتل کرنے کی ایک اور کوشش کر کے گویا سنی کو یکسوئی سے فیصلہ کرنے میں آسانی فراہم کر دی تھی۔ اب صلح کا کوئی امکان نہیں رہا تھا۔

سنی نے ہیگن کو مخاطب کیا۔ ”جب تم مائیکل کو لینے گئے ہوئے تھے تو رابطے کے آدمی کا فون آیا تھا جو ہمارے اور سولوزو کے درمیان بیانات کا تبادلہ کر رہا ہے۔ اس نے بتایا

کہ اب سولوزو مذاکرات کے لئے ہم سے میٹنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس سور کے بچے کی جرات دکھو..... جو کچھ وہ کر چکا ہے، اس کے بعد مذاکرات کرنا چاہتا ہے اور اس کا خیال شاید یہ ہے کہ اس دوران وہ مزید جو کچھ کرے، وہ بھی ہمیں صبر و تحمل سے برداشت کرنا چاہئے.....“ اس نے سولوزو کو مزید موٹی سی ایک گالی دی۔

کی کوئی میٹنگ ملے ہے؟“

”ہاں.....“ ہیگن نے جواب دیا۔ ”سولوزو نے آخر ہم سے رابطہ کیا ہے۔ ہمارے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنا چاہتا ہے۔ ایک درمیانی آدمی تفصیلات ملے کر رہا ہے۔ یہ ہماری جیت ہے۔ سولوزو کو اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ ہار چکا ہے..... اور اب وہ صرف اپنی جان بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اپنی زندگی اور سلامتی کی ضمانت لے کر اس صورتحال سے نکلنا چاہتا ہے۔“

ایک لمحے کے لئے توقف کے بعد ہیگن بولا۔ ”ڈون پر حملے کے فوراً بعد چونکہ ہم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اس لئے شاید سولوزو کو غلط فہمی ہو گئی کہ ہم نرم پڑ گئے ہیں اور ہمیں وہ پہلے والی بات نہیں رہی..... لیکن آج صبح نے ٹیک لیا فیملی کے سب سے بڑے لڑکے کا ہا صاف ہونے کے بعد اس کی عقل کافی حد تک ٹھکانے آ گئی ہوگی اور ہمارے بارے میں اس کی غلط فہمی دور ہو گئی ہوگی۔ اس نے ڈون پر حملہ کروا کر بہت بڑا جوا اکیلا تھا.....“

پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا۔ ”اور ہاں..... براسی کے بارے میں تصدیق ہو گئی ہے۔ اسے انہوں نے ڈون پر حملے سے ایک رات پہلے ہی ہلاک کر دیا تھا۔ اسے برو نو کے ٹائٹ کلب میں ہی ہلاک کیا گیا تھا۔“

”اس پر یقیناً بے خبری میں جال پھینکا گیا ہوگا اور اس کے لئے کوئی زبردست سازش تیار کی گئی ہوگی۔“ مائیکل نے خیال ظاہر کیا۔ ”ورنہ وہ اتنی آسانی سے مارا جانے والا آدمی نہیں تھا۔“

☆ ☆ ☆

مائیکل جب لاٹک بیچ پہنچا تو اس ہندگی کی فضا میں پہلے سے زیادہ کشیدگی تھی جسے ”دی مال“ کہا جاتا تھا اور جہاں کارلیون فیملی کے آٹھ گھر تھے۔ گلی کے تنگ دہانے پر موٹی سی زنجیر تو لگی تھی مگر اب ایک بڑی سی سیاہ کار نے بھی راستہ تقریباً روکا ہوا تھا۔ اس کے پاس سے ایک وقت میں تین آدمی ہی گزر سکتے تھے۔ کار سے دو آدمی ٹیک لگائے کھڑے تھے۔

”تم نے کیا جواب دیا؟“ ہیگن نے محتاط لہجے میں پوچھا۔

”میں نے کہا۔ ضرور..... ضرور..... میننگ تو ہونی چاہئے..... مذاکرات تو ضروری ہیں۔ وقت اور دن وغیرہ طے کرنے کا معاملہ بھی میں نے اس پر چھوڑ دیا۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔ ہمارے تقریباً ایک سو آدمی اسے چوبیس گھنٹے تلاش کر رہے ہیں۔ ان میں کسی کو اگر اس کی جھلک بھی نظر آگئی تو سب..... سمجھ لو کہ وہ مارا گیا۔“

”کیا اس نے کوئی حتمی قسم کی تجویز پیش کی؟“ ہیگن نے نرمی سے پوچھا۔

”ہاں..... وہ چاہتا ہے کہ اس کی تجاویز سننے کے لئے مائیکل کو بھیجا جائے۔ رابطے کے آدمی نے مائیکل کے تحفظ کی ضمانت دی ہے۔ جب تک مائیکل مذاکرات کے لئے ان کے ساتھ رہے گا، تب تک رابطے کا آدمی ضمانت کے طور پر ہماری تحویل میں رہے گا۔ سولوزو نے اپنی حفاظت کی ضمانت نہیں مانگی ہے۔ اسے معلوم ہے کہ وہ اب ایسا مطالبہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں رہا ہے۔ چنانچہ ملاقات کی جگہ کا فیصلہ وہ کرے گا۔ اس کے آدمی مائیکل کو لینے آئیں گے اور ملاقات کی جگہ پر لے جائیں گے۔ مائیکل ان کی تجاویز سنے گا۔ اس کے بعد وہ مائیکل کو چھوڑ دیں گے۔ میننگ کی جگہ کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں بتایا جائے گا۔ سولوزو کا کہنا ہے کہ اس کی تجاویز اتنی اچھی اور معقول ہوں گی کہ ہم انہیں رد کرنا نہیں سکیں گے۔ مذاکرات کی میز پر ہمارے معاملات ضرور طے ہو جائیں گے.....“

سنی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ اس قہقہے سے سفاکی عیاں تھی۔ وہ خاموش ہوا تو کمرے میں اعصاب شکن سکوت چھا گیا۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ہیگن نے پوچھا۔

”اور ٹیگ لیا فیملی کا رد عمل کیا ہوگا؟ ہم ان کے لڑکے بروٹو کو مروا چکے ہیں۔“

لوگ کیا اس کے جواب میں کچھ نہیں کریں گے؟“

”نہیں۔“ سنی نے جواب دیا۔ ”سولوزو ہمیں جس معاہدے کی پیشکش کر رہا ہے اس میں یہ بات بھی شامل ہے۔ رابطے کے آدمی کا کہنا ہے کہ ٹیگ لیا فیملی اس طرح

بلے کے لئے تیار ہے جس طرح سولوزو چاہتا ہے۔ وہ لوگ اپنا کوئی الگ لائحہ عمل اختیار نہیں کریں گے۔ وہ سمجھ لیں گے کہ جو کچھ انہوں نے پایا کے ساتھ کیا، اس کے جواب میں بروٹو کو ہان سے ہاتھ دھونا پڑے اور یوں حساب برابر ہو گیا۔ وہ خبیث بڑے ہمت والے اور بے حسانی کتابی قسم کے لوگ ہیں۔“ سنی نے اس بارز ہریلے سے انداز میں قہقہہ لگایا۔

”ہیگن بولا۔ ”بہر حال، ہمیں ان کی بات سن تو لینی چاہئے۔“

سنی نے نفی میں سر ہلایا۔ ”نہیں..... وکیل صاحب! اس مرتبہ بات نہیں ہوگی۔ اب لاٹاف میں اور مذاکرات بھی نہیں ہوں گے۔ رابطے کا آدمی ہمارا جواب سننے کے لئے آئندہ ہم سے رابطہ کرے گا تو میں اس سے کہہ دوں گا کہ مجھے صرف سولوزو چاہئے۔ سولوزو کو برے حوالے کر دو تو بات ختم ہو جائے گی۔ اگر نہیں..... تو پھر تمام تر وسائل کے ساتھ جنگ ہوگی۔ میں روپوش ہونا پڑا تو ہو جائیں گے اور ہمارے گن مین گلی کوچوں میں پھیل جائیں گے۔ کاروبار اگر متاثر ہوتا ہے، تو ہوتا رہے۔“

”دوسری ”فیملیز“ اس طرح کی جنگ کے حق میں نہیں ہوں گی۔ اس سے ہر شخص کی مشکلات میں اضافہ ہوتا ہے اور مسائل بڑھ جاتے ہیں۔“ ہیگن نے گویا اسے یاد دہانی کرائی۔

”دوسری ”فیملیز“ کے پاس بھی سیدھا ساحل یہی ہے کہ وہ سولوزو کو میرے حوالے کر دیں اور نہ کارلیون فیملی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔“ ایک لمحے توقف کے بعد ذرا سخت لہجے میں بولا۔ ”اب میں اس موضوع پر کوئی مشورہ نہیں سنوں گا کہ مجھے اس مسئلہ کو کس طرح حل کرنا چاہئے، فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تمہارا کام مجھے جیتنے میں مدد دینا ہے، جیتیں کرنا نہیں..... سمجھ گئے؟“

ہیگن نے سعادت مندی سے ایک لمحے کے لئے سر جھکا دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ کچھ توقف کے بعد وہ بولا۔ ”پولیس میں ہمارا جو آدمی موجود ہے، میں نے اس سے بات لگائی۔ اس نے تصدیق کی ہے کہ کیپٹن کلس، جس نے مائیکل کو زخمی کیا تھا، سولوزو کے ہاتھ

”یہ میں اسپتال والوں سے پہلے ہی پوچھ چکا ہوں۔“ ہیگن نے جواب دیا۔ ”ان کا ہنا ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ ڈون کی حالت اچھی نہیں ہے۔ گوکہ وہ بچ جائیں گے۔ لیکن فی ہال انہیں اسپتال سے کہیں اور منتقل کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا۔ انہیں جس توجہ اور ن سہولیات کی ضرورت ہے، وہ صرف اسپتال میں ہی میسر آسکتی ہیں۔ شاید ان کا مزید کوئی پریش بھی ہو۔ لہذا اس امکان کو تو ذہن سے نکال دو کہ انہیں گھر منتقل کیا جاسکتا ہے۔“

”اس صورت میں ہمیں فوری طور پر سولوز کو مذاکرات کی میز پر لانا ہوگا۔“ مائیکل لا۔ ”ہم وقت ضائع نہیں کر سکتے۔ وہ شخص بہت خطرناک ہے۔ اسے احساس ہے کہ پایا پر ن کا حملہ نام کام رہنا اس کے حق میں بہت برا ثابت ہوگا۔ وہ اس غلطی کی تلافی کرنے کا کوئی طریقہ سوچ سکتا ہے۔ وہ اسپتال میں بھی پایا پر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کر چکا ہے۔ ب وہ کوئی نئی ترکیب سوچ سکتا ہے۔ یہ تو ہماری خوش قسمتی اور اتفاق تھا کہ اس کی دوسری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔ اس پولیس کیپٹن کا تعاون حاصل ہونے کی وجہ سے وہ نہ جانے کیا کچھ کر سکتا ہے۔ ہم زیادہ خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں اس کو جلد از جلد اس کے بل سے کال کر سامنے لانا ہوگا۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو بچے!“ سنی نے ہر خیال انداز میں ٹھوڑی کھجاتے ہوئے کہا۔

”ہم اس خبیث کو پایا کے سلسلے میں مزید کوئی منصوبہ بنانے کا موقع نہیں دے سکتے۔“

”لیکن اس پولیس کیپٹن کا کیا کیا جائے؟ اس کے بارے میں بھی تو ہمیں سوچنا پڑے گا۔“ ہیگن بولا۔

”ہاں.....“ سنی نے سوالیہ نظروں سے مائیکل کی طرف دیکھا۔ ”اس مردود کیپٹن کس کے بارے میں ہم کیا لائحہ عمل اختیار کریں؟“

مائیکل ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔ ”میں جو کچھ کہنے جا رہا ہوں وہ شاید تم لوگوں کو انتہا پسندی محسوس ہو..... لیکن کبھی کبھی حالات ایسا رخ اختیار کرتے ہیں کہ انسان کو انتہا پسندانہ فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔ فرض کرو، کیپٹن کس کو ہلاک کرنا ہماری مجبوری بن جاتا ہے تو کیا جاسکتا ہے۔“

بکا ہوا ہے اور بہت مہنگے داموں بکا ہے۔ اسے نہ صرف سولوز سے لمبی رقمیں مل رہی ہیں بلکہ وہ مستقبل میں سولوز کے منشیات کے کاروبار میں بھی حصے دار ہوگا۔ اس وقت وہ سولوز کے باڈی گارڈ کا کردار ادا کر رہا ہے۔ اگر ہم سولوز سے ملاقات کے لئے تیار ہوتے ہیں اور سولوز و مذاکرات کرنے آتا ہے تب بھی کیپٹن کس اس کے ساتھ ہوگا۔ کیپٹن کس کے ساتھ سولوز اپنی کمین گاہ سے سر نکالنے کے لئے تیار نہیں۔ سولوز جب مائیکل سے مذاکرے کے لئے میز پر بیٹھے گا تو کیپٹن کس اس کے برابر میں بیٹھا ہوگا۔ وہ یقیناً سادہ کپڑوں میں ہوگا لیکن اس کے پاس ریوا اور ضرور ہوگا۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ایک پلم آفیسر سولوز کی حفاظت کر رہا ہوگا تو پھر سولوز واقعی بہت محفوظ ہوگا کیونکہ آج تک ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے نیویارک پولیس کے کسی کیپٹن کو گوئی باری ہوا اور وہ اس کے ہاتھ بچھکنے لگیا ہو۔ اگر کیپٹن کس مارا جاتا ہے تو اخبارات، پولیس ڈیپارٹمنٹ اور تمام چرچ لڑ آسمان سر پر اٹھالیں گے۔ دباؤ ناقابل برداشت ہو جائے گا۔ دوسری فیملیز بھی ہماری دم ہو چکی ہوں گی اور ہمارے تعاقب میں ہوں گی۔ ہماری حیثیت اچھوتوں کی سی ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ سیاسی شخصیتیں جن کی وجہ سے ڈون اور اس کی ”فیملی“ کو تحفظ ملتا ہے۔ انہیں بھی ہماری طرف سے ہاتھ کھینچنا پڑے گا۔ وہ خود ادھر ادھر منہ چھپاتی پھریں گی۔ تمہیں تمام پہلوؤں کو ضرور مد نظر رکھنا چاہئے۔“

سنی کندھے اچکا کر بولا۔ ”کیپٹن کس ہمیشہ تو سولوز کی حفاظت کے لئے اس ساتھ نہیں رہ سکتا۔ ہم انتظار کر لیں گے۔“

ٹیسو اور میز ادونوں سگار کے گہرے گہرے کش لے رہے تھے۔ ان کے چہرہ پر اضطراب عیاں تھا لیکن وہ گفتگو میں دخل دینے کی جرأت نہیں کر رہے تھے۔ تاہم ان کا معلوم تھا کہ اگر کوئی غلط فیصلہ ہوا تو قربانی کے بکرنے وہی بنیں گے۔

مائیکل نے اس دوران پہلی مرتبہ گفتگو میں حصہ لیا۔ ”کیا پایا کو اسپتال سے گھر منتقل کیا جاسکتا ہے۔“

کرنے کا ارادہ کر سکتے ہیں۔ وہ یقیناً مجھے مذاکرات کی میز تک پہنچانے سے پہلے میری مائیکل سے اس لئے اس وقت تو واقعی میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن رات کے دوران کوئی گن میرے ہاتھوں میں پہنچانے کا کوئی طریقہ سوچو..... اگر مجھے رات کے دوران کسی طرح کوئی ریوالور میسر آ جاتا ہے تو میں دونوں کا کام تمام کر دوں

چاروں افراد حیرت سے، ایک ٹک اس کی طرف دیکھنے لگے۔ انہیں گویا اپنے کانوں میں نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے شاید کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ مائیکل کے منہ سے ایسی بات سنے سکتے ہیں تاہم، لیکن کچھ زیادہ حیران نظر نہیں آ رہا تھا۔

چند لمبے گہرا سکوت طاری رہا پھر سنی قہقہہ لگانے لگا۔ قہقہے تھے تو وہ بولا۔ ”تم تو کبھی ”اے“ کے معاملات میں ملوث ہونا پسند نہیں کرتے تھے۔ تم تو بے ضرر معاملات سے بھی تعلق نہیں رکھنا چاہتے تھے اور اب تم بیک وقت سولوز اور کیپٹن کوٹھکانے لگانا چاہتے لگتا ہے تم اس معاملے کو کاروباری جھگڑے سے زیادہ ذاتی دشمنی کے طور پر لے رہے صرف اس لئے کہ اس پولیس والے نے تمہارے منہ پر گھونسا مارا تھا۔“

اس نے ایک اور قہقہہ لگایا پھر بولا۔ ”ایک بات یاد رکھنا..... جنگ میں دشمن کو نہ بچنے ملتے ہیں۔ یہاں دشمن کو مارنے پر سزائے موت ملتی ہے بجلی کی کرسی پر بیٹھنا ہے۔“

وہ ایک بار پھر قہقہہ لگانے لگا۔ مائیکل پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ہاتھ کھڑا ہوا اور اسی طرح ایک ٹک اس کی طرف دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولا۔ ”بہتر لکھنا سنا بند کر دو۔“

اس کی آواز میں کوئی ایسی بات تھی کہ سنی کے قہقہے یکدم رک گئے۔ میز اور ٹیسو کے لائے بھی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔ مائیکل دراز قد یا بھاری بھر کم نہیں تھا۔ بظاہر اس کی دست میں مرعوب کرنے والی کوئی بھی خصوصیت نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے باوجود اس کی

ہمیں یہ کام اس طرح انجام دینا چاہئے کہ اس کی بددیانتی اور اس کا بکاؤ ہونا اچھی طرح عوام کے سامنے آ جائے۔ یہ بات ظاہر ہو جائے کہ وہ ایک بدعنوان اور رشوت خور پولیس آفیسر تھا اور گروہ بازوں کے معاملات میں ملوث تھا ان کی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کر رہا تھا، چنانچہ ویسے ہی انجام کو پہنچ گیا، جیسے انجام کو عام طور پر ایسے لوگ پہنچتے ہیں۔ اخبارات میں بھی ہمارے آدمی موجود ہیں جنہیں ہم باقاعدگی سے مالی فائدہ پہنچاتے ہیں، انہیں ہم ٹھوس ثبوت کے ساتھ پوری کہانی فراہم کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم پر سے دباؤ کافی کم ہو جائے گا اور کیپٹن کلس کو، مارے جانے کے بعد بھی عوام اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کی کچھ زیادہ ہمدردیاں حاصل نہیں رہیں گی۔ سب یہی سوچیں گے کہ وہ بے ایمان اور بد معاش تھا..... ایسے لوگ اسی طرح مارے جاتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟“

مائیکل نے رائے طلب نظروں سے سب کی طرف دیکھا، ٹیسو اور میز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سنی خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ ”کبھی کبھی بچے بھی عقل کی بات کر لیتے ہیں۔ تمہیں مزید جو کچھ کہنا ہے، وہ بھی کہہ ڈالو۔“

”ٹھیک ہے۔“ مائیکل بولا۔ ”مذاکرات کے لئے وہ لوگ مجھے بلارہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ مذاکرات کی میز پر صرف ہم تین آدمی موجود ہوں گے۔ یعنی میں..... کیپٹن کلس اور سولوزو..... میٹنگ دو دن بعد رکھ لو اور اس دوران اپنے مجبوروں سے یہ پتہ کرانے کی کوشش کرو کہ میٹنگ کس جگہ رکھی جا رہی ہے۔ تم ان لوگوں سے انصرار کرنا کہ میٹنگ کسی عام سی جگہ پر رکھیں، جہاں لوگوں کی آمد و رفت ہو۔ تم میری طرف سے کہہ دینا کہ مائیکل ان لوگوں کے ساتھ کسی مکان یا اپارٹمنٹ کے اندر جانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تم تجویز دے دینا کہ ملاقات کسی ریسٹوران، بار یا ایسی ہی کسی جگہ پر..... اور ایسے وقت میں ہوئی چاہئے۔ جب وہاں سے زیادہ سے زیادہ لوگ ہوتے ہیں تاکہ میں اپنے آپ کو زیادہ محفوظ محسوس کروں۔ اس طرح وہ بھی خود کو محفوظ محسوس کریں گے۔ اس تجویز میں خود ان کے لئے بھی اطمینان کا پہلو ہوگا۔ یہ بات سولوزو کے ذہن میں بھی نہیں آ سکتی کہ ہم پولیس کیپٹن کو بھی

سمرے میں پھیلی ہوئی کشیدگی گویا بہت کم ہو گئی۔ مائیکل اب ذرا دھیمے لہجے میں "میں یہ کام اس لئے کرنا چاہتا ہوں کہ میں سولوز کو پاپا پر ایک اور حملے کا موقع دینا نہیں چاہتا۔ جو کچھ میں نے سوچا ہے، میرے خیال میں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ صرف یہی ہوں جسے ان لوگوں کے سامنے جانے کا موقع مل سکتا ہے اور میں ہی یہ کام کر سکتا ہوں۔ تم بھی کر سکتے تھے۔ لیکن ایک تو وہ لوگ تمہیں اپنے قریب پھنکنے کا موقع نہیں دیں۔ دوسرے تم بیوی بچوں والے ہو۔ تمہیں ان کے بارے میں بھی سوچنا ہے اور اس وقت "فیملی" کے معاملات کو بھی سنبھالنا ہے جب تک پاپا تندرست نہیں ہو جاتے۔ فریڈ ابھی بھی کرنے کے قابل نہیں ہے۔ چنانچہ میں یہ سب باتیں منطقی جواز کے تحت کر رہا ہوں۔ بے جڑے پرکھونا پڑنے کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

سنی آگے بڑھ کر اسے سپنے سے لگاتے ہوئے بولا۔ "مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے تمہارے پاس جواز کیا ہے یا تم کیا سوچ رہے ہو۔ میرے لئے تو بس یہ بات اہم ہے کہ تمہارے ساتھ نشانہ کھڑے ہو گئے ہو۔ اور میرے خیال میں تم جو کچھ کہہ رہے ہو، وہ بالکل سچ ہے۔"

پھر وہ ہیگن کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔ "تم کیا کہتے ہو ہیگن؟"

"لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ جو کوئی بھی یہ کام کرے گا، اسے بہت سے خطرات کا ناکرنا ہوگا۔ پولیس اور دوسرے بہت سے لوگ اس کے خون کے پیاسے ہوں گے۔ کیا سچ بچھو دیتے ہوئے بھی یہ کام مائیکل کے سپرد کرنا ضروری ہے؟"

"تو پھر میں ہی کر لیتا ہوں۔" سنی بولا۔

ہیگن نے نئی میں سر ہلایا۔ "یہ بات تو پہلے ہی ہو چکی ہے۔ سولوز کے ساتھ اگر پولیس ایکشن ہوں تب بھی وہ تمہیں اپنے قریب نہیں پھینکنے دے گا۔ اس کے علاوہ وہ دوسری ایجنسی اہم ہے کہ اس وقت تم ہی فیملی کے سربراہ ہو۔ ہم تمہیں اتنے بڑے خطرے میں ڈال سکتے۔"

موجودگی کسی بے عنوان خطرے کا احساس دلاتی تھی۔ خاص طور پر اس وقت تو ہر محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ ڈون کارلیون کا دوسرا جنم تھا۔

اس نے بندستور سنی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرد اور سفاک لہجے میں پوچھا "کیا تمہارے خیال میں، میں یہ کام نہیں کر سکتا؟"

"نہیں۔۔۔۔۔ مجھے تو یقین ہے کہ تم یہ کام کر سکتے ہو۔۔۔۔۔" سنی فوراً بولا۔ "تم نے جو کہا، میں اس پر نہیں ہنس رہا ہوں۔ میں تو حالات کے تغیر اور وقت کی ستم ظریفی پر ہنس رہا ہوں۔ میرا تو بچپن سے ہی تمہارے بارے میں یہ خیال تھا کہ تم گھر میں سب سے سخت جان اور غصیلے ہو۔ تم چھوٹے ہوتے ہوئے بھی دونوں بڑے بھائیوں سے فٹ لڑتے تھے۔ تم کسی سے نہیں ڈرتے تھے۔۔۔۔۔"

وہ ایک بار پھر ہنسا لیکن اس بار اس کا انداز مختلف تھا۔ "اور سولوز نے مذاکرات لئے تمہیں بھیجنے کا مطالبہ کیا ہے کیونکہ اس گدھے کے خیال میں تم سب سے کمزور اور سب سے کمزور شخص کی یہ رائے اس لئے بھی مزید مضبوط ہو گئی ہو کہ تم نے کیپٹن کلس سے گھون کر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا اور تمہارے بارے میں پہلے ہی سے مشہور ہے کہ تم کے معاملات میں ملوث ہونا پسند نہیں کرتے۔ تمہیں بلانے میں وہ کوئی خطرہ محسوس نہ رہا۔"

اس نے ایک لمحے توقف کیا۔ پھر وہ بولا تو اس کے لہجے میں فخر جھلک آیا۔ "بہر حال کارلیون فیملی کے فرد ہو اور اس بات کا اندازہ صرف مجھے تھا کہ جب تم نے کر بیدار ہو گئے تو تمہارے اوپر سے گویا ایک خول اتر جائیگا۔ جس دن سے پاپا ہے اس دن سے میں اسی تبدیلی کے انتظار میں تھا۔ مجھے معلوم تھا تم میرا دایاں بازو ہو گے اور ان سور کے بچوں کا قصہ ختم کرنے میں میرا ساتھ دو گے جو ڈون اور اس کی تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جڑے پر صرف ایک گھونسا پڑنے سے تمہارے انداز باہر آ گیا ہے۔ مجھے بڑی خوشی ہے۔" اس نے جوشیلے انداز میں ہوا میں گھونسا چلایا۔

کی ملکیت تھی۔ اس پر اس خاص مادے کی تہہ بھی جمادینا جس کی وجہ سے انگلیوں کے نشان ثابت نہیں ہوتے۔۔۔۔۔“

پھر اس نے مائیکل کو مخاطب کیا۔ ”تم جیسے ہی اس گن کو استعمال کر چکو۔۔۔۔۔ اسے میز کے نیچے پھینک دینا۔ اگر خدا نخواستہ تم پکڑے بھی جاؤ، تب بھی وہ گن تمہارے قبضے میں نہیں ہونی چاہئے۔ ہم چشم دید گواہوں اور باقی سب چیزوں کا کوئی نہ کوئی بندوبست کر لیں گے لیکن اگر گن تمہارے پاس سے برآمد ہوگئی تو پھر بہت بڑا مسئلہ کھڑا ہو جائے گا۔ ویسے نہاری حفاظت اور تمہیں فرار کرانے کے لئے سارے انتظامات ہو چکے ہوں گے۔ تمہیں کافی عرصے کے لئے یہاں سے غائب ہونا پڑے گا۔۔۔۔۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم اپنی گرل فرینڈ کو پہلے سے یہ بات بتاؤ یا اسے خدا حافظ کہو۔ جب تم خیر و عافیت سے یہاں سے نکل جاؤ گے تو پھر میں تمہاری گرل فرینڈ کو پیغام بھجوادوں گا کہ تم جہاں بھی ہو، ٹھیک ٹھاک ہو۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔“

وہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا پھر الفاظ پر ذرا زور دے کر بولا۔ ”میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، اسے حکم سمجھنا۔“

”تمہیں میرے لئے یوں بچوں کی طرح ہدایات جاری کرنے کی ضرورت نہیں۔“ مائیکل خشک لہجے میں بولا۔ ”کیا میں تمہارے خیال میں اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ کس قسم کی صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟“

”تم کتنے بھی عقلمند سہی۔ لیکن ان معاملات میں بہر حال ابھی اناڑی ہو۔“ سنی بولنے لگا۔

ہیگن گویا بات ختم کرنے کے لئے بولا۔ ”چلو۔۔۔۔۔ اب کم از کم یہ تو واضح ہو گیا کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔“

☆.....☆.....☆

ہیگن ایک لمحے کے لئے خاموش ہوا پھر ٹیسو اور میز کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ ”تمہارے پاس کوئی ٹاپ کا آدمی ہے جو یہ کام کر سکے؟“

ٹیسو اور میز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ہیگن نے مزید کہا۔ ”جو آدمی بھی کام عہدگی سے کر دے گا اسے یا اس کے اہل خانہ کو باقی تمام زندگی میں کبھی کسی مالی مسئلہ سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“

میز ابولا۔ ”میز اور ٹیسو کے تمام ٹاپ کے آدمیوں کو سولوز واچھی طرح پہچانتا ہے اگر ہم نے ان میں سے کسی کو مذاکرات کے لئے بھیجا تو سولوز واسے دور سے دیکھ کر ہی ہٹ جائے گا اور مذاکرات کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اگر میں یا ٹیسو خود جاتے ہیں تب بھی صورت حال ہوگی۔“

سنی ہاتھ اٹھاتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں بولا۔ ”تو پھر گویا طے ہو گیا کہ برا مائیکل ہی کو کرنا ہے اور مجھے یقین ہے کہ مائیکل یہ کام نہایت اچھے طریقے سے کر سکتا ہے۔ یہ موقع ہمیں صرف ایک ہی بار ملے گا اس لئے ہم کام خراب ہونے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ ہمیں اب صرف یہ سوچنا ہے کہ ہم پس منظر میں رہتے ہوئے مائیکل کی زیادہ زیادہ مدد کس طرح کر سکتے ہیں۔“

پھر اس نے بیک وقت ہیگن، میز اور ٹیسو کو مخاطب کیا۔ ”تم لوگ ہر ممکن طر سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ سولوز و ملاقات کے لئے کون سی جگہ منتخب کرے گا۔ حاصل کرنے پر خواہ کتنا ہی خرچ آجائے، اس کی پروا مت کرنا، اس کے بعد ہم یہ سب گے کہ ہم اس جگہ مذاکرات کے دوران کس طرح مائیکل کے ہاتھوں میں کوئی ہتھیار ریوالور پہنچا سکیں گے۔“

اس نے ایک لمحے کے لئے خاموش ہو کر گویا کچھ سوچا پھر خاص طور پر میز کو مخاطب کیا۔ ”تم اس موقع کے لئے ایک ایسی گن کا بندوبست کر کے رکھو جو سائز میں چھوٹی اور جس کا کہیں سے بھی کوئی سراغ نہ لگایا جاسکے کہ وہ کب اور کہاں سے خریدی گئی تھی۔“

مردانہ کے بارے میں اپنی بیوی کو کچھ نہیں بتاتا تھا۔ اس کی بیوی کافی حد تک سادہ لوح اور سچی سمجھتی تھی کہ ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے اس کے شوہر کی تنخواہ اچھی خاصی تھی، مگر وہ عیش و آرام سے رہتے تھے۔ اس کے بارے میں سوچتے ہوئے کس مسکرا دیا۔  
 ادا کیا کہ اس کی ماں بھی یہی سوچا کرتی تھی لیکن کلس نے خاصی چھوٹی عمر میں ہی اپنے لیے خوش حالی کا راز سمجھ لیا تھا۔

اس کا باپ پولیس سارجنٹ تھا۔ ہر ہفتے کی شام و کم عمر کلس کو ساتھ لیتا اور اپنے بس اسٹیشن کی حدود میں واقع بہت سی دکانوں پر جاتا اور بظاہر بڑے ملنسارانہ انداز میں اس کا تعارف دکاندار سے کرتا۔ ”یہ میرا بیٹا ہے۔ کلس..... بڑا ہونہار بچہ ہے۔“  
 یہ سن کر ہر دکاندار خوش خلقی سے دانت نکالتا پھر اپنے کیش رجسٹر سے پانچ یا دس ڈالر نوٹس نکال کر کلس کی جیب میں ڈالتے ہوئے کہتا۔

”لو بیٹا..... اس سے آئس کریم..... یا اپنی پسند کی کوئی اور چیز کھا لیتا۔“  
 مزید خوش خلقی اور شفقت کے اظہار کے لئے وہ کلس کے گال بھی تھپتھپاتا۔ باپ بیٹا کے بڑھ جاتے۔ گھر پہنچنے تک کلس کی تمام جیبیں نوٹوں سے بھر چکی ہوتیں جو اس کا باپ لے کر لیتا۔ کلس کو صرف ایک دو ڈالر ملتے۔ باقی تمام رقم اس کا باپ بینک میں جمع کر دیتا۔ اسے سمجھاتا کہ یہ سب اس کی تعلیم اور بہتر مستقبل کے لئے ہو رہا تھا۔ کلس سے اسی زمانے کو کوئی پوچھتا کہ وہ بڑا ہو کر کیا بنے گا؟ تو وہ فوراً جواب دیتا تھا۔ ”پولیس آفیسر۔“

اسے پولیس آفیسر بننے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ ایک نہایت سخت گیر اور فٹ جان پولیس آفیسر ثابت ہوا۔ بد معاشر اس سے ڈرتے تھے تاہم جب اس نے رشوت و فساد کی تو اپنے باپ کی روایت نہیں اپنائی، وہ رشوت کی رقم جمع کرنے کے لئے بیٹے کو ہاتھ لے کر نہیں جاتا تھا بلکہ رقم خود وصول کرتا تھا۔ وہ یہ رقم وصول کرنے میں خود کو حق بہ جانب سمجھتا تھا کیونکہ وہ دکانداروں اور تاجروں کو چھوٹے موٹے بد معاشر اور بہتہ خوروں سے بچاتا تھا۔ انہیں تحفظ فراہم کرتا تھا۔ اگر کوئی بد معاشر یا بہتہ خور اس کے علاقے میں

کیپٹن کلس اپنے آفس میں بیٹھا موٹے سے ایک لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے خوشی عیاں تھی۔ اس لفافے میں مخصوص قسم کی بہت سی پرچیاں تھیں۔ کیپٹن کا ایک ماتحت ایک ایسے بکی سے یہ پرچیاں چھین کر لایا تھا جو غیر قانونی طور پر شرطیں بک کرنے کا کام کرتا تھا۔ کہنے کو تو کیپٹن کے ماتحت نے اس بکی کے ٹھکانے پر چھاپہ مارا تھا لیکن درحقیقت اس کا انداز بکی کو لوٹنے کا تھا کیونکہ اس نے جو چیزیں اپنے قبضے میں لے لیں، ان کا کہیں اندراج نہیں ہوا تھا۔ وہ بکی، کارلیون فیملی کی سرپرستی میں کام کرتا تھا۔ اس لئے اس پر چھاپہ ڈلو کر کیپٹن کلس کو زیادہ خوشی ہوئی تھی لیکن اس سے بھی زیادہ خوشی اسے اس بات کی تھی کہ یہ پرچیاں بکی کو واپس کر کے وہ رشوت کے طور پر اچھی خاصی مولیٰ رقم حاصل کر سکتا تھا۔

اس تصور سے محظوظ ہوتے ہوئے اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا۔ اسے ساؤز کو ایک مقررہ وقت پر، مقررہ مقام سے ساتھ لینا تھا اور پھر اس جگہ لے جانا تھا جہاں کارلیون فیملی کے نمائندے سے اس کی ملاقات طے ہوئی تھی۔

کیپٹن کلس اٹھ کر اپنے لا کر کے پاس پہنچا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ پولیس کی وردی اتار کر اس نے سادہ لباس پہن لیا۔ پھر اپنی بیوی کو فون کر کے بتایا کہ وہ رات کے کھانے پر گھر نہیں آئے گا..... وہ ایک سرکاری کام پر جا رہا ہے۔ وہ اپنی ”خصوصی“

پولیس اسٹیشن سے نکلنے کی تیاری کرتے وقت اس کا ذہن کئی مسائل میں الجھا ہوا تھا۔ لیکن ان مسائل کا تعلق اس کی پیشہ ورانہ زندگی سے نہیں، بلکہ گھریلو زندگی سے تھا۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ وہ اپنی رشوت کی کمائی سے اکثر اپنے اور اپنی بیوی کے عزیزوں، رشتے داروں کی مدد بھی کرتا رہتا تھا۔ اس معاملے میں وہ سخت دل نہیں تھا، اس وقت بھی دراصل اسے اپنے کچھ مصیبت زدہ عزیزوں، رشتے داروں کا خیال آ رہا تھا۔ وہ جب اپنے گاؤں یا دوسرے چھوٹے موٹے شہروں میں ان عزیزوں، رشتے داروں کے ہاں جاتا تھا تو وہ اس کا استقبال یوں کرتے تھے جیسے ان کے گھر میں کوئی بادشاہ آ گیا ہو۔ وہ اس کے قدموں میں بچے جاتے تھے۔ ان کے اس طرز عمل سے کس کو بڑی خوشی ہوتی تھی۔

پولیس اسٹیشن سے رخصت ہوتے وقت اس نے ڈیسک کلرک کو بتا دیا کہ اگر اس کی ضرورت پڑ جائے تو اس سے کہاں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اس نے اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ اگر یہ بات سامنے آ بھی جاتی کہ وہ سولوز سے ملے گیا تھا۔ تو وہ کہہ سکتا تھا کہ سولوز واصل میں اس کا منبر تھا اور وہ اس سے کچھ ضروری معلومات حاصل کرنے کی غرض سے ملاقات کرنے گیا تھا۔

پولیس اسٹیشن سے نکل کر کچھ دور تک پیدل چلا، پھر ایک ٹیکسی پکڑ کر اس مکان کی طرف چل دیا جس کے تہہ خانے میں ان دنوں سولوز چھپا ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

سولوز سے مائیکل کی ملاقات ایک ریسٹورنٹ میں طے پائی تھی۔ بیگن کو اس دوران بہت سے انتظامات ہنگامی طور پر کرنے پڑے تھے۔ مائیکل کو بتا دیا گیا تھا کہ جب وہ ”کام“ ختم کر کے ریسٹورنٹ سے نکلے گا تو سامنے ہی ایک پرانی سی کار لے لے لے اس کا منتظر ہوگا جو اس کے ڈرائیور کے فرائض انجام دے گا۔ کار پرانی..... لیکن اس کا انجن نہایت عمدہ ہوگا اور اس پر جعلی نمبر پلیٹ لگی ہوگی۔

میزبان نے اسے وہ گن بھی دکھادی تھی جو میٹنگ کے دوران کسی طرح اس تک پہنچائی

اودھم مچانے یا دکانداروں کو تنگ کر کے ان سے کچھ وصول کرنے کی کوشش کرتا تھا تو کمر اس کا وہ جشہ کرتا تھا کہ آئندہ وہ اس علاقے کا رخ کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اس نے دکاندار وغیرہ اس کی خدمت میں بخوشی نذرانہ پیش کرتے تھے۔ ان کے خیال پر بد معاشوں کے رحم و کرم پر رہنے سے بہتر تھا کہ وہ ایک بارعب اور سخت گیر پولیس آفیسر کی حفاظت اور سرپرستی میں رہے۔ کس کے اخراجات کافی تھے۔ اس کے چار جوان بڑے یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ ان میں سے کوئی پولیس مین نہیں بننا تھا۔ کمر ترقی کرتے کرتے کیپٹن بن گیا تھا۔ عہدہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنی رشوت کے ریزہ بھی بڑھاتا چلا آیا تھا۔ اس کے خیال میں یہ کوئی نا انصافی کی بات نہیں تھی۔ آخر اس کے اخراجات اور مہنگائی بھی تو بڑھ رہی تھی۔ اسے مجھے سے کوئی شکایت نہیں تھی کہ وہ اپنے ملازمین کو کم تنخواہیں دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جن محکموں میں تنخواہیں کم تھیں، ان کے ملازمین کو خود بھی اپنی آمدنی میں اضافے کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں مارنے چاہئے تھے۔

لے ٹیک لیا فیملی کا نو جوان برونو بھی اس کے کرم فرماؤں میں شامل رہا تھا بلکہ برونو کہنا چاہئے کہ دونوں ہی ایک دوسرے کرم فرما تھے۔ دونوں ایک دوسرے کے کام آتے تھے۔ ایک دوسرے کی مشکلات دور کرتے تھے۔

جب کوئی کس کا تعاون حاصل کرنے کے لئے اس سے رابطہ کرتا تھا تو کس زبا گہرائی یا تفصیلات میں نہیں جاتا تھا۔ زیادہ سوالات یا چھان بین نہیں کرتا تھا۔ وہ اس سے غرض رکھتا تھا جو اسے تعاون کے بدلے مل سکتی تھی۔ رقم جتنی زیادہ ہوتی تھی، اتنی جلد وہ تعاون پر کمر بستہ ہوتا تھا۔ سولوز نے اس کے تعاون کی بڑی بھاری قیمت لگائی تھی اور کمر نے ایک لمحے کے لئے بھی نہیں سوچا تھا کہ اس جنگ میں وہ جو کردار ادا کرنے جا رہا تھا، اس میں خود اس کی اپنی جان کو بھی کوئی خطرہ لاحق ہو سکتا تھا۔ اس کا نظریہ لاشعوری طور پر یہی تھا کہ نیویارک کے ایک پولیس کیپٹن کو ہلاک کرنے کا خیال کسی پاگل کے دماغ میں بھی نہیں آ سکتا تھا۔

کا نام معلوم نہ ہو سکا تو ہم میننگ کے دوران گن تمہارے ہاتھوں میں پہنچانے کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔“

مائیکل نے پُر خیال انداز میں آہستگی سے سر ہلایا اور پانی سے ایک درد کش گولی نگلے۔ اس کے جڑے میں اس وقت بھی کافی درد تھا۔ اسی اثناء میں ہیگن کمرے میں آیا اور خاص ٹیلی فون پر اس نے یکے بعد دیگرے کئی لوگوں سے بات کی۔ آخر وہ ریسپورر رکھ کر ذرے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے بولا۔

”اس ریسپورنٹ کے نام اور اس کے محل وقوع کے بارے میں ابھی تک کچھ بھی معلوم نہیں ہو پا رہا۔ وہ بد بخت سولوزو اسے آخری لمحے تک خفیہ رکھنے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔“

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی۔ ریسپورسنی نے اٹھایا اور دوسری طرف سے کچھ سننے کے بعد سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ چند لمحے وہ انہماک سے بات سنتا رہا پھر بولا۔ ”ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ وہ وہاں پہنچ جائے گا۔“

ریسپورر رکھنے کے بعد وہ زہریلے انداز میں دھیرے سے ہنسا اور بولا۔ ”اس خبیث سولوزو کا پیغام تھا۔ آج رات آٹھ بجے وہ اور کیپٹن کلس، براڈوے پرواق جیک کے بار کے سامنے سے مائیکل کو اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھائیں گے اور ملاقات کی جگہ پر لے جائیں گے۔ سولوزو کا کہنا ہے کہ وہ اور مائیکل اطالوی میں بات کریں گے تاکہ کیپٹن کلس کچھ نہ سمجھ سکے۔“

”لیکن مائیکل کے جانے سے پہلے رابطے کا آدمی ہماری تحویل میں ہونا چاہئے۔“

ہیگن بولا۔

”رابطے کا آدمی اس وقت میرے گھر پر، میرے تین آدمیوں کیساتھ تاش کھیل رہا ہے۔“ میز انے بتایا۔ ”یوں سمجھو، وہ ہماری تحویل میں ہی ہے۔ میرے آدمی اس وقت تک اسے جانے نہیں دیں گے جب تک میں انہیں فون کر کے حکم نہ دوں۔“

جانی تھی۔ میز انے اس گن کو استعمال کرنے کی تھوڑی سی مشق بھی کرادی تھی تاکہ عین وقت پر کوئی معمولی گڑبڑ بھی نہ ہو۔ ایک بار پھر اس نے مائیکل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا تھا۔ ”گن استعمال کر چکنے کے بعد اس طرح میز کے نیچے پھینک دینا کہ آس پاس موجود افراد میں سے کسی کو پتا نہ چلے۔۔۔۔۔ تاکہ جب تم وہاں سے نکلو تو لوگ یہیں سمجھیں کہ تم ابھی مسلح ہو۔ اس صورت میں کوئی تمہارا راستہ روکنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ تم تیز قدموں سے باہر آنا۔۔۔۔۔ لیکن دوڑنا نہیں۔۔۔۔۔ باہر گاڑی میں ٹیسو تمہارا منتظر ہوگا۔ گاڑی میں بیٹھنے کے بعد باقی سارا کام اس پر چھوڑ دینا۔۔۔۔۔“

پھر اس نے ہلکے سے رنگ کا ایک ہیٹ بھی مائیکل کے سر پر رکھ دیا۔ مائیکل ہیٹ پہننے کا عادی نہیں تھا لیکن میز انے اسے ہدایت کی۔ ”اسے اپنے سر پر ہی رہنے دینا۔۔۔۔۔ اور چھبھرا سا جھکا کر رکھنا۔ اس سے یعنی شاہدین کے لئے بھی شناخت کا تعین ذرا مشکل ہو جاتا ہے۔“

”کیا سنی کو اس ریسپورنٹ کا نام اور محل وقوع معلوم ہو گیا ہے جس میں سولوزو سے میری ملاقات ہوگی۔“ مائیکل نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔۔۔“ میز انے جواب دیا۔ ”سولوزو بہت زیادہ احتیاط کر رہا ہے۔۔۔۔۔ لیکن بہر حال یہ اندیشہ نہیں ہے کہ وہ تمہیں گزند پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ رابطے کا آدمی تمہاری واپسی تک ہماری تحویل میں ہوگا۔ وہ بھی لے ٹیک لیا فیملی کا ایک اہم آدمی ہے۔“

وہ دونوں آفس نما اس کمرے میں پہنچے جہاں سنی نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ سنی وہاں کا وچ پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اس کے قریب میز پر ایک پلیٹ میں سینڈوچ کا بچا کھچا ٹکڑا پڑا تھا۔ مائیکل نے اس کا کندھا ہلا کر اسے جگایا تو وہ اٹھ بیٹھا۔

سنجھل کر بیٹھنے کے بعد وہ مائیکل سے مخاطب ہوا۔ ”سولوزو اور کیپٹن کلس تمہیں کہیں راستے میں سے اپنے ساتھ گاڑی میں بٹھائیں گے لیکن ابھی تک اس ریسپورنٹ کا نام نہیں بتایا گیا ہے جہاں وہ تمہیں لے کر جائیں گے اور اگر ہمیں کسی طرح بھی اس ریسپورنٹ

وازیں بات کی پھر ریسورر رکھ کر بولا۔ ”فلپس نے کہا ہے کہ وہ معلوم کرنے کی کوشش کرے گا اور چند منٹ بعد ہمیں فون کرے گا۔“

انہیں چند منٹ کے بجائے آدھا گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ آرفون کی گھنٹی بجی، دوسری رن فلپس تھا، اس سے بات کرتے وقت سنی نے ایک کاغذ پر کچھ نوٹ کیا پھر اس نے ریسورر کھا تو اس کے چہرے پر تاؤ بڑھ چکا تھا لیکن اس کے ساتھ امید کا تاثر بھی تھا۔

”شاید یہی ہماری مطلوبہ جگہ ہو۔“ وہ کاغذ اوتھا کرتے ہوئے بولا۔ ”کیپٹن کلس بیٹہ یہ بتا کر پولیس اسٹیشن سے رخصت ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت اس سے کہاں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ آج وہ یہ بتا کر نکلا ہے کہ آٹھ سے دس بجے کے درمیان وہ بروکس کے علاقے میں لیوناریسٹورنٹ میں ہوگا۔ میں نے تو یہ نام پہلی بار سنا ہے، کسی کو اس کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ ٹیسوفور بولا۔ ”میں نے یہ ریسٹورنٹ دیکھا ہے۔ چھوٹا ہے۔ اور اس میں زیادہ تر فیملیز آتی ہیں۔ اس میں خاصے بڑے بڑے بوتھ ہیں جن میں لوگ آرام سے بیٹھ کر بات چیت کر سکتے ہیں۔ سولوزو نے اپنے مقصد کے لئے اچھی جگہ کا انتخاب کیا ہے۔“

پھر وہ ایک کاغذ پر باقاعدہ نقشہ بنا کر مائیکل کو ریسٹورنٹ کی ساخت کے بارے میں سمجھانے لگا اور یہ بھی بتانے لگا کہ وہ باہر کہاں اس کا منتظر ہوگا اور کس طرح گاڑی کی ہیڈ لائٹ سے اسے سگنل دے گا۔

یہ سب کچھ سمجھاتے ہوئے وہ بولا۔ ”اور اگر اندر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو جیج کر مجھے پکارنا۔ میں آکر تمہیں وہاں سے نکالنے کی کوشش کروں گا۔“

پھر وہ میز سے مخاطب ہوا۔ تمہیں جلدی سے اپنے کسی آدمی کو لیوناریسٹورنٹ بھیجنا ہوگا تاکہ وہ پہلے ہی وہاں گن چھپا دے۔ اس ریسٹورنٹ کے ٹوائٹ پرانی ساخت کے ہیں۔ ان میں فلیش کی ٹمکنی اور دیوار کے درمیان کچھ فاصلہ ہے۔ اپنے آدمی کو ہدایت کر دو کہ

سنی صوفے میں دھستے ہوئے بولا۔ ”ابھی تک ہمیں ملاقات کی جگہ کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔“ اس کے انداز میں غصہ، بے بسی اور جھنجھلاہٹ تھی پھر اس نے ہیکر کو مخاطب کیا۔ ”ہمارے تجربے تو نے ٹیگ لیا فیملی میں بھی موجود ہیں۔ انہوں نے اس سلسلے میں ہمیں کوئی اطلاع نہیں دی۔“

”سولوزو اس معاملے میں حد سے زیادہ راز داری برت رہا ہے۔ اس نے اپنی حفاظت پر بھی کسی کو مامور نہیں کیا اور فرض کر لیا ہے کہ کیپٹن کلس کا اس کے ساتھ ہونا ہی کافی ہے۔“ ہیکر بولا۔ ”جب وہ دونوں مائیکل کو لے کر روانہ ہوں گے تو ہمارے کسی آدمی کو ان کا تعاقب کرنا ہوگا۔“

”یہ ممکن نہیں ہوگا۔“ سنی نے نفی میں سر ہلایا۔ ”انہوں نے خصوصی ہدایت کی ہے کہ کوئی ان کا تعاقب کرنے کی کوشش نہ کرے اور وہ اس سلسلے میں پورا اطمینان بھی کریں گے۔ اگر انہیں شبہ بھی ہو گیا کہ کوئی ان کا تعاقب کر رہا ہے تو ملاقات خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس کے علاوہ پیچھا کرنے والے سے پیچھا چھڑانا زیادہ مشکل نہیں ہوتا۔“

اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ سنی اپنے چہرے پر تشویش کے آثار لے چد لئے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”براؤوے پر جیک کے بارے میں جب گاڑی مائیکل کو لے کے لئے رکے تو کیوں نہ مائیکل اسی وقت گاڑی میں موجود افراد کو گولیاں مار دے؟“

ہیکر نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”اور اگر اس وقت سولوزو گاڑی میں نہ ہوا تو.....؟“ پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا اور وہ چٹکی بجاتے ہوئے بولا۔ ”وہ جو پولیس میں ہمارا نمبر ہے..... سراسر اس فلپس..... کیوں نہ اسے فون کیا جائے؟ سنی! تم اسے فون کرو۔ شاید وہ

معلوم کر سکے کہ کیپٹن آج رات کہاں کے لئے روانہ ہو رہا ہے۔ شاید کیپٹن کلس کو راز داری کی اتنی زیادہ پروا نہ ہو اور وہ پولیس اسٹیشن میں کسی کو یہ بتا کر رخصت ہو کہ ضرورت کے وقت اس سے کہاں رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اس پہلو پر قسمت آزمائی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“ سنی کی آنکھوں میں کچھ چمک آگئی۔ اس نے فوراً فون پر ایک نمبر ملا کر کچھ دیر پہلے

ہونے سے پہلے ان سے کیوں نہیں مل سکے اور مناسب وقت پر میں تمہاری گرل فرینڈ کو بھی

نہاری خیریت سے آگاہ کر دوں گا..... اوکے؟“

”اوکے!“ مائیکل نے فوجیوں والی مستعدی سے کہا اور ایک لمحے کے توقف سے

پوچھا۔ ”تمہارے خیال میں، میں کتنے عرصے بعد واپس آسکوں گا!“

”کم از کم ایک سال تو لگ ہی جائے گا۔“ سنی نے جواب دیا۔

”اس کا انحصار بہت سی باتوں پر ہے۔“ ہیگن بولا۔ ”اخبارات سے، ہم کس حد تک

اپنے حق میں کام لینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ ہمیں سبق سکھانے کے

جائے اپنی عزت بچانے کی کس حد تک فکر کرتا ہے۔ دوسری ”فیملیز“ کتنی شدت سے اپنا

رہنمائی ظاہر کرتی ہیں، ان سب باتوں پر تمہاری واپسی کا انحصار ہوگا۔ بہر حال، یہ تو نئے ہے

کہ بہت ہنگامہ..... بہت خون خرابہ ہوگا۔ اور بہت ہلچل مچے گی۔“

☆.....☆.....☆

براڈوے پر مائیکل مقررہ وقت سے پندرہ منٹ پہلے ہی جیک کے بار کے سامنے پہنچ

گیا تھا اور فٹ پاتھ پر کھڑا انتظار کر رہا تھا کہ کوئی گاڑی اسے لینے آئے۔ اسے یقین تھا کہ

سولوز وقت کی پابندی کرے گا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ اسے ایک نہایت مشکل کام درپیش

تھاجس کی وجہ سے اس کی زندگی کا رخ تبدیل ہو رہا تھا اور جس میں اس کی جان بھی جاسکتی

تھی۔ سولوز کو کوئی عام انسان نہیں تھا اور کلس ایک نہایت سخت جان اور سفاک پولیس آفیسر

تھا۔ جونی کے جڑے میں اس وقت بھی درد ہو رہا تھا لیکن اسے یہ درد گراں نہیں گزر رہا تھا۔

اسے امید تھی کہ یہ درد ہی اسے مستعد اور چوکنا رکھے گا وہ ایک لمحے کے لئے بھی ست پڑنا

نہیں چاہتا تھا۔

براڈوے پر اس وقت چہل پہل نہیں تھی۔ وہ ایک سردرات تھی، آخر ایک بڑی سی

سیاہ کافرٹ پاتھ کے قریب عین مائیکل کے سامنے آ کر کی تو اس کا دل دھڑک اٹھا۔ ڈرائیور

والی سائڈ سے کسی نے دروازہ کھولا اور باہر جھک کر کہا۔ ”بیٹھ جاؤ مائیکل.....!“

گن اس جگہ..... فلش کی ٹسکی کے پچھلی طرف ٹیپ سے چپکادے.....“

پھر اس کا رخ مائیکل کی طرف ہو گیا۔ ”وہ جب کار میں تمہاری تلاشی لے چکیں

اور دیکھ چکے ہوں گے کہ تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ تمہاری طرف سے بالکل

فکر ہو جائیں گے۔ ریسٹورنٹ میں کچھ دیر بات کرنے کے بعد تم ان سے داش روم جانے

اجازت طلب کرنا۔ وہ یقیناً یہی سمجھیں گے کہ تم نروس ہو۔ ان حالات میں تمہارا داش روم

جانا انہیں چونکانے کا باعث نہیں بنے گا اور داش روم سے آنے کے بعد وقت ضائع مت کر

بلکہ دوبارہ بیٹھنے کی بھی ضرورت نہیں..... فوراً اپنا کام کرنا..... دونوں کے سر میں دو دو گولیاں

اتارنا..... تاکہ نہ بچنے کا کوئی امکان نہ رہے..... اس کے بعد دوڑے بغیر، جتنی تیزی سے ممکن

ہو..... ریسٹورنٹ سے نکل آنا۔“

مائیکل کے علاوہ سنی بھی یہ سب کچھ انہماک سے سن رہا تھا۔ میز انے مائیکل کو

اطمینان دلایا۔ ”گن تمہیں وہاں کے ٹوائٹ میں فلش کی ٹسکی کے پیچھے چسکی ہوئی مل جا۔

گی۔ میں اپنے ایک بہترین آدمی کو اس کام کے لئے روانہ کر رہا ہوں۔“

میز اور ٹیسو کمرے سے چلے گئے۔ ہیگن بولا۔

”سنی! کیا مائیکل کو براڈوے تک میں گاڑی میں لے جاؤں؟“

”نہیں.....“ سنی نے بلا تامل جواب دیا۔ ”میں چاہتا ہوں، تم یہیں رہو۔“

تمہاری یہاں زیادہ ضرورت پڑے گی۔ جونی مائیکل اپنا ”کام“ ختم کرے گا، ہمارا

شروع ہو جائے گا۔ تم نے اخبار والوں کو ہوشیار کر دیا ہے۔“

ہیگن اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔

”جونہی یہ واقعہ رونما ہوگا، میں انہیں معلومات فراہم کرنا شروع کر دوں گا۔“

سنی اٹھ کر مائیکل کے سامنے جا کھڑا ہوا اور گرم جوشی سے اس سے مصافحہ کر-

ہوئے بولا۔

”اچھا بچے..... تمہارا کام شروع ہو رہا ہے۔ میں ماما کو سمجھا دوں گا کہ تم نا-

ہاتھ کا مائیکل کے پاس اگر کوئی ننھا سا بھی ہتھیار ہوتا تو پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے مطمئن ہو کر سولوز کی طرف دیکھ کر سر ہلا دیا اور سولوز بھی مطمئن ہو گیا۔ اسی دورانیہ رفتار سے آگے روانہ ہو چکی تھی۔ اگر کوئی ان کے تعاقب میں ہوتا تو یہ بھی ٹھیک کے درمیان تیز رفتاری ہی کا مظاہرہ کرنا پڑتا۔ وہ لوگ تعاقب کے سلسلے میں لمبی فکر مند نظر نہیں آ رہے تھے۔

گاڑی ویسٹ سائیڈ ہائی وے کی طرف جاری تھی لیکن اس وقت اسے مایوسی کا دھچکا جب گاڑی جارج واشنگٹن برج کی طرف مڑ گئی۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ لوگ بروکس کے لائن کی طرف نہیں جا رہے تھے جہاں لیوناریسٹورنٹ واقع تھا۔ ان کا رخ تو نیو جرسی کی طرف ہو چکا تھا۔ مائیکل کو احساس ہوا کہ نیو جرسی کی طرف اشارہ تھا۔ اس پر انھیں ہلکا سا ٹھیک نہیں رہا۔ اور اب گویا ساری محنت، ساری منصوبہ بندی اکارت جاری تھی۔ گن تو لیوناریسٹورنٹ کی چھائی گئی تھی لیکن لگتا تھا کہ وہ لوگ اسے مذاکرات کے لئے کہیں اور لے جا رہے تھے۔

کار تیز رفتاری سے پل عبور کرنے کے بعد شہر کی روشنیوں کو پیچھے چھوڑتی ہوئی نیو جرسی کی طرف چلی جا رہی تھی۔ مائیکل کوشش کر رہا تھا کہ اس کے چہرے سے کسی قسم کے اثرات کا اظہار نہ ہو۔ وہ سوچ رہا تھا کہ نہ جانے وہ لوگ اسے مار کر اس کی لاش دلدلی لائے میں پھینکنے کی نیت سے ادھر جا رہے تھے یا پھر سولوز نے آخری لمحے میں ملاقات کی غلطی کرنے کا فیصلہ کیا تھا؟

وہ ایک دورا ہے پر آن پہنچے جہاں سے وہ سیدھے چلتے رہتے تو نیو جرسی کی طرف ان کا سفر جاری رہتا لیکن دوسری طرف سے سڑک نیو یارک کی طرف جا رہی تھی۔ اس دورا ہے پہنچ کر عین آخری لمحے میں ڈرائیور نے قطعی غیر متوقع طور پر اتنی تیزی سے اسٹیرنگ ڈیپل گھمایا کہ اندازے کی ذرا سی غلطی سے کار اس رکاوٹ سے ٹکرا کر تباہ ہو سکتی تھی جو دونوں لوگوں کو تقسیم کر رہی تھی۔ کار کی تباہی کے ساتھ کار سواروں کا مرنے کا بھی یقینی تھا۔ لیکن لگتا تھا

مائیکل اسے پہچانتا نہیں تھا۔ وہ کوئی نوجوان بد معاش معلوم ہوتا تھا جس کا گریبان کھلا تھا۔ مائیکل کو چونکہ نام لے کر مخاطب کیا گیا تھا۔ اس لئے وہ گاڑی میں بیٹھ گیا اور تیز رفتاری سے دیکھا کہ پچھلی سیٹ پر سولوز اور کلس موجود تھے۔ سولوز نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مائیکل نے اس سے مصافحہ کر لیا۔ اس کے مضبوط ہاتھ میں حرارت تھی اور اس پر پیر کی نمی نہیں تھی۔

”مجھے تمہارے آنے کی خوشی ہے مائیکل!“ وہ ہموار اور خالص کاروباری سے لہجے میں بولا۔ ”مجھے امید ہے کہ ہم مل کر معاملات کو سلجھا سکیں گے جو کچھ ہوا ہے وہ نہیں ہونا چاہئے تھا۔“

”میری بھی خواہش ہے کہ آج رات مسئلہ حل ہو جائے۔“ مائیکل نے سکون لہجے میں بولا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ میرے والد کو مزید کوئی تکلیف دی جائے۔“

”میں اپنے بچوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہارے والد کو آئندہ کوئی تکلیف نہیں پہنچائی جائے گی۔“ سولوز بولا۔ ”بس، میں چاہتا ہوں کہ تم ذرا دل کشادہ رکھ کر مجھ سے بات چیت کرو۔ تمہارا بڑا بھائی تو بہت گرم کھوپڑی کا ہے۔ اس سے تو کاروباری بات چیت کرنا اور معاملات طے کرنا بہت مشکل ہے۔“

کیپٹن کلس نے ہنکارا بھرا اور ہاتھ بڑھا کر مشفقانہ انداز میں مائیکل کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ”یہ بڑا اچھا بچہ ہے۔ امید ہے اس سے بات چیت نتیجہ خیز رہے گی۔“

پھر وہ براہ راست مائیکل سے مخاطب ہوا۔ ”مجھے اپنے اس رات کے رویے، افسوس ہے مائیکل! مجھے احساس ہے کہ شاید میں بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں، اس لئے مجھے جلدی غصہ آ جاتا ہے۔ اور پھر میرا کام بھی کچھ ایسا ہے۔ ہر وقت ہی میرے سامنے غصہ دلانے والی باتیں ہوتی ہیں۔“ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر اپنی حالت پر گویا خودی تاسف کا اظہار کیا پھر آگے جھک کر نہایت مہربانہ انداز میں مائیکل کی تلاش کی۔ اس کا انداز

ہاپے منصوبے پر عمل کرنے کا تھا کہ شاید ان دونوں کو کسی قسم کی دخل اندازی کا موقع ہی ملتا تھا۔

”کیا یہاں کا اطالوی کھانا واقعی بہت عمدہ ہوتا ہے؟“ کیپٹن کلس نے کچھ ایسی دلچسپی سے پوچھا جیسے وہ سچ مچ یہاں صرف کھانا ہی کھانے اور اس سے پوری طرف لطف اندوز نہ آتا ہو۔

”بہت ہی اچھا۔۔۔۔۔“ سولوزو نے گویا اسے یقین دلایا۔

ریسٹورنٹ میں صرف ایک ہی ویٹر تھا۔ اس نے بوتل لا کر میز پر رکھ دی اور تین لیں تیار کر دیں۔ کلس نے یہ کہہ کر مائیکل کو حیران کر دیا۔ ”میں نہیں پیوں گا۔۔۔۔۔ میں شاید مدائش ہوں جو شراب نہیں پیتا۔ میں نے بہت سے اچھے بھلے لوگوں کو شراب کی وجہ سے اوتے دیکھا ہے۔“

سولوزو نے نفیہی انداز میں سر ہلایا پھر کیپٹن سے مخاطب ہوا۔ ”میں مائیکل سے لڑی میں بات کروں گا۔ یہ مت سمجھنا کہ میں تم پرید اعتمادی کا اظہار کر رہا ہوں اور اپنی نگہ بندی رکھنا چاہتا ہوں بلکہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں انگریزی میں اپنا مفہوم زیادہ واضح بیان نہیں کر سکتا۔ اطالوی میں بات کر کے شاید میں مائیکل کو زیادہ آسانی سے پتہ چلے کہ قائل کر سکوں۔“

”تمہارا جس زبان میں دل چاہے، بات کرو۔ میں تو اس وقت صرف کھانے سے رانہ ہونے کے موڈ میں ہوں۔“ کیپٹن نے بے پروائی سے کہا۔

سولوزو نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور مائیکل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

سولوزو نے اطالوی میں کہنا شروع کیا۔

”تمہارے والد کے ساتھ جو کچھ ہوا، مجھے اس پر افسوس ہے لیکن تمہیں یہ تو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ خالص کاروباری معاملہ ہے۔ تمہارے والد نے مستقبل کے راستے میں رکاوٹ لگائی کیونکہ اس کی تھی۔ میں اس کے پاس جو تجویز لے کر گیا تھا، وہ مستقبل کے کاروبار کی تھی

کہ ڈرائیور کو اپنے آپ پر بے پناہ اعتماد تھا۔

کار ہوا میں ڈرائیور اچھی، اس کے ٹائر دوسرے ہی لمحے سڑک پر بری طرح چرچرائے اور پلک جھپکتے میں اس کا رخ نیویارک کی طرف ہو چکا تھا۔ وہ واپس اسی سر میں جا رہے تھے جدھر سے آئے تھے۔ سولوزو اور کلس دونوں بیک وقت مڑ کر عقبی شیشے دیکھ رہے تھے کہ کیا ان کے پیچھے آنے والی کسی اور گاڑی نے بھی یہی انداز اختیار کیا تھا؟ تب مائیکل کی سمجھ میں آیا کہ وہ لوگ انتہائی حد تک یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ اگر تعاقب نہیں کیا جا رہا اور اگر کوئی تعاقب کرنے میں کامیاب ہو بھی گیا ہو تو اب وہ نظر میں جائے۔۔۔۔۔ مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ اب وہ مطمئن ہو چکے تھے اور گاڑی اب بروکس طرف جا رہی تھی۔

دس منٹ بعد گاڑی ایک ریسٹورنٹ کے سامنے جا رکی۔ نشانیاں بتاتی تھیں کہ اس علاقے میں زیادہ آبادی اطالویوں کی تھی۔ سڑک پر آمد و رفت زیادہ نہیں تھی اور جب وہ ریسٹورنٹ میں پہنچے تو وہ بھی خالی خالی سا نظر آیا۔ وہ لیونا ریسٹورنٹ ہی تھا۔ گویا انہیں والی اطلاع درست ہی ثابت ہوئی تھی۔

مائیکل کو یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ ڈرائیور باہر کار میں ہی رہ گیا تھا ورنہ اسے تشویش کہ وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ اندر نہ آجائے۔ اس صورت میں اسے اپنے منصوبے عملدرآمد میں دشواری پیش آسکتی تھی۔ ویسے تو سولوزو نے ڈرائیور کو ساتھ لاکر گویا ابتدا ہی معاہدے کی خلاف ورزی کر دی تھی۔ سولوزو نے فون پر جو بات کی تھی اس میں تیس فرد کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ لیکن مائیکل نے یہ نکتہ اٹھانے سے گریز کیا۔

ریسٹورنٹ میں سولوزو نے کسی کیمین میں بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ کھلی جگہ ہال میں ایک گول میز کے گرد بیٹھ گئے۔ ہال میں صرف وہی میز گول تھی۔ وہاں ان کے سوا صرف دو افراد اور تھے۔ مائیکل کے خیال میں اس بات کا کافی امکان تھا کہ وہ دونوں سوا کے آدمی ہوں لیکن وہ ان کی موجودگی سے تشویش میں مبتلا نہیں ہوا۔ اس کا ارادہ اتنا

اور کر کے غالباً واش روم کے بارے میں پوچھا۔ اس آدمی نے آنکھوں ہی کے اشارے پر جواب دیا، اس کا مفہوم غالباً یہی تھا کہ وہ واش روم کو چیک کر چکا ہے، وہاں کوئی چھپا ہوا نہیں ہے۔

آخر سولوزو نے گویا بادل ناخواستہ مائیکل کو واش روم جانے کی اجازت دیتے ہوئے ”زادہ دیر مت لگاتا۔“

مائیکل جب واش روم میں پہنچا تو اسے سچ مچ اس سے استفادہ کرنے کی حاجت دس ہونے لگی تھی۔ فارغ ہو کر اس نے فلش کی ٹسکی کے پیچھے ہاتھ ڈالا تو اسے وہاں گن کی جڑ کی کا احساس ہوا۔ وہ ٹسکی کے پیچھے چپکی ہوئی تھی۔ اس نے گن نکال کر پتلون کی بیلٹ ہاس لی اور اوپر کوٹ کے بن لگا لئے۔ پھر اس نے ہاتھ دھوئے اور بال بھی تھوڑے سے بے کر لئے۔ گن پر تو اسے انگلیوں کے نشانات ثبت ہونے کی فکر نہیں تھی، اس نے واش روم کی ٹوٹی وغیرہ پر اپنی انگلیوں کے نشانات صاف کر دیئے اور واپس روانہ ہوا۔

سولوزو کا رخ واش روم کی طرف ہی تھا اور وہ پوری طرح چونکا نظر آ رہا تھا، دوسری پر موجود شخص بھی اس دوران گویا سخت اعصابی تناؤ کا شکار رہا تھا۔ مائیکل میز کے قریب آ کر گویا سکون کی سانس لیتے ہوئے بولا۔ ”اب میں آرام سے بات چیت کر سکتا ہوں۔“ سولوزو نے بھی گویا سکون کی سانس لی اور دوسری میز پر موجود آدمی بھی کچھ مطمئن نظر نہ لگا۔ کھانا آچکا تھا اور کیپٹن کلس کھانے میں مصروف ہو چکا تھا۔ اس کے لئے گویا بہت حال ذرا بھی تشویش ناک نہیں تھی۔ مائیکل دوبارہ بیٹھ گیا۔ میز پر تو اسے ہدایت آئی کہ وہ واش روم سے واپس آتے ہی دونوں آدمیوں کو شوٹ کر دے لیکن اس کی چھٹی نائنے اسے خبردار کیا تھا کہ وہ لمحہ اس کام کیلئے موزوں نہیں تھا۔ اگر وہ اس وقت ایسی ٹش کرتا تو شاید خود مارا جاتا۔ اس وقت سولوزو اور دوسری میز پر موجود گنران دونوں ہی پر ہلکے ہوئے کسی درندے کی طرح چونکا تھے۔ س نے ان دونوں کے اعصاب ذرا پکڑ جانے اور ان کے ذرا مطمئن ہو جانے کا انتظار کرنا بہتر تھا۔

اور اس میں ہم سب کے لئے لاکھوں ڈالر کا فائدہ تھا۔ مجھے معلوم تھا، تمہارے والد کا انکار میرے لئے رکاوٹیں کھڑی کرے گا..... بظاہر انہوں نے یہی کہا تھا کہ میں جو چاہوں کروں..... وہ میرے کاروبار سے کوئی واسطہ رکھنا نہیں چاہتے..... لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ ان کے یہ کہنے کے باوجود مجھے دشواریاں پیش آئیں گی۔ اس لئے وہ سب کچھ ہو گیا جو ناگزیر نظر آ رہا تھا۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ مجھے نے ٹیگ لیا فیملی کی علی الاطلاق حمایت اور باقی ”فیملیز“ کی خاموش حمایت حاصل ہے..... لیکن میں کم از کم اس وقت تک صلح اور امن چاہتا ہوں جب تک تمہارے والد صحت یاب ہو کر خود فیصلے کرنے کے قابل نہیں ہو جاتے۔“

”اور مجھے ضمانت چاہئے کہ اس دوران میرے والد کی جان لینے کی مزید کوشش نہیں کی جائے گی۔“ مائیکل بولا۔ اس نے محسوس کیا کہ سولوزو مزید داؤ آزمانے کے لئے صرف چند دن کی مہلت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

”تم مجھے کچھ زیادہ ہی عزت دے رہے ہو، جو اس قابل سمجھ رہے ہو۔ ورنہ اس وقت تو درحقیقت میں خود اپنی جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا ہوں۔“ سولوزو بولا۔ مزید کچھ دیر اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں پھر مائیکل نے اپنے چہرے پر بے چینی کے تاثرات پیدا کرنے کی کوشش کی اور پہلو بدلتے ہوئے بولا۔

”میں کافی دیر سے واش روم جانے کی ضرورت محسوس کر رہا ہوں، اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔“

سولوزو نے شک بھری نظروں سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا اور ایک بار پھر اس کی تلاشی لینے کے لئے اس کے جسم کے بعض حصوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ تب کلس تیکھے لہجہ بولا۔ ”میں اس کی تفصیلی تلاشی لے چکا ہوں..... اور میں اس کام میں اثاڑی نہیں ہوں۔ میں نے ڈیوٹی کے دوران ہزاروں بد معاشوں کی تلاشی لی ہے۔“ اس کے باوجود سولوزو نے دوسری میز پر بیٹھے ہوئے شخص کو آنکھوں ہی آنکھوں میں

ہوئی تھیں۔ اسے گویا سکتہ سا ہو گیا تھا لیکن جونہی مائیکل نے اس کی طرف دیکھا اس جلدی سے اپنے دونوں ہاتھ میز پر رکھ دیا۔ مائیکل نے اس پر گولی نہیں چلائی اور غیر ہنسنے والے انداز میں گن میز کے نیچے ڈال دی۔ ویٹر کے چہرے پر گویا دہشت نقش ہو کر رہ گئی اور وہ گویا خواب کے سے عالم میں دھیرے دھیرے اٹھنے والے قدموں کی طرف جا رہا

سولوز وکری سے نیچے گر گیا تھا۔ اس کا مردہ جسم میز کے سہارے ٹک گیا تھا لیکن کلس کی ہر کم لاش آہستگی سے فرش پر جاگری تھی۔ مائیکل کو یقین تھا کہ اسے گن میز کے نیچے لے نہ تو ویٹر نے دیکھا تھا اور نہ ہی دوسری میز پر بیٹھے ہوئے آدمی نے۔ وہ لمبے لمبے ڈگ اور دازے کی طرف چل دیا۔

وہ دروازہ کھول کر باہر آیا تو سامنے اسے سولوز وکری کا رکھڑی دکھائی دی لیکن جو بال اسے ڈرائیور کر کے لایا تھا، اس کا دور دور تک کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ مائیکل تیزی سے اٹھ کر میز کے کونے کی طرف بڑھا۔ ایک کار کی ہیڈ لائٹ تیزی سے آن آئی اور وہ اس کے قریب جا پہنچا۔ اس کا دروازہ فوراً ہی کھل گیا۔ وہ ایک پرانی سیڈان تھی۔ باکسٹر اشارت تھا۔ مائیکل پھرتی سے اس میں بیٹھ گیا اور کار ایک جھٹکے سے آگے روانہ ہوئی۔ ڈرائیورنگ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ اس کا چہرہ پتھرا ہوا سا لگ رہا تھا۔

”کام ہو گیا؟“ اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں..... دونوں کا کام ہو گیا۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

”جکی بات ہے؟“ میسو نے تصدیق چاہی۔

”میں نے ان کا بھیجا ہر آتے دیکھا ہے۔“ مائیکل بولا۔

”بہت خوب!“ میسو نے طمانیت سے سر ہلایا۔

کار میں مائیکل کے لئے لباس تبدیل کرنے کا انتظام تھا۔ بیس منٹ بعد وہ ایک مال راولپنڈی کی بجائی پر سوار ہو چکا تھا جو سسلی جا رہا تھا۔ دو گھنٹے بعد جہاز ساحل سے اتنی

سولوز وکری کی طرف جھک کر دوبارہ بات شروع کر چکا تھا لیکن مائیکل ایک لمحے بھی نہیں سن رہا تھا۔ اس کا سینے سے نیچے کا حصہ میز کی آڑ میں تھا۔ وہ اپنا ہاتھ بھی نیچے رکھتے ہوئے کوٹ کا بٹن کھول چکا تھا اور اس کا ہاتھ گن کے دستے پر پہنچ چکا تھا۔ اس کا نوں میں نہ جانے کہاں سے شائیں شائیں کی سی آوازیں آرہی تھیں۔

اس وقت ویٹر ان کی میز کے قریب آچکا تھا اور سولوز وکری نے اس سے بات کرنے کے لئے گردن موڑ لی تھی۔ مائیکل میز کو دھکیلتے ہوئے اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔ اسی لمحے گن اس سے نکل کر اس کے ہاتھ میں آچکی تھی اور اس کی چھوٹی سی نالی سولوز وکری کے سر کو تھپ چھو رہی تھی۔ سولوز وکری نے اضطرابی طور پر پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن اس وقت تک مائیکل ٹریگر دبا چکا تھا۔

گولی اس کی کینٹنی میں گھس کر دوسری طرف سے نکلی تو دھڑکنا بڑا بد نما سورا نمودار ہو گیا۔ خون کے چھینٹے اڑ کر ویٹر کے یونیفارم پر پڑے اور دہشت سے اس آنکھیں پھیل گئیں۔ مائیکل نے محسوس کر لیا کہ سولوز وکری نے وہ ایک گولی کافی تھی۔ اسی لمحے کینٹن کلس نے سر اٹھا کر سولوز وکری کی طرف دیکھا تھا۔ اسے یقیناً سولوز وکری کی زندگی کا چراغ بجھتے نظر آ گیا تھا۔ وہ کانٹے میں مچھلی کا ٹکڑا پھنسا ہے اس کی طرف لے جا رہا تھا لیکن اس کا ہاتھ ہوا میں ہی ساکت ہو گیا۔

یہ سارا منظر شاید ایک یا دو سیکنڈ کا تھا لیکن مائیکل گویا یہ سب کچھ سلسلو مشن میں دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک لمحے بھی ضائع نہیں کیا۔ گن کا رخ کلس کی طرف ہوا اور دوسرا فائر ہوا۔ اس کے حلق میں لگی۔ اس کے حلق سے کھانسی کی سی آواز اور پھر خون کا فوارہ برآمد ہوا۔ مائیکل اس فائر سے مطمئن نہیں ہوا۔ اس نے دوسرا فائر کلس کی پیشانی پر عین اس کی آنکھ کے درمیان کیا۔

مائیکل کی آنکھوں کے سامنے اس وقت خون کی چادر سی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ تیزی سے اس شخص کی طرف گھوما جو دوسری میز پر بیٹھا تھا۔ وہ اپنی جگہ ساکت تھا اور اس کی آنکھیں

رہوں کارلیون فیملی کے خاص نشاۃ تھی۔

یوں نیویارک میں مافیائوں کی 1946ء کی مشہور زمانہ لڑائی شروع ہوئی۔ جس میں ہانچ "فیملیز" ایک طرف تھیں اور صرف ایک "فیملی" دوسری طرف.....

☆.....☆.....☆

ایک ابھرتی ہوئی اداکارہ اس وقت جونی کے شاندار اور پُر تعیش مکان میں اس کی مہمان تھی۔ جونی کو یقین تھا کہ اس کی وہ رات بہت خوبصورت اور یادگار ثابت ہوگی کیونکہ وہ تمام لوازمات موجود تھے جو کسی بھی رات کو یادگار بناتے تھے۔

لڑکی کا نام شیرون تھا۔ وہ بے پناہ خوبصورت تھی اور قیامت خیز سراپا کی مالک تھی مگر اس جیسی ہزاروں لڑکیاں ہالی وڈ میں معمولی سا مقام حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہی تھیں۔ ان میں سے وہ اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتی تھیں جنہیں جونی جیسے آدمی کا سہارا میسر آ جاتا تھا..... جو انہیں آگے بڑھنے میں کچھ نہ کچھ مدد دے سکتا تھا۔ شیرون بھی جونی کی نظر التفات پا کر بہت خوش معلوم ہوتی تھی اور آج جب موقع مناسب دیکھ کر جونی اس کے ساتھ یادگار وقت گزارنے کا اہتمام کیا تھا تو اسے امید تھی کہ شیرون کی خود پسندی دینی ہوگی۔

..... مگر اس وقت اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا جب شیرون نے اس کی خواہشوں کے سامنے سر جھکانے سے انکار کر دیا۔ اس کی وجہ اس نے نہایت سادگی سے صرف یہ بتائی کہ اس حوالے سے وہ اس کے ذوقی جمال پر پورا نہیں اترتا تھا۔ جونی کے جذبات ٹھنڈے ہو گئے اور پھر شیرون رخصت ہو گئی۔ جونی کی زندگی میں ایسا واقعہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔

اس نے اپنے آپ کو بیحد تنہا اور وحشت زدہ محسوس کیا۔ ایک عجیب سی بد مزگی اس کے حواس پر چھائی ہوئی تھی۔ وہ کسی کے پاس بیٹھنے اور کسی سے باتیں کرنے کی شدید ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ آخر وہ اپنی سابق بیوی جینی کے گھر جانے کے لئے نکل کھڑا ہوا۔ لاکھ لاکھ اسے اپنی دونوں بچیوں کی یاد بھی ستانے لگی تھی۔ جانے سے پہلے اس نے فون کر کے

دور جا چکا تھا کہ نیویارک کی روشنیاں مائیکل کو چراغوں کی طرح ٹٹمٹاتی دکھائی دیے گی تھی۔ اس احساس سے اس کی رگ و پے میں طمانیت کی لہری دوڑ رہی تھی کہ اس کے بچے نیویارک میں نہ جانے کیسا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ کتنا خون خرابہ ہوگا..... مگر وہ وہاں نہیں ہوگا۔ اس کا جعلی پاسپورٹ، جعلی شناختی کاغذات وغیرہ ہیگن نے تیار کرادیے تھے جن سے وہ اس وقت سسلی کا ایک ماہی گیر تھا، سسلی میں اسے ایک مافیاء چیف کا مہمان بنانا اس کے ہاں طویل قیام کرنا تھا۔

☆.....☆.....☆

سولوز اور کیپٹن میک کلس کے قتل کے دوسرے دن نیویارک کے تمام پولیس اسٹیشن کے انچارج آفیسرز نے بد معاشوں کی دنیا میں یہ پیغام بھجوادیا کہ جب تک کلس کا قاتل پا نہیں جاتا، شہر میں کسی بھی پولیس اسٹیشن کی حدود میں کوئی غیر قانونی دھندہ نہیں ہوگا۔ ہر سی ایسی جگہوں پر پولیس کی بھاری نفری نے چھاپے مارے اور سینکڑوں افراد کو گرفتار کر لیا جہاں اس طرح کے دھندے ہوتے تھے۔ یوں زیر زمین دنیا کی سرگرمیاں گویا ایک لکڑی رک گئیں۔

اسی شام دیگر "فیملیز" کا ایک مشترکہ قاصد کارلیون فیملی کے پاس پہنچا اور اس سے ان سے معلوم کیا کہ وہ کلس کے قاتل کو پولیس کے حوالے کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں کارلیون فیملی کی طرف سے اسے یہ جواب دے کر بھیجا گیا کہ اس معاملے سے ان کا کوئی تعلق نہیں، اس لئے انہیں اس فکر میں دبلے ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

اس رات مال پر..... جہاں کارلیون فیملی کے گھر واقع تھے، ایک کار اس زنجیر کے پاس آکر رکی جو راستہ روکنے کے لئے لگائی جاتی تھی۔ اس کار سے مال پر ایک بم بھینکا جس کے بعد کار تیزی سے فرار ہو گئی تاہم اس بم سے کوئی خاص نقصان نہیں ہوا کیونکہ گھبراہٹ زدہ انداز میں..... کسی خاص ہدف کے بغیر پھینکا گیا تھا، البتہ اسی رات چھوٹے سے ایک اطالوی ریستورانٹ میں سکون سے کھانا کھاتے ہوئے دو افراد کو گولی ماری گئی

اچانک اندرفون کی کھنٹی بج اٹھی۔ جینی فون سننے چلی گئی اور جب وہ واپس آئی تو اس کے چہرے پر قدرے حیرت تھی۔ وہ جونی سے مخاطب ہوئی ”تمہارا فون ہے..... ٹام ہیگن بل رہا ہے۔“

اس وقت تک ڈون کارلیون پرفارمگ کا واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔ جونی نے اندر جا کر فون سنا تو ہیگن بولا۔ ”سنا ہے تمہاری فلم ختم ہو گئی ہے۔ ڈون نے مجھے فوراً تم سے ملنے اور تمہارے مستقبل کے سلسلے میں کچھ منصوبے بنانے کا حکم دیا ہے۔ میں کل صبح اس اینجلیس پہنچ رہا ہوں۔ کیا تم ایئر پورٹ آ سکتے ہو؟ میں کل رات ہی واپس روانہ ہو جاؤں گا۔ اس لئے تمہیں انی رات کی مصروفیات ملتوی کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔“

”میں ایئر پورٹ آ جاؤں گا.....“ جونی بولا۔ ”تمہاری فلائٹ کتنے بجے پہنچے گی؟“

”گیارہ بجے۔“ ہیگن نے بتایا۔ ”تمہیں زیادہ تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اپنے کسی آدمی کو اندر ایئر پورٹ پر بھیج دینا۔ خود باہر گاڑی میں بیٹھ رہنا۔“

”ٹھیک ہے۔“ جونی نے کہا۔

فون بند کر کے وہ لیوگ روم میں واپس پہنچا تو جینی نے سوالیہ نظروں سے اس کی ٹرف دیکھا۔ جونی بولا۔ ”پہلے گاؤں قادر نے نہ جانے کس طرح مجھے اس قلم میں کام دلایا۔۔۔۔۔ اب وہ میری بہتری کے لئے کچھ اور منصوبے بنا رہا ہے۔ آج کل وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔“

وہ ایک بار پھر صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ جینی بولی۔ ”تم بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔ گھر جانے کے بجائے یہیں گیٹ روم میں سو جاؤ۔ اتنی رات گئے طویل ڈرائیونگ کرنے اور بڑے سے گھر میں اکیلے رہنے سے بچ جاؤ گے۔ صبح ناشتہ بچیوں کے ساتھ کر لینا.....“

ایک گھنٹے بعد اس نے بیور لے ہلز میں اس مکان کے سامنے کاررو کی جو کہمیں اس کا گھر ہوا کرتا تھا مگر جینی سے علیحدگی کے بعد اس نے دیگر بہت سی چیزوں کے ساتھ وہ بھی اسے دے دیا تھا۔ جینی دروازے پر اس کی منتظر تھی۔ وہ ایک خوش شکل مگر قدرے عام سی اطالوی عورت تھی جو شاید اپنے شوہر سے طلاق کے بعد بھی اس سے بے وفائی کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔

اس نے جونی کو اندر لیونگ روم میں بٹھایا اور اس کے لئے کافی اور بسکٹ لے آئی۔ وہ کافی پی چکا تو جینی بولی۔ ”صوفے پر لیٹ جاؤ..... تم تھکے ہوئے لگ رہے ہو۔“

”شاید اب میں زیادہ تر ایسا ہی لگا کروں گا۔“

وہ کوٹ اتار کر اور ٹائی ڈھیلی کر کے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے بولا۔ ”پنیتیں سال کی عمر میں، میں گنجاب ہونے لگا ہوں اور میرا بیٹ باہر آنے لگا ہے۔ میری جو فلم آج ہی مکمل ہوئی ہے، اس سے میں آس لگائے بیٹھا ہوں کہ شاید اس کے ذریعے مجھے دوسرا جنم ملے گا۔ اگر میری یہ آس بھی پوری نہ ہوئی تو بس میری کہانی ختم ہی سمجھو۔ ہالی وڈ میں انسان پنیتیں سال کی عمر میں سو سال کی زندگی گزار لیتا ہے۔“

”اور درحقیقت تمہاری سمجھ میں صحیح طور پر یہی نہیں آسکا کہ تم زندگی سے کیا چاہتے ہو؟“ جینی گہری سنجیدگی سے بولی۔

وہ دونوں کافی دیر تک اسی طرح کی باتیں کرتے رہے۔ جینی ایک عام سی عورت ہونے کے باوجود اس وقت اچھی لگ رہی تھی۔ وہ نکھری نکھری، تروتازہ اور صاف تھری دکھائی دے رہی تھی تاہم جونی نے اس دوران اسے چھونے کی کوشش نہیں کی۔ اسے معلوم تھا کہ جینی اس کی اجازت نہیں دے گی۔ طلاق کے بعد سے اس نے اپنے اور اس کے درمیان حد قائم رکھی تھی۔ اس نے دوسری شادی بھی نہیں کی تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ بچیوں کی اصل

میں ہوتا تھا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ پہلے اپنے گھر پہنچا جہاں اس کا پبلک ریلیشنز ایجنٹ اور بزنس کرائے کی ایک دوسری کار میں اس کے منتظر تھے۔ اس نے انہیں فون کر کے بتادیا تاکہ ایک اہم شخصیت کو ریسو کرنے ایئر پورٹ جانا ہے۔ اس کی دوسری بیوی مارگوٹ ہمیں اس وقت بھی گھر پر نہیں تھی۔ ان کے درمیان طلاق کی کارروائی شروع ہو چکی تھی اور تقریباً علیحدہ ہی ہو چکے تھے۔

وہ جب ہیگن کو ایئر پورٹ سے لے آیا اور انہیں لیونگ روم میں تنہائی میں بیٹھنے کا موقع ملا تو باتیں شروع ہوئیں۔ ہیگن نے پوچھا۔ ”تمہاری جو فلم مکمل ہوئی ہے، اس میں اگر اپنی اداکاری پر تمہیں اکیڈمی ایوارڈ مل جائے تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ ہوگا؟“

”کیوں نہیں۔“ جونی حسرت آمیز سے انداز میں گہری سانس لے کر بولا۔ ”ایک اداکار اگر مر بھی رہا ہو تو اکیڈمی ایوارڈ اسے کم از کم دس سال کے لئے دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا کر دیتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔“ ہیگن قدرے بے پروائی سے بولا۔ ”تمہارے گاؤ قادر نے کہا ہے کہ وہ تمہیں اکیڈمی ایوارڈ دلوانے میں مدد دینے کی بھی کوشش کریں گے..... لیکن ظاہر ہے، تم اس پر بکی نہیں کر سکتے۔ بطور سنگر اور بطور ایکٹر بھی اب تم اپنے مستقبل سے زیادہ امیدیں وابستہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے گاؤ قادر کا کہنا ہے کہ تم خود فلمیں بنانا شروع کرو۔ وہ ان فلموں کے لئے سرمایہ کاری کریں گے۔ سرمائے کے بارے میں تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اتنا عرصہ فلم انڈسٹری میں رہ کر یقیناً تم نے بہت کچھ سیکھا ہوگا۔ کیا ہم امید رکھیں کہ تم باکیاب فلمیں بنا سکتے ہیں؟“

”کیوں نہیں۔“ جونی اعتماد سے بولا۔ ”ہر کام کے لئے ان لوگوں کی خدمات حاصل کی جائیں جو ایسی کام کے ماہر ہوں..... جن کا نام اور مقام اونچا ہو تو پھر عام طور پر ناکامی نہیں ہوتی..... لیکن بڑے پیانے پر فلم سازی..... اور خاص طور پر ایک ساتھ تین چار فلمیں

پھر جیسے اسے کچھ خیال آیا اور وہ تجسس سے بولی۔ ”تمہاری دوسری بیوی تو بہر معصوف رہتی ہے اور ان دنوں تو وہ زیادہ تر تم سے الگ رہنا ہی پسند کرتی ہے۔ تمہیں اسے بڑے گھر میں تنہائی کا احساس نہیں ہوتا؟“

”میں گھر میں رہتا ہی بہت کم ہوں۔“ جونی نے جواب دیا۔

”اوہ.....! اس کا مطلب ہے کہ تمہارے معمولات اب بھی نہیں بدلے!“ جینی شدید مسکراہٹ کے ساتھ بولی پھر ایک لمحے کے توقف سے اس نے پوچھا۔ ”اگر تم گیس روم میں نہ سونا چاہو تو میں دوسرے بیڈ روم میں تمہارے سونے کا انتظام کر دوں؟“

”کیا میں تمہارے بیڈ روم میں نہیں سو سکتا؟“ جونی نے پوچھا۔

”نہیں۔“ جینی نے دھستے لیکن مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

دوسری صبح وہ سو کر اٹھا تو جینی اس کے لئے ناشتہ تیار کر چکی تھی۔ جونی نے دن کی پہلی سگریٹ سلگائی تو اس کی دونوں نو عمر بیٹیاں ناشتے کی ٹرالی دھکیلی اور مسکراتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔ گول منول سے گالوں والی دونوں بچیاں اتنی خوبصورت اور معصوم تھیں کہ ان پر نظر پڑتے ہی جونی کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا۔ وہ پھولوں کی طرح شگفتہ اور نکھری نکھری دکھائی دے رہی تھیں۔

جونی نے سگریٹ بجھایا اور دونوں بازو پھیلا دیے۔ وہ اس کے سینے سے آگئیں۔ ان کے وجود سے دھیمی دھیمی مہک پھوٹ رہی تھی۔ جونی کی شیو بڑھی ہوئی تھی۔ وہ اپنے گال ان کے گالوں کے ساتھ رگڑنے لگا تو وہ زور زور سے ہنسنے کے ساتھ ہلکی ہلکی جینیں مارنے لگیں۔ اس طریقے سے ان کی جینیں نکلوانا جونی کا محبوب مشغلہ تھا۔

پھر جینی بھی آگئی اور وہ چاروں مل کر ناشتہ کرنے لگے۔ جونی باتیں کرتے کرتے بچوں کو دیکھتا تو اس کے دل میں عجیب سے خیالات سر اٹھانے لگتے۔ وہ اب اتنی چھوٹی نہیں رہی تھیں۔ وہ محسوس کرتا تھا کہ دونوں دیکھتے ہی دیکھتے جوان ہو جائیں گی اور ہالی وڈ کے نہ جانے کتنے نوجوان لائق ان کے پیچھے لگ جائیں گے۔ یہ خیال اسے بہت ہولناک سا

مرف سے جو کاروباری منصوبہ شروع کر دیا جاتا تھا، وہ جاری رہتا تھا..... خواہ حالات کچھ بھی ہوں، البتہ اب اتنی تبدیلی ضرور آئے گی کہ جونی کو بیک وقت تین چار فلمیں شروع کرنے کے بجائے ایک وقت میں ایک فلم بنانی ہوگی۔ جونی کے لئے یہ بھی غنیمت تھا۔

☆.....☆.....☆

ڈون کارلیون کا اصل نام ویٹو اینڈولینی تھا۔ کارلیون اصل میں سسلی میں واقع اس چھوٹے سے گاؤں کا نام تھا جہاں وہ پیدا ہوا اور جہاں اسے بارہ سال کی عمر تک رہنا نصیب ہوا۔ ڈون کا لقب بھی اس نے بعد میں اختیار کیا جس کا مطلب ”کنبے یا خاندان کا سربراہ“ تھا۔

حالات نے گویا ویٹو کو بارہ سال کی عمر میں ہی ایک مکمل، جوان اور سمجھ دار مرد بنا دیا تھا۔ وہ انیسویں صدی کا اختتام تھا اور سسلی میں اس وقت مافیا کی متوازی حکومت قائم تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مافیا درحقیقت حکومت سے زیادہ طاقتور تھی۔

ویٹو کا باپ ایک طاقتور اور تند مزاج آدمی تھا۔ اس کا مافیا کے ایک مقامی چیف سے اختلاف ہو گیا اور اس نے نہ صرف اس کے سامنے جھکنے سے انکار کر دیا بلکہ سرعام اس سے جھگڑا ہونے کے بعد اسے موقع پر ہی قتل کر دیا۔ ایک ہفتے بعد اس کی اپنی لاش بھی سڑک پہ پڑی پائی گئی جو اس بددوق کی گولیوں سے چھلنی تھی جسے مقامی زبان میں ”لیوپارا“ کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد مافیا کے آدمی بارہ سالہ ویٹو کو بھی قتل کرنے پہنچ گئے۔ ان کے خیال میں یہ بھی سمجھدار کی عمر تھی اور اس عمر کے بچے کے ذہن میں یہ خیال مضبوطی سے جڑ پکڑ سکتا تھا کہ اس کے باپ کو قتل کیا گیا تھا، چنانچہ اسے بڑے ہو کر اس کا انتقام لینا ہے۔ اس لئے مافیا کے آدمیوں نے بارہ سالہ ویٹو کو بھی قتل کرنا ضروری سمجھا تھا لیکن ویٹو کی خوش قسمتی تھی کہ وہ ان کے ہاتھ نہیں چڑھا۔

اس کی ماں نے اسے چند دن اپنے کچھ رشتے داروں کے ہاں چھپائے رکھا پھر اپنے

شروع کرنا کروڑوں ڈالر کا کام ہے۔“

”تم سرمائے کی فکر مت کرو..... جب ڈون نے یہ کہہ دیا تو سمجھوبات ختم ہو گئی۔“

ہیگن نے ہاتھ ہلایا۔

جونی کے دل میں پھلجھڑیاں سی پھوٹنے لگیں۔ ڈون اگر فلموں میں سرمایہ کاری کے لئے تیار ہو چکا تھا تو اس کی مدد اور پشت پناہی جونی کو ہالی وڈ کے بادشاہوں کی صف میں کھرا کر سکتی تھی۔

اس نے ہیگن کو رخصت کرنے کے بعد اسی شام سے فلم لائن کے خاص خاص لوگوں سے رابطہ شروع کر دیا۔ اب اگر اسے ڈون کی مدد میسر آئی گئی تھی تو وہ بہت سنجیدگی اور سمجھداری سے فلم سازی کے میدان میں اترتا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے لڑکپن کے گیارہ ساتھی نیو کو بھی شاندار معاوضے پر ہالی وڈ بلوانے کا فیصلہ کیا۔ اسے معلوم تھا کہ ڈون کو اس کے اس اقدام پر خوشی ہوگی۔ وہ جب ڈون کی بیٹی کی شادی پر نیویارک گیا تھا تو اس نے محسوس کیا تھا کہ ڈون کو یہ بات اچھی نہیں لگی تھی کہ اس نے ہالی وڈ میں کامیاب زندگی گزارنے کے دوران اپنے بچپن اور لڑکپن کے ساتھی نیو کو فراموش کئے رکھا تھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے آگے لانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

جونی فلم سازی کے منصوبے پر بہت تیزی سے کام شروع کر چکا تھا اور نیو کو بھی لاس اینجلس بلا چکا تھا جب اسے ڈون پر فائزنگ والے واقعے کی اطلاع ملی۔ اس نے نیویارک فون کیا اور ڈون کے پاس پہنچنے کا ارادہ بھی ظاہر کیا مگر سنی نے اسے سمجھایا کہ اس کا کوئی کام نہیں۔ ڈون تو شدید زخمی حالت میں اسپتال میں داخل تھا۔ اس سے ملنا یا بات کرنا ناممکن نہیں تھا۔ اس لئے بہتر یہی تھا کہ وہ بعد میں کبھی آتا اور فی الحال اپنی توجہ کاموں پر رکھتا۔

جونی نے اس کا مشورہ قبول کر لیا تھا۔ اس احساس سے اس پر مایوسی چھانے لگی تھی کہ شاید ڈون پر فائزنگ کے واقعے کے بعد اس کا فلموں میں سرمایہ کاری کا منصوبہ دھرا کا دھرا جائے..... مگر پھر ہیگن نے اسے فون کر کے تسلی دی کہ ایسا کوئی امکان نہیں تھا۔ ڈون کو

رہنے والوں کے ہاں امریکا بھیج دیا۔ یوں اس کی جان بچ گئی۔ امریکہ میں جس خاندان نے اسے پناہ دی تھی، انہی کا لڑکا ڈین ڈوبعد میں اس کا قانونی مشیر بنا تھا۔ اس کے انتقال کے بعد ٹام ہیگن نے اس کی جگہ سنبھالی تھی۔

وینو کی ماں نے اسے ہدایت کی تھی کہ امریکا جا کر وہ اپنا نام بھی تبدیل کر لے چنانچہ اس نے اپنا نام اپنے آبائی گاؤں کے نام پر ”کارلیون“ رکھ لیا تھا۔ یہ اپنے گاؤں۔ اس کی جذباتی وابستگی کی علامت تھی۔ درحقیقت یہ اس کی جذباتیت کی واحد علامت تھی اور وہ لڑکپن سے ہی جذباتی اور تند مزاج نہیں تھا۔ شاید قدرت نے ہی اسے پیدا انی طور پر باب کے بالکل برعکس بنایا تھا یا پھر شاید اس کے لاشعور میں کہیں یہ خیال پنہاں تھا کہ اشتعال اور تند مزاج نے ہی اس کے باپ کی جان لی تھی۔ اس لئے اسے آئندہ زندگی میں اس پر ہیز کرنا ہے۔

نیویارک میں اس نے جس اطالوی گھرانے کے ساتھ قیام کیا، انہی کے گروہ اور اسٹور میں ملازمت کر لی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اس کی ایک سولہ سالہ لڑکی سے شادی ہو گئی۔ وہ لڑکی بھی حال ہی میں سسلی سے ہجرت کر کے نیویارک پہنچی تھی۔ عمر تو اس کی صرف سولہ سال تھی لیکن وہ گھرداری میں پوری طرح ماہر تھی۔

شادی کے بعد وینو نے اسٹور سے کچھ ہی دور ایک علاقے میں چھوٹا سا فلیٹ کرا۔ پر لے کر اپنا الگ گھر بسالیا۔ اس علاقے میں بیشتر آبادی اطالوی ہی کی تھی جن کی عورتیں اکثر عمارتوں کی سیڑھیوں پر بیٹھی باتیں کرتی نظر آتی تھیں۔ دو سال بعد وینو..... جس۔ اب اپنا نام کارلیون رکھ لیا تھا، کے ہاں پہلی اولاد ہوئی۔ وہ اس کا بیٹا سین ٹیو عرف سی تھا۔ اب اس علاقے میں فانو کچی نامی ایک اطالوی بھی رہتا تھا جو عموماً ذرا جھگڑے میں

سوٹ اور عمدہ ہیٹ پہنے دکھائی دیتا تھا۔ وہ مضبوط جسم کا ایک خونخوار آدمی تھا اور اس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ مافیا کا نمائندہ ہے۔ وہ علاقے کے بہت سے دکانداروں اور کینڈل سے بچھ لیتا تھا۔ بیشتر لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ اس کا شمار زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہوں

تھا۔ کاریوں کو یہ منظر بہت عجیب لگا اور اس کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گیا۔

تینوں لڑکوں نے اپنی دانست میں فانوچکی کو سبق سکھانے کے لئے یہ قدم اٹھایا۔ لیکن فانوچکی کے حق میں یہ اور بھی اچھا ثابت ہوا۔ لڑکے کوئی پیشہ ور بد معاش یا قاتل تھے نہیں۔ وہ بے چارے عام سے غریب گھرانوں کے جو شیلے لڑکے تھے جنہوں نے فانوچکی کی بھتہ خوری سے تنگ آ کر انارڈی پن سے، اچانک یہ قدم اٹھایا تھا۔ فانوچکی کا زخم یہی ٹھیک ہو گیا اور اسی دوران ایک روز اس لڑکے کی لاش گندی گلی میں پائی گئی جس نے فانوچکی کے گلے پر چاقو پھیرا تھا۔ اسے گولی ماری گئی تھی۔

باقی دونوں لڑکوں کے والدین نے فانوچکی سے ان کی جان بخشی کی اپیل کر دی۔ فانوچکی نے اس شرط پر ان کی جان بخشی کی کہ بستے کی رقم پہلے سے زیادہ کر دی جائے، مزہ بہت سے لوگوں کے لئے بھی اس کے بھتے کے ریٹ پہلے سے بڑھ گئے تھے۔ کاریوں نے بدستور خاموشی اور لاتعلقی سے ان واقعات کا بھی مشاہدہ کیا۔ یہ شاید اس کی خوش قسمتی تھی کہ تاریکین وطن اور نچلے درجے کے ان لوگوں کے درمیان اس علاقے میں رہتے ہوئے ابھی تک اسے اس قسم کے کسی واقعے میں الجھنا نہیں پڑا تھا۔

پہلی جنگ عظیم کے دوران جب مارکیٹ سے دیگر بہت سی چیزوں کے ساتھ ساتھ درآمد شدہ زیتون کا تیل بھی غائب ہو گیا تو فانوچکی نے کسی نہ کسی طرح یہ چیزیں اٹلی سے منگوانا شروع کر دیں، وہ محدود پیمانے پر یہ کام کر رہا تھا اور اپنا بیشتر اسٹاک اسی اسٹور کو دیتا تھا جس پر کاریوں کا کام کر رہا تھا۔ ان چیزوں کے عوض وہ نہ صرف اسٹور میں سے دے دیتا بلکہ اس نے اپنا ایک آدمی بھی اسٹور میں ملازم رکھوا دیا جس کی وجہ سے کاریوں کو فانوچکی سے جواب مل گیا اور وہ بے روزگار ہو گیا۔

اس دوران کاریوں کے ہاں دوسرا بیٹا فریڈرک کو عرف فریڈ پیدا ہو چکا تھا۔ یعنی ان کی ذمہ داریوں اور اخراجات میں اضافہ ہو گیا تھا جبکہ ملازمت جاتی رہی تھی۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اسٹور کے مالک نے تو کاریوں کو ملازمت سے جواب دے دیا تھا لیکن انہیں

ذہن ڈناب بھی کاریوں کا قریبی دوست تھا۔ وہ خود اپنے باپ کے اس اقدام پر بہت شگافا۔ اس نے کاریوں کو پیشکش کی کہ وہ اس کے گھر پر راشن پہنچاتا رہے گا۔ خواہ اس لئے اسے اپنے ہی باپ کے اسٹور پر چوری کرنی پڑے۔ لیکن کاریوں نے نہایت رازدہانانہ سے یہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ ایک خوددار انسان تھا۔ اسے اس لگا کہ اس کا دوست اس کی خاطر اپنے باپ کے اسٹور سے چوری کرے اور وہ اس کی چیزیں قبول کرے۔

اس وقت سے کاریوں کے دل میں فانوچکی کے لئے نفرت سی بیٹھ گئی۔ دوسرے فانوچکی کو دیکھ کر ڈرتے تھے لیکن کاریوں کے دل میں غصے کی لہر ابھرتی تھی لیکن وہ اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرتا تھا اس لئے اپنے غصے کو بھی دل میں ہی دبائے رکھتا تھا۔ دوران اس نے ریلوے میں ملازمت کر لی لیکن جب جنگ ختم ہوئی تو یہ عالم ہو گیا کہ کاریوں اور اس جیسے دوسرے بہت سے لوگ پورے مہینے مزدوروں کی طرح محنت مشقت کرتے تھے لیکن انہیں معاوضہ چند دن کا ملتا تھا۔

اس کے علاوہ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ریلوے یارڈ میں زیادہ تر آئرش اور امریکن ہتھیار تھے۔ وہ مزدوروں، تاریکین وطن اور اس طرح کے دوسرے معمولی درجے کے ملازموں بات بات پر گندی گالیاں دیتے تھے۔ ان کی باتیں سن کر کاریوں کا خون کھولتا تھا لیکن وہ موقع پر بھی اپنے جذبات دل میں ہی چھپائے رکھتا تھا۔ اب تو مجبوری بھی تھی۔ یہ معمولی ذریعہ معاش بھی غنیمت لگتا تھا۔ ایسے موقعوں پر وہ یہی ظاہر کرتا تھا جیسے وہ انگریزی نہیں سمجھتا بلکہ وہ بہت اچھی طرح سمجھتا تھا۔

ایک روز کاریوں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا کہ اندرونی اسے کی کھڑکی پر دستک سی ہوئی۔ اس طرف فلیٹوں پر ہی مشتمل دوسری بلڈنگ تھی۔ اس عمارتوں کے درمیان ہوائی آمد و رفت کے لئے تھوڑی سی جگہ چھوڑ دی گئی تھی۔ لوگ باہر بھی کھڑکیوں سے کچرا پھینک دیتے تھے جو نیچے جمع ہوتا رہتا تھا۔

لے خوالے کیا۔

مینز کے چہرے پر شکرگزاری کے تاثرات ابھر آئے تاہم اس نے قدرے شک زدہ لہجے میں پوچھا۔ ”تم نے اسے کھول کر دیکھا تھا؟“

کارلیون کا چہرہ تاثرات سے عاری رہا۔ وہ نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”جن

بندوں سے میرا کوئی تعلق نہ ہو، میں ان کی ٹوہ میں نہیں رہتا۔“

مینز کے چہرے پر اطمینان جھلک آیا۔ اس کے بعد جلد ہی وہ خاصے قریبی دوست

نہ گئے۔ چند روز بعد مینز نے کارلیون کی بیوی سے کہا کہ وہ اسے ایک عمدہ اور قیمتی قالین

فے میں دینا چاہتا ہے۔ اس نے کارلیون کو ساتھ لیا تاکہ وہ دونوں مل کر ایک جگہ سے وہ

الین اٹھالائیں۔

وہ قریبی علاقے کی ایک بلڈنگ میں پہنچے وہ خاصے خوش حال لوگوں کا علاقہ تھا اور

بلڈنگ بھی مہنگے اپارٹمنٹ پر مشتمل تھی۔ مینز اگر اوڈنفلور کے ایک اپارٹمنٹ کا تالا ایک چابی

سے کھول کر اندر پہنچا۔ اپارٹمنٹ خالی معلوم ہوتا تھا۔ اس کے طویل و عریض ڈرائنگ روم

میں فرنیچر نہیں تھا مگر فرش پر ایک نہایت عمدہ نفیس اور دبیز قالین بچھا ہوا تھا جو کافی مہنگا معلوم

ہوتا تھا۔

”آؤ، اس قالین کو لپیٹنے میں میری مدد کرو۔“ مینز نے اطمینان سے کارلیون کو

اہلیت کی۔

کارلیون اس کی فیاضی پر حیران رہ گیا کہ وہ اتنا قیمتی دکھائی دینے والے اونی قالین

سے شے پردے رہا تھا۔ دونوں نے مل کر اسے رول کیا اور اٹھالیا۔ ایک سرامینز نے اور

دوسرا کارلیون نے کندھے پر ٹکایا اور دروازے کی طرف بڑھے۔ اسی لمحے دروازے پر

ہلک ہوئی۔ مینز نے فوراً قالین فرش پر ٹکا دیا اور کارلیون کو بھی ایسا ہی کرنے کا اشارہ کیا۔

پھر وہ جلدی سے کھڑکی پر پہنچا اور پردہ ذرا سا سرک کر اس نے باہر جھانکا۔ باہر اسے نہ جانے

کیا نظر آیا کہ اس نے فوراً اپنے بغلی ہولسٹر سے ایک ریو لور نکال لیا۔ اس لمحے کارلیون کو

کارلیون نے کمرے میں جا کر کھڑکی کھولی اور باہر جھانکا تو یہ دیکھ کر حیران رہا  
دوسری بلڈنگ کی کھڑکی سے اس کا شناسا اور پڑوسی، نوجوان مینز اجماع رکھا تھا۔ اس  
ہاتھ بڑھا کر اس کی کھڑکی پر دستک دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں سفید کپڑے کا ایک بڑا  
تھا۔

”دوست!“ اس نے قدرے گھبراہٹ زدہ لہجے میں کہا۔ ”یہ اپنے پاس رکھو

میں ایک دو دن میں لے لوں گا۔“ وہ اس بندل کو کارلیون کی طرف بڑھا رہا تھا۔

کارلیون نے غیر ارادی سے انداز میں بندل تھام لیا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ

کسی مشکل میں تھا اور کارلیون نے اس موقع پر اس کے کام آنے میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ

مظاہرہ نہیں کیا تھا۔

اس نے بندل لے تو لے لیا لیکن کچن میں آ کر فوراً اسے کھول کر دیکھا۔ اس

پلاسٹک کی شیٹ میں لپیٹے ہوئے پانچ ریو لور تھے۔ اس نے جلدی سے انہیں دوبارہ

کر اپنی الماری کے ایک خانے میں رکھ دیا۔ اسے بعد میں پتہ چلا کہ مینز کو پولیس پکڑ کر

گئی تھی۔ شاید اس وقت پولیس اس کے دروازے پر دستک دے رہی تھی جب اس نے

کمرے کی کھڑکی سے بندل کارلیون کو تھمایا تھا۔

کارلیون نے اس سلسلے میں کسی سے ایک لفظ نہیں کہا اور اس کی بیوی نے

پڑوسنوں سے بات چیت کے دوران اس بارے میں زبان نہیں کھولی۔ اسے اندیشہ

اس چکر میں اس کا شوہر بھی پولیس کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

دو دن بعد مینز اگلی میں کارلیون کو نظر آیا۔ وہ پولیس سے جان چھڑا کر آ گیا تھا۔

نے ادھر ادھر کی رسی باتوں کے بعد سرسری لہجے میں کارلیون سے پوچھا۔ ”میری ابا

تمہارے پاس رکھی ہے نا.....؟“

کارلیون نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ حتی الامکان کم بولتا تھا۔ وہ مینز کو اپنے

اپنے فلیٹ میں لے آیا۔ مشروب سے اس کی تواضع کی اور الماری سے اس کا بندل نکال

احساس ہوا کہ درحقیقت وہ کسی کے اپارٹمنٹ سے قالین چرا رہے تھے۔

دروازے پر ایک بار پھر دستک ہوئی اور کال بیل بھی بجائی گئی۔ اس بار کارلیون نے بھی آگے بڑھ کر کھڑکی سے آنکھ لگا کر دیکھا۔ باہر دروازے پر ایک باوردی پولیس والا کھڑا تھا۔ میزبانے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کارلیون کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پولیس والے نے ایک بار پھر بیل بجائی اور آخر مایوس ہو کر، کندھے اُچکا کر آگے چل دیا۔ غالباً اسے یقین ہو گیا تھا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔

وہ گلی کے کونے پر مڑا ہی تھا کہ میزبانے کارلیون کو دوبارہ قالین اٹھانے کا اشارہ کیا۔ دونوں مل کر قالین اٹھائے گلی میں آئے اور آدھے گھنٹے بعد وہ اسے کاٹ کر کارلیون کے فلیٹ کے لیونگ روم میں بچھا رہے تھے۔ اس فلیٹ میں وہ قالین دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر دو کمروں میں آ گیا۔ میزبانے کے پاس قالین کاٹنے کے لئے اوزار بھی موجود تھے۔

وقت گزرتا گیا۔ حالات بد سے بدتر ہو رہے تھے۔ کارلیون مکمل طور پر بے روزگار تھا۔ اس کے فلیٹ میں قیمتی قالین بچھا ہوا تھا لیکن کھانے کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ فاقوں کی نوبت آرہی تھی۔ قالین کو وہ چبا کر کھا نہیں سکتے تھے۔

ایک روز میزبانے خاص طور پر آکر اس سے ملاقات کی۔ اس کے ساتھ اسی گلی کا ایک اور نوجوان ٹیسو بھی تھا۔ وہ بھی میزبانے کی طرح تیز طرار، سخت جان اور کچھ بد معاش ما دکھائی دیتا تھا مگر وہ دونوں کارلیون کی بہت عزت کرتے تھے اور اس بات سے بڑے متاثر ہوتے تھے کہ وہ انتہائی نامساعد حالات میں بھی نہایت صبر و تحمل، قناعت اور وقار سے گزارہ کرتا تھا۔ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا اور نہ ہی حالات کا رونا روتا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ ان دنوں کارلیون کے گھر میں فاقوں کی نوبت تھی۔

اس روز وہ دونوں پہلی بار اس کے سامنے کھلے۔ انہوں نے کارلیون کو بتایا کہ ان کا تعلق ایک گروہ سے تھا جو خاص طور پر ریشمی لمبوسات سے لدے ہوئے وہ ٹرک لوٹا تھا جو فیکٹریوں سے روانہ ہوتے تھے اس کام میں خطرہ کم تھا۔ ان ٹرکوں کے ڈرائیور بے چارے

دریہ چشم کے لوگ ہوتے تھے۔ ریوالور دیکھتے ہی وہ سعادت مندی سے ٹرک سے اتر کر بیٹھ جاتے تھے۔ میزبانے اور ٹیسو ٹرک چلا کر ایک گودام پر لے جاتے تھے۔ گودام کا مالک بھی اس دھندے میں شریک تھا۔ خالی ٹرک بعد میں کہیں چھوڑ دیا جاتا تھا۔

زبانہ تر مال کوڑیوں کے دام ایک تھوک فروشن کو دے دیا جاتا تھا اور کچھ مال ایسے لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا جو گلی گلی، دروازوں پر جا کر سستے داموں اسے بیچ دیتے تھے، بہت کم ہونے کی وجہ سے لمبوسات جلدی بک جاتے تھے۔ فروخت کے لئے زیادہ تر ایسے علاقے منتخب کئے جاتے تھے جہاں اطالوی آباد تھے۔ وہ ویسے بھی مہنگی چیزیں خریدنے کے تحمل نہیں ہو سکتے تھے لیکن مہنگے لمبوسات انہیں نہایت سستے داموں مل جاتے تھے وہ جلدی سے لے لیتے تھے اور اس بات کا چرچا بھی نہیں کرتے تھے۔

میزبانے اور ٹیسو کو اس دھندے سے اچھی خاصی کمائی ہو جاتی تھی۔ ان دنوں انہیں ٹرک چلانے کے لئے ایک معاون کی ضرورت تھی۔ کارلیون جس زمانے میں اسٹور پر ملازمت کر رہا تھا۔ ان دنوں ان کا بار برداری کا ٹرک بھی چلاتا رہا تھا۔ وہ ڈرائیونگ میں ماہر تھا۔ وہ 1919ء کا زمانہ تھا اور ان دنوں ڈرائیونگ جانے والے لوگ کم ہی ملتے تھے۔

مجبوری کے تحت اور بادل خواستہ کارلیون نے ان کی پیشکش قبول کر لی۔ پیشکش اپنی طرف کشش بھی تھی۔ اسے بتایا گیا تھا کہ ایک واردات میں اس کے حصے میں ایک ہزار ڈالر آیا کریں گے۔ اس زمانے میں یہ خاصی بڑی رقم تھی۔

کام بھی کارلیون کو کچھ زیادہ مشکل محسوس نہیں ہوا۔ گواس کے خیال میں میزبانے اور ٹیسو نہایت ناقص منصوبہ بندی کے ساتھ، افراتفری اور بے وقوفانہ انداز میں واردات کرتے تھے تاہم کارلیون ان کی بے خونی اور خود اعتمادی دیکھ کر ضرور متاثر ہوا۔ کارلیون نے انہیں واردات کے سلسلے میں کوئی مشورہ دینے کی کوشش نہیں کی حالانکہ اس کے خیال میں طریقہ واردات اور مال کو ٹھکانے لگانے کے سلسلے میں کئی خامیاں دور کرنے کے کچھ زیادہ رقم کمائی

”ہاں۔“

کارلیون اب بھی خاموش تھا البتہ وہ اب فانوچکی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سر ادا کیا۔ وہ کوئی قد آور یا جسیم نو جوان نہیں تھا لیکن اس کا جسم گٹھا ہوا اور مضبوط تھا۔ اس کے چہرے کی گہری سنجیدگی اور متانت بھی دیکھنے والے کو متاثر کرتی تھی لیکن جب وہ اس خاص انداز میں کسی کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیرے سے مسکراتا تھا تو سامنے والا مضطرب سا ہو جاتا تھا، اور اس کے جسم میں خفیف..... مگر سر دی لہر دوڑ جاتی تھی۔

اس وقت بھی شاید یہی ہوا۔ فانوچکی نے مضطربانہ انداز میں اپنا وزن ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر منتقل کیا۔ کارلیون اب بھی خاموش تھا! فانوچکی نے سلسلہ کلام جوڑتے ہوئے کہا۔

”اگر تم نے میری بات نہ مانی تو پولیس تم سے پوچھ گچھ کے لئے آئے گی اور پھر تفتیش کے لئے تمہیں پولیس اسٹیشن بھی لے جائے گی۔ اندازہ کرو کہ تمہاری اور تمہاری بیوی بچوں کی کتنی بے عزتی ہوگی۔ تم لوگ پڑوسیوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہو گے۔“

پھر اس نے گویا ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ ”چلو، میں تم پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ میں اپنا مطالبہ تین سو ڈالر پر لے آتا ہوں..... لیکن اس سے کم ہرگز نہیں لوں گا۔ اور دیکھو..... مجھے چکر دینے کی کوشش نہ کرنا۔“

کارلیون نے اتنی دیر میں پہلی مرتبہ زبان کھولی۔ وہ نرم لہجے میں بولا۔ ”میرے حصے کی رقم ابھی میرے دودوستوں کے پاس ہے۔ مجھے ان سے بات کرنا پڑے گی۔“

”ان دونوں کو بتا دینا کہ انہیں میرے لئے یہی کرنا ہوگا جو میں تمہیں کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔“ فانوچکی فوراً بولا۔ ”مینز تو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ ان معاملات کو زیادہ اچھی طرح سمجھتا ہے۔ بلکہ تم بھی اسی سے رہنمائی حاصل کرنا۔ اسے اس قسم کے کاموں کا تم سے زیادہ تجربہ ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایک گاڈ فادر کی طرح مجھ سے بات

جاسکتی تھی لیکن اس نے اپنے خیالات کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھا۔ پہلی واردات میں اس کے حصے میں ایک ہزار کے بجائے سات سو ڈالر ہی آئے لیکن اس کے لئے وہ بھی کافی تھے۔ وہ یہ رقم پا کر بھی بہت خوش تھا۔

دوسرے روز اسے گلی میں فانوچکی نے روک لیا۔ اس کے گلے پر اب زخم کا نشان، پھانسی کے پھندے کے نشان کی طرح نظر آتا تھا جس کی وجہ سے اس کی شخصیت پہلے سے زیادہ خطرناک دکھائی دینے لگی تھی۔ وہ اس نشان کو چھپانے کی کوشش بھی نہیں کرتا تھا۔

”کیا حال ہے نو جوان؟“ وہ سسلی والوں کے مخصوص لہجے اور بھاری آواز میں بولا۔ ”میں نے سنا ہے تم اور تمہارے وہ دونوں دوست آج کل خاصے خوشحال ہو رہے ہیں لیکن تم لوگ میرا تو خیال ہی نہیں رکھ رہے..... یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ آخر یہ میرا علاتہ ہے۔ یہاں کے لوگ ہی مجھے بھول جائیں گے تو پھر اور کون یاد رکھے گا؟ مجھے بھی تو اپنی کوچنگ کیلے کرنے کا موقع ملنا چاہئے نا.....!“

یہ اس نے ایک مخصوص محاورہ استعمال کیا تھا جو عموماً مافیا کے لوگ استعمال کرتے تھے۔ مراد اس کی یہ تھی کہ لوٹ کے مال میں میرا بھی تو حصہ ہونا چاہئے۔ کارلیون نے اپنی عادت کے مطابق فوری طور پر کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ منتظر تھا کہ فانوچکی کچھ اور واضح طور پر اپنا مدعا بیان کرے۔ فانوچکی نے ایک ریشمی رومال سے اپنے چہرے سے پسینہ پونچھا اور پھر یوں کوٹ کے بٹن کھولے گویا جسم کو ہوا لگوانا چاہ رہا ہو لیکن درحقیقت اس طرح کارلیون کو بگلی ہولسٹر کی جھلک دکھانا مقصود تھی جس میں ریوالور نظر آ رہا تھا۔

پھر وہ اپنے چہرے کے سامنے رومال لہراتے ہوئے بے پروائی سے بولا۔ ”چلو ایسا کرو..... تم مجھے پانچ سو ڈالر دے دینا۔ میں یہ بھول جاؤں گا کہ تم نے مجھے نظر انداز کر کے میری توہین کی تھی۔ مجھے معلوم ہے نو جوانوں سے ایسی گستاخیاں ہوتی رہتی ہیں۔“ نئے نئے دھندے شروع کرتے ہیں تو مجھے جیسے سینئر اور خاص لوگوں کا خیال رکھنا بھول جاتے ہیں۔ میں اس بات کا زیادہ برا نہیں مناتا اور پہلے انہیں نرمی اور محبت سے یاد دہانی کرا

کائی۔“ میز ابولا۔ ”وہ تین سو ڈالر سے کم پر نہیں مانے گا اور ہم تینوں کو تین تین سو ڈالر دینے ہی پڑیں گے۔“

”کیوں دینے پڑیں گے؟“ کارلیون نے اپنے غصے اور مایوسی کو چھپاتے ہوئے زنی سے سوال کیا۔ ”ہم تینوں نو جوان ہیں..... ہمارے پاس ریوالور بھی ہیں۔ ہمیں اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا وہ ہم سے بڑا بد معاش ہے؟“

”تم نہیں جانتے۔“ میز اما یوسی سے بولا۔ ”اس کے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔“ وہ اس وقت میز ابی کے فلیٹ میں بیٹھے تھے۔ میز ابی کی نو جوان اطالوی بیوی انگریزی نہیں سمجھتی تھی۔ وہ ان کے سامنے کھانے پینے کی چیزیں رکھ کر خود نیچے چلی گئی تھی اور بلڈنگ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دوسری اطالوی عورتوں سے گپ شپ کرنے لگی تھی۔

کمرے میں چند لمبے خاموشی رہی۔ اس وقت کارلیون اپنی زندگی کی اہم ترین سوچوں میں الجھا ہوا تھا۔ اس کا نظریہ تھا کہ ہر انسان کی کوئی نہ کوئی منزل ضرور ہوتی ہے لیکن اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس وقت وہ خود ایک ایسے موڑ پر کھڑا تھا جو اس کی منزل کا تعین کرنے والا تھا۔ دل ہی دل میں اس وقت وہ ایک نہایت اہم فیصلے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آخر وہ بول اٹھا۔ ”یعنی تم دونوں کم از کم دو دو سو ڈالر تو فائونڈیشن کو ادا کرنے کے لئے تیار ہی ہو؟“

انہوں نے اثبات میں سر ہلایا تو کارلیون بولا۔ ”ایسا کرو، تم دونوں یہ رقم مجھے دے دو اور سارا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ فائونڈیشن میرے ہاتھ سے یہ رقم بھی قبول کر لے گا۔ تمہیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔“

میز اور ٹیسو نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ٹیسو شک زدہ لہجے میں بولا۔ ”تم اسے کم رقم لینے پر کیسے آمادہ کرو گے؟ وہ ایک بار جو کہہ دیتا ہے، اس سے بچھنے نہیں ہوتا۔“

”میں نے کہا نا۔ یہ معاملہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں اسے سمجھاؤں گا۔ دلیل سے قائل کرنے کی کوشش کروں گا۔“ کارلیون نے کہا۔ اس وقت اسے نہیں معلوم تھا کہ آئندہ زندگی

کی۔“

کارلیون نے خاصی عاجزی سے کہا حالانکہ اس کے دل میں غصے کا آتش فشاں بجل رہا تھا۔

”تم بہت اچھے اور مہذب نو جوان ہو.....“ فائونڈیشن نے گرجوٹی سے اس سے مصالحت کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر اس قسم کے کاموں میں تمہیں رہنمائی اور مشورے کی ضرورت پڑے تو مجھ سے بات ضرور کرنا۔ میں تمہارے کام آنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔“

کارلیون، فائونڈیشن سے ذرا بھی مرعوب نہیں تھا۔ اسے تو یہ سوچ کر ہی طیش آ رہا تھا کہ فائونڈیشن اس سے اس رقم میں سے حصہ وصول کرنے کی کوشش کر رہا تھا جسے حاصل کرنے کے لئے اس نے اپنی جان خطرے میں ڈالی تھی۔ اسے امید تھی کہ میز اور ٹیسو کے محسوسات بھی اس سے مختلف نہیں ہوں گے۔

اس کے خیال میں فائونڈیشن ایک نہایت ہی احمق شخص تھا، جو ان جیسے تین نو جوانوں سے الجھ رہا تھا۔ کارلیون کے خیال میں میز اور ٹیسو ترانوالہ ہرگز نہیں تھے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ میز نے تو محض ایک قالین چرانے کے لئے ایک پولیس مین پر ریوالور نکال لیا تھا اور کچھ عرصہ نہیں تھا کہ پولیس مین سے سامنا ہو جاتا تو وہ اس پر گولی بھی چلا دیتا۔ اسی طرح ٹیسو بھی اس کے خیال میں کچھ کم خطرناک نہیں تھا۔ وہ اسے، اڑ کر حملہ کرنے والا کوئی سانپ معلوم ہوتا تھا۔

..... لیکن اس شام جب اس نے اپنے ان دوستوں سے اس موضوع پر بات کی تو ان کے بارے میں کارلیون اپنی رائے پر نظر ثانی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ ان کا رد عمل دیکھ کر اسے خاصی مایوسی ہوئی۔ وہ فائونڈیشن کا مطالبہ سن کر فوراً ہی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نظر آنے لگے۔ البتہ اس امکان پر غور کرنے لگے کہ کیا فائونڈیشن ان کے ساتھ مزید رعایت کرتے ہوئے تین سو کے بجائے دو دو سو ڈالر قبول کر لے گا.....؟

”میرے خیال میں اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ہم نے اس واردات میں کتنی

میں یہ الفاظ گویا اس کے ایک خاص موڈ کی پہچان بن جائیں گے اور وہ نہایت ہی اہم موقعوں پر انہیں استعمال کرے گا۔ یہ مسئلہ کو پُر امن طریقے سے حل کرنے کے سلسلے میں اس کی آخری پیشکش ہوا کرے گی۔

اس نے بات جاری رکھتے ہوئے میسج دیا۔ ”تم کل صبح اسے پیغام دے دینا کہ میں شام کو اپنے فلیٹ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ وہیں میں تینوں کی طرف سے رقم اس کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

دوسرے روز شام کو کھانے کے بعد کارلیون نے اپنی بیوی کو حکم دیا کہ وہ نیچے جا کر بلڈنگ کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دوسری عورتوں سے گپ شپ کرے، دونوں بچوں کو بھی ساتھ لے جائے اور اس وقت تک فلیٹ میں واپس نہ آئے جب تک وہ اسے نہ بلائے۔ اس نے بیوی کو بتا دیا کہ اسے تھیلے میں فانو پکی سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔

اس کی بیوی روز بروز اس کی شخصیت میں کوئی بے عنوان تبدیلی محسوس کر رہی تھی اور جب وہ اس انداز میں بات کرتا تھا تو وہ خوفزدہ ہو جاتی تھی۔ اس نے فوراً اس کی ہدایت عمل کیا۔

فانو پکی جب اس سے ملنے آیا تو کارلیون کی ایک جیب میں سات سو ڈالر اور دوسری جیب میں وہ ریوالور موجود تھا جو میزبانے اسے ٹرک کو لوٹنے کی واردات میں استعمال کرنے کے لئے دیا تھا۔ فانو پکی طے شدہ وقت پر، رات کے ٹھیک نو بجے آگیا تھا۔ کارلیون نے خاصی خوش خلقی سے اس کا استقبال کیا۔

مشروب سے اس کی تواضع کی۔ پھر سات سو ڈالر کی رقم اس کی خدمت میں پیش کی۔ فانو پکی رقم گن کر بوٹے میں رکھتے ہوئے بولا۔ ”دو سو ڈالر تمہاری طرف باقی“ گئے۔

”وہ میں چند دن بعد دے دوں گا۔ ان دنوں ہمارا ہاتھ تنگ ہے۔“ کارلیون نے ملائمت سے کہا۔

”چلو..... خیر..... میں انتظار کر لوں گا۔ تم ایک معقول نوجوان ہو۔“ فانو پکی نے ہاتھ اتاری آسانی سے سات سو ڈالر وصول ہونے پر طمانیت محسوس کرتے ہوئے کہا۔

اس نے مشروب کا ایک گلاس اور پیا پھر کارلیون کو شب بخیر کہہ کر رخصت ہو گیا۔ کارلیون نے اپنے فلیٹ کی کھڑکی میں سے دیکھا کہ فانو پکی اس کی بلڈنگ سے نکل کر گلی میں پہنچ گیا تھا۔ گلی میں موجود بہت سے مردوں اور عورتوں نے دیکھ لیا تھا کہ وہ کارلیون کے گھر سے بخیر وعافیت واپس جا رہا تھا۔ وہ سب لوگ بعد میں اس بات کی گواہی دے سکتے تھے۔

فانو پکی دوسری گلی کی طرف مڑا تو کارلیون کو اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ شاید وہ دوبارہ گلیوں میں نکلنے سے پہلے رقم اور اپنا ریوالور گھر میں رکھ دینا چاہتا تھا۔

کارلیون فوراً کھڑکی سے ہٹا اور فلیٹ سے نکل کر، سیڑھیاں چڑھ کر بلڈنگ کی چھت پر چلا گیا۔ وہاں سے وہ برابر کی بلڈنگ کی چھت پر کود گیا اور اس کی ہنگامی سیڑھیوں کے راستے پچھلی گلی میں اتر آیا۔ وہاں سے وہ کسی کی نظر میں آئے بغیر اس بلڈنگ تک پہنچ گیا جس میں فانو پکی کا فلیٹ تھا۔ اس جھے میں زیادہ تر عمارتیں گوداموں یا پھر کمپنیوں کے دفاتر پر مشتمل تھیں۔ بہت کم فلیٹ میں رہائش تھی اور ان میں زیادہ تر چھترے یا پھر نچلے درجے کی ہیشدر عورتیں رہتی تھیں۔

رات میں یہاں زیادہ تر ویرانی ہی رہتی تھی اس لئے کارلیون کوئی خطرہ محسوس کئے بغیر اس عمارت کی راہداری میں داخل ہو کر ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا جس میں فانو پکی کا فلیٹ تھا۔ اس نے وہ ریوالور جیب سے نکال لیا جس سے اس نے پہلے کبھی گولی نہیں چلائی تھی..... لیکن گولی چلانا بہر حال اس کے لئے کوئی نیا کام نہیں تھا۔ وہ کم عمری میں کئی مرتبہ اپنے باپ کے ساتھ شکار پر گیا تھا۔

چند منٹ بعد اس نے فانو پکی کو بلڈنگ کے دروازے سے راہداری میں داخل

لوہے کے سب پر دھو کر بالکونی میں بندھی ہوئی رسی پر لٹکایا اور دوسرے کپڑے پہن لئے۔ اسے یہ محسوس کر کے خود بھی قدرے حیرت ہوئی کہ وہ کافی حد تک پُر سکون تھا۔ اس کے اعصاب میں صرف معمولی سا ارتعاش تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے آج اس نے اپنی ذہانت اور اپنی صلاحیتوں کو پہلی بار بھرپور طریقے سے استعمال کیا تھا۔

اس نے چند منٹ کے اندر اندر یہ کام کر لئے۔ پھر وہ نہایت مطمئن انداز میں بڑھیاں اتر کر نیچے اپنی بیوی اور بچوں کے پاس چلا گیا۔ جہاں دوسرے بیویوں لوگوں نے بھی اسے دیکھا۔ انہیں گماں بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ صاف سترے حلیے میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ٹھہرتا ہوا وہ خاموش طبع سا نوجوان جسے وہ سر جھکائے آتے جاتے دیکھتے تھے اس وقت اس شخص کو قتل کر کے آ رہا تھا جس کی اس علاقے میں بڑے دہشت تھی۔

دوسرے روز اسے اندازہ ہوا کہ اس کی احتیاط پسندی کچھ ایسی زیادہ ضروری بھی نہیں تھی۔ پولیس کو معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا کہ فانو کچی قتل ہونے سے پہلے اس سے ملے آیا تھا اور نہ ہی کسی اور وجہ سے پولیس کا دھیان اس کی طرف گیا۔ فانو کچی کی لاش دریافت ہونے کے گھنٹوں بعد بھی کوئی پولیس والا اس سے رسی پوچھ گچھ کے لئے بھی نہیں آیا۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ علاقے میں اس کے ساکھ بہت اچھی تھی۔ اسے ایک امن پسند شریف اور خاموش طبع نوجوان سمجھا جاتا تھا۔ دوسرے اسے یہ بھی پتا چلا تھا کہ فانو کچی کے مارے جانے پر پولیس درحقیقت خوش تھی۔ اس قسم کے خبیث انسانوں کے مرنے سے ان کا دوسرے کم ہوتا تھا۔ اس لئے وہ ان کے قتل کے بارے میں زیادہ سرگرمی سے تفتیش نہیں کرتے تھے۔

کارلیون کے دونوں دوست میز اور ٹیسو بہر حال سمجھ گئے تھے کہ معاملہ کیا تھا۔ وہ پورا ہفتہ اس سے نہیں ملے۔ پھر آخر ایک شام ملے آئے تو ان کا رویہ بدلا ہوا تھا۔ ان کے رویے میں کارلیون کے لئے بڑا احترام تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے تو کارلیون کو اطلاع دی کہ علاقے کے بہت سے جائز اور ناجائز کاروبار کرنے والوں کو بھتہ خوری سے نجات مل

ہوتے دیکھا۔ نہایت پرسکون انداز میں اس نے دو فار کئے۔ بلندنگ فائروں کی آواز سے گویا لرز کر رہ گئی۔ فانو کچی کو اپنا ریوالور نکالنے کا موقع نہیں ملا اور وہ اپنی بلندنگ کی راہداری میں ڈھیر ہو گیا۔

کارلیون نے پھرتی سے اس کی جیب سے اس کا بڑا نکالا اور اس کی لاش کو بچھا کر بلندنگ سے نکل آیا۔ چند سیکنڈ کے اندر اندر وہ ایک گندی گلی میں پہنچ چکا تھا۔ اسے یہ تھا کہ کسی کو کھڑکی سے جھانک کر یہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا تھا کہ کون کدھر سے آیا تھا۔ کمر نے فار کئے تھے..... اور پھر وہ کہاں غائب ہو گیا تھا؟

وہ چند منٹ بعد اسی راستے سے واپس اپنے فلیٹ میں پہنچ چکا تھا جس راستے سے آ رہا تھا اور اس کی اپنی گلی میں کسی نے دیکھا تک نہیں تھا کہ وہ اپنے فلیٹ سے نکلا تھا۔ اس نے فانو کچی کے بٹے سے رقم راستے میں ہی نکال لی تھی اور بڑا ایک کوڑے دان میں پھینک دیا تھا۔ اس کے اپنے دیئے ہوئے سات سو ڈالر کے علاوہ فانو کچی کے بٹے میں صرف چھ سات ڈالر تھے۔ شاید وہ زیادہ رقم لے کر باہر نکلنے کا قائل نہیں تھا۔ البتہ ایک خاص خانے میں کارلیون کو پانچ ڈالر کا ایک قدیم سکھ ملا جو سونے کا ہوا کرتا تھا۔ اسے شاید فانو کچی خور بختی کی علامت یا نیک شگون کے طور پر بٹے میں رکھتا تھا۔

کارلیون نے سکے کو اپنے پاس رکھنے کا لالچ نہیں کیا اور اسے بٹے میں ہی رہنے دیا۔ فلیٹ میں پہنچ کر اس نے ریوالور کو بھی توڑ کر دو حصوں میں تقسیم کیا اور دونوں حصے الگ الگ سمتوں میں کنواں نما ان جگہوں میں پھینک دیئے جو ہوا کی آمد و رفت کے لئے چھوڑ دی گئی تھیں لیکن فلیٹوں کے مکیں ان میں کوڑا کرکٹ بھی پھینکتے رہتے تھے۔ جب نیچے کالی کوڑا کرکٹ اور گند بلایا جمع ہو جاتا تھا تو گاڑی اسے اٹھا کر لے جاتی تھی۔ کارلیون کو معلوم تھا کہ صبح تک ریوالور کے ٹکڑے کچرے کی تہہ میں چھپ چکے ہوں گے۔ کچرہ اٹھانے والوں کے سوا ان جگہوں کی طرف کوئی جاتا بھی نہیں تھا۔

خون کے چھینٹے اس کے اپنے کپڑوں پر بھی گر گئے تھے۔ اس نے جلدی سے اٹھ

رائے کے فلیٹ میں رہتی تھی۔ اس کا سولہ سال کا ایک بیٹا اور سترہ سال کی بیٹی تھی۔ دونوں ہارنٹ فیکٹری میں کام کرتے تھے اور ہر ہفتے نہایت سعادت مندی سے تنخواہ کا لفافہ لا کر ان کے سپرد کرتے تھے۔ ماں بھی گھر پر قمیضوں میں بٹن ٹانگنے کا کام کرتی تھی۔ یوں یہ کنبہ بت اور سفید پوشی سے زندگی گزار رہا تھا۔

مسئلہ صرف یہ تھا کہ بیوہ کے بیٹے نے ایک کتابالا ہوا تھا جس سے اسے بہت محبت ملی۔ اس کتے سے بعض پڑوسیوں کو شکایت تھی کہ اس کے بھونکنے سے ان کے سکون میں لال پڑتا ہے۔ ان کی شکایت پر بلڈنگ کے مالک نے بیوہ کو زبانی طور پر حکم دے دیا تھا کہ فلیٹ خالی کر دے۔

بیوہ نے اس حکم کی وجہ جاننے کے بعد کتے کو کہیں بھجوا دیا تھا۔ حالانکہ اس کا بیٹا اس بات پر بہت رویا تھا لیکن اس نے پڑوسیوں کی شکایت دور کر دی تھی لیکن بلڈنگ کے مالک نے گویا اسے انا کا مسئلہ بنالیا تھا۔ اس کی زبان سے ایک بار نکل گیا تھا کہ فلیٹ خالی کر دیا ہے..... تو اب وہ ہر حال میں اس حکم پر عمل کرانا چاہتا تھا۔ شاید اسے یہ احساس بھی ہو کہ بٹے کرائے دار کو فلیٹ زیادہ کرائے پر دیا جاسکتا تھا۔

بیوہ بھی اطالوی تھی اور بلڈنگ کا مالک بھی اطالوی ہی تھا۔ اس کی وہیں چار پانچ اڑتیں اور تھیں۔ ان سب کے فلیٹ کرائے پر اٹھے ہوئے تھے۔ کسی زمانے میں وہ بھی ریپ سائی آدمی ہوا کرتا تھا لیکن اب پانچ چھ عمارتوں کا مالک بن گیا تھا تو اس کے مزاج انہیں ملتے تھے۔ بیوہ اس کی بہت منت سماجت کر چکی تھی لیکن وہ اپنا حکم واپس لینے پر تیار نہیں تھا۔

بیوہ فلیٹ چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ ایک تو وہ مالی طور پر اس تبدیلی کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ دوسرے وہ اس محلے پڑوس سے جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس کے جو بھی توڑے بہت تندرادر اور میل جول والے لوگ تھے، وہ سب یہیں تھے۔ اس وضع دار اور روایت پرست بون میں ان سے دور جانے کی ہمت نہیں تھی۔

گئی تھی۔

”اس کی جگہ اب ہم ان لوگوں سے بھرتے لے سکتے ہیں۔“ میسوے تجویز پیش کی۔ کارلیون کندھے اچکا کر بولا۔ ”مجھ سے کیا کہہ رہے ہو، مجھے تو ایسے کاموں سے دلچسپی نہیں ہے۔“

میزاندرے استہزائیہ انداز میں ہنسا اور بولا۔ ”اچھا..... ذرا وہ رویا اور توڑ دکھانا ہر نے تمہیں ٹرک لوٹنے کے سلسلے میں استعمال کرنے کے لئے دیا تھا۔“

”وہ تو میں نے واردات کے بعد پھینک دیا تھا۔“ کارلیون نے پلک جھپکائے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے پرسکون لہجے میں جواب دیا پھر اپنی جیب سے کافی نوٹ نکال ان میں سے پچاس ڈالر کا ایک نوٹ الگ کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔ ”یہ لو، اس کی قیمت رکھ لو۔“

”اس کی ضرورت نہیں ہے.....“ میزان نے ایک ٹک اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں مرغوبیت اور ہلکے سے خوف کی جھلک تھی۔ یہ خوف کارلیون مدھم سی مسکراہٹ کو دیکھ کر پیدا ہوا تھا۔ بظاہر وہ خوش دلی کی مسکراہٹ تھی لیکن اس میں اب عجیب سی پراسراری سفاکی تھی جو دیکھنے والے کی رگ و پے میں سردی لہر دوڑا سکتی تھی۔ اب تک نہ تو میزان اور میسونے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ سمجھ گئے ہیں، کس نے فائو کچی کو کیا ہے..... اور نہ ہی کارلیون نے یہ موضوع چھیڑا تھا۔ وہ بالکل معصوم اور انجان بنا ہوا تھا۔

لگتا تھا کہ صرف میزان اور میسو ہی نہیں..... بلکہ آنے والے دنوں میں یہ بات ملا کے بیشتر لوگ سمجھ گئے تھے کہ فائو کچی کو کس نے قتل کیا تھا لیکن عجیب بات یہ تھی کہ کسی اس سلسلے میں زبان کھولی اور نہ ہی کسی نے مخبری کی۔ اس کے بجائے کارلیون نے محسوس کیا کہ اس علاقے میں اس کی عزت بڑھ گئی تھی۔ لوگ اس سے پہلے کے مقابلے میں ان کا احترام سے پیش آنے لگے تھے۔

ایک روز اس کی بیوی ایک ادھیڑ عمر بیوہ کو ساتھ لے آئی۔ ایک ترقی پزیر عمارت

نہ تھے اور بہتر طرز معاشرت کا ان کچے ذہنوں میں کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ ان خیالات اور ہار دباری پریشانیوں کی وجہ سے وہ اکثر چڑچڑاہٹ کا شکار رہتا تھا۔ اس کا چہرہ دیکھ کر ہی بی بی مدراجی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

دوسرے روز کاریوں نے اسے گلی میں روکا اور نہایت احترام سے مخاطب کرنے بعد مسئلہ بیان کیا۔ اس نے درخواست کی کہ وہ ہمدردی سے کام لیتے ہوئے اس بیوہ ان کو فلیٹ میں رہنے دے۔

رابرٹ نے اس کا سر تاپا جائزہ لیتے ہوئے بے نیازی سے کہا۔ ”لیکن میں تو وہ ایک دوسری فیملی کو دے بھی چکا ہوں۔ اب میں اپنے وعدے سے نہیں پھر سکتا۔ اس ملاوہ مجھے ان سے کرایہ بھی زیادہ ملے گا۔“

”کتنا زیادہ ملے گا؟“ کاریوں نے رسان سے پوچھا۔

”پانچ ڈالر ماہوار زیادہ ہے۔“ رابرٹ نے بتایا۔

کاریوں کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا تھا۔ ایک تو فلیٹ ہونے سے پہلے کسی دوسرے کرائے دار سے بکی بات کر لینا ذرا مشکل ہی معلوم ہوتا۔ ”دوسرے کاریوں کو ان ڈر بانما تنگ و تاریک فلیٹوں کی قدر و قیمت اچھی طرح معلوم ہے۔ اسے اندازہ تھا کہ کوئی انہیں پانچ ڈالر ماہوار اضافی کرائے کے ساتھ لینے پر مشکل ہی رضامند ہو سکتا تھا۔“

اس کے باوجود اس نے جیب سے چند نوٹ نکال کر رابرٹ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”یہ آپ چھ ماہ کا اضافی کرایہ پیشگی رکھ لیں اور اس فلیٹ میں مسز کولمبو کو ہی رہنے دے۔“

رابرٹ نہ جانے کیوں یکدم ہی طیش میں آ گیا اور پھٹ پڑنے کے سے انداز میں ”تم کون ہوتے ہو مجھے حکم دینے والے؟ تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے اور کیا اپنے کام سے کام رکھو اور اپنا راستہ ناپو۔۔۔۔۔ ورنہ گلی میں اوندمے منہ پڑنے کا

کاریوں نے یہ سارا قصہ صبر و تحمل سے سنا لیکن وہ دل ہی دل میں اس بار قدرے حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا کہ وہ عورت فریاد لے کر اس کے پاس کیوں آئی اور اس کی بیوی اسے ساتھ کیوں لائی تھی؟ کیا محلے، پڑوس کے لوگوں..... اور حتیٰ کہ بیوی نے بھی یہ سمجھنا شروع کر دیا تھا کہ وہ اس قسم کے معاملات میں دوسروں کی مدد ہے؟

”مسز کولمبو!“ کاریوں نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ ”اگر آپ کو مالی ضرورت ہے تو وہ میں کر سکتا ہوں۔“

مسز کولمبو کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ”نہیں۔ مجھے رقم کی ضرورت نہیں..... کبھی کسی سے مالی مدد نہیں لی..... میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ ہمیں وہ فلیٹ نہ پڑے۔“

”ٹھیک ہے..... آپ کو وہ فلیٹ چھوڑنا نہیں پڑے گا۔“ قطعی غیر ارادی کاریوں کے منہ سے نکلا۔ ”میں کل آپ کے مالک مکان سے بات کروں گا۔ اطمینان سے گھر جائیں۔“ کاریوں کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اس کے لہجے میں کیوں تھا۔

☆.....☆.....☆

مالک مکان کا نام رابرٹ تھا۔ وہ اپنی بلڈنگ کا جائزہ لینے اور کوئی نہ کوئی کام کی غرض سے روزانہ اس گلی کا ایک چکر ضرور لگاتا تھا۔ وہ ذرا پڑھا لکھا آدمی تھا۔ گوا زیادہ پیسہ غیر قانونی اطالوی تارکیں وطن کو امریکہ اسمگل کرنے کے دھندے میں لیکن اب وہ اپنے ہی ان ہم وطنوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا۔ اس کے خیال: جاہل لوگوں کو ایک ترقی یافتہ ملک میں برسوں رہنے کے بعد بھی تمیز اور سلیقہ نہیں آیا لوگ جہاں چاہتے تھے، کچرا پھینک دیتے تھے اور جن جگہوں میں رہتے تھے، ان کی خراب کر دیتے تھے۔ وہ اپنا رہن سہن بہتر بنانے کے لئے ذرا سی بھی زحمت کرنے۔

جانتے وقت رابرٹ نہایت برادرانہ انداز میں کارلیون سے گلے مل کر بھی گیا۔ خدا  
تفہم کتنے وقت اس نے یہ بھی کہا۔ ”مجھے خوشی ہے کہ اس بہانے تم جیسے اچھے نوجوان سے  
بہائی ہو گئی۔“  
اس کے بعد وہ تین روز تک اس گلی میں پھر لگانے نہیں آیا۔

☆.....☆.....☆

علاقے میں کارلیون کی عزت میں روز بروز خود ہی اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کے لئے  
کوئی کوشش نہیں کرنی پڑی۔ نہ جانے کب اس کے بارے میں یہ افواہ پھیل گئی کہ وہ  
بارک میں سسلی کی مافیا کا نمائندہ ہے۔ ستم ظریفی یہ ہوئی کہ ایک روز جوئے کا اڈہ چلانے  
لے ایک آدمی نے خود ہی آکر باتوں باتوں میں کارلیون کی خدمت میں بیس ڈالر پیش کر  
پے۔ اس کی خواہش صرف یہ تھی کہ کارلیون اسے اپنے دوستوں میں شمار کرے تاکہ وہ  
لوں کو تاثر دے سکے کہ جوئے کا اڈہ چلانے میں اسے کارلیون کی سرپرستی حاصل ہے۔  
ہاں کے جن مالکان کو چھوٹے موٹے غنڈے اور آوارہ لڑکے تنگ کرتے تھے۔ انہوں  
نے اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں روکے۔ کارلیون کا ہفتے میں ان دکانوں کا ایک آدھ  
لڑکھائیا ہی کافی ثابت ہوا۔ اس کے دوست میز اور میسوجھی اس کے ساتھ ہوتے تھے۔  
کارلیون کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑا۔ اس کی مفت کی دہشت ہی کام آگئی۔ چھوٹے موٹے  
معاشرے اور آوارہ لڑکوں کو تاثر مل گیا کہ دکانداروں کو اس کا تحفظ حاصل ہے۔ وہ اس طرح  
ابا کر بھاگے کہ پھر ان دکانوں کے قریب نہیں پھٹے۔

دکانداروں نے کارلیون کے مطالبے کے بغیر ہی باقاعدگی سے اس کی خدمت میں  
نقد رقم کے نذرانے پیش کرنے شروع کر دیئے۔ جلد ہی اسے اچھی خاصی مستقبل آمدنی  
ملنے لگی۔ جس میں سے وہ نہایت منصفانہ طور پر میز اور میسوجھی حصہ دیتا تھا۔

مالی حالت کچھ بہتر ہوئی تو کارلیون نے اپنے پرانے دوست ڈینڈو کے تعاون سے  
ٹی سے زیون کا تیل درآمد کرنا شروع کر دیا۔ میز اور میسوجھی اس کام میں بھی حسبِ مقدور

چاہتے نظر آؤ گے۔“  
کارلیون حیرت سے آنکھیں پھیلاتے ہوئے بولا۔ ”میں آپ کو حکم تو نہیں دے رہا  
..... میں تو ایک درخواست کر رہا ہوں جسے آپ قبول کر لیں تو اسے میں اپنی ذات پر  
احسان سمجھوں گا۔“

پھر وہ رقم تقریباً زبردستی اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے، اس کی آنکھوں میں  
جھانکتے ہوئے نہایت ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولا۔ ”آپ یہ رقم رکھ لیں اور کل تک  
ٹھنڈے دل سے سوچ لیں۔ کل اگر آپ مجھے رقم واپس کرنا چاہیں تو ضرور کر دیجئے گا۔  
گلی میں رہنے والے کچھ لوگوں سے اگر آپ میرے بارے میں مشورہ کرنا چاہیں تو کر لیں  
مجھے یقین ہے وہ سب میری سفارش کریں گے اور میرے بارے میں آپ کو یہی بتائیں گے  
کہ میں زیادتی اور مہربانی ..... دونوں کو یاد رکھنے والا آدمی ہوں۔“

اس نے رابرٹ کے کندھے پر دوستانہ انداز میں تھپکی دی اور آگے بڑھ گیا۔  
رابرٹ نے غالباً اس کے اس مشورے پر عمل کر لیا تھا کہ وہ کچھ لوگوں سے اس  
بارے میں پوچھ لے۔ دوسرے روز کارلیون کو اسے تلاش کرنے کی زحمت نہیں کرنی پڑی  
وہ خود ہی کارلیون کے گھر آ گیا۔ اب وہ ایک قطعی بدلا ہوا انسان نظر آ رہا تھا، کارلیون  
اسے مشروب پیش کیا جو اس نے خوشی سے قبول کر لیا۔

پھر وہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ ”کل میں کچھ کاروباری پریشانیوں کی وجہ سے  
صحیح انداز میں بات نہیں کر سکا تھا..... لیکن تم میری کسی بات کو دل پر مت لینا، مزہ  
پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ جب تک چاہیں اس فلیٹ میں رہ سکتی ہیں۔“  
صرف یہی نہیں، اس نے کارلیون کے دیئے ہوئے تیس ڈالر بھی نکال کر میز پر  
دیئے اور شرمساری سے بولا۔ ”مجھے بعد میں یہ سوچ کر بہت ندامت ہوئی کہ تم ایک غر  
بیوہ، کرائے دار خاتون کی ہمدردی میں اتنی زحمت اٹھا رہے ہو اور میں اتنی سنگدلی کا  
کر رہا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے فوراً ہی اپنی اصلاح کا خیال آ گیا۔“

ڈون نے اس دوران اپنے ساتھیوں کو بہت عمدہ انداز میں منظم کر لیا۔ مینز اور ٹیمز کے پاس اپنے اپنے آدمیوں کی ”فوس“ تھی جس کے وہ سربراہ تھے۔ ان کے لئے علاقے بھی بانٹ دیئے گئے تھے۔ تمام دفتری اور قانونی معاملات کا نگران ڈینڈو تھا جو مرتے دم ہی اپنے فرائض نہایت عمدگی اور وفاداری سے انجام دیتا رہا۔

ڈون کی دولت، طاقت اور اثر و رسوخ میں بھی اضافہ ہوتا رہا اور اس کا دائرہ کار بھی پھیلتا چلا گیا۔ اس دوران اسے چند دوسرے گروہوں کی مخالفت اور مزاحمت کا بھی سامنا کرنا پڑا لیکن اس نے ایسے عبرت ناک انداز میں ان کا صفایا کر لیا کہ دوسرے بھی سیدھے ہو گئے اور اس کی منصوبہ بندی اس قسم کی ہوتی تھی کہ پولیس یا کوئی اور ایجنسی اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی تھی۔ اس دوران اسے لو کا براسی جیسے دوست کا ساتھ بھی میسر آچکا تھا جو دشمنوں اور حریفوں کو عبرت ناک انجام سے دوچار کرنے میں خصوصی مہارت رکھتا تھا۔ ایک بار تو اس نے اس زمانے کے، شکاگو کے مشہور زمانہ بدمعاش ال کیپون کے دو آدمیوں کے کلباڑی سے بالکل اس طرح ککڑے ککڑے کر دیئے تھے جس طرح ماہر قصاب دکان میں لٹکانے کے لئے گائے یا بکری کے ٹکڑے کرتے ہیں۔ اس کے بعد ڈون نے ال کیپون کو ایک خط بھجوایا جسے پڑھ کر وہ بالکل ہی سیدھا ہو گیا..... جبکہ ال کیپون وہ شخص تھا جس سے نہ صرف شکاگو بلکہ آس پاس کے شہروں کی زیر زمین دنیا کے لوگ بھی کانپتے تھے۔

39ء میں ڈون نے شہر سے دور، اپنی خاص منصوبہ بندی کے مطابق رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے بہت دیکھ بھال کر لانگ بیچ پر ایک چھوٹی سی سڑک کے دونوں طرف واقع جائیداد خریدی۔ یہ سڑک آگے سے بند تھی اور ”دی مال“ کہلاتی تھی۔ اس پر چار طویل وعریض مکانات بنے ہوئے تھے اور ویسے ہی مزید چار مکانات بنانے کے لئے زمین موجود تھی۔ بعد میں یہ مکانات بھی بن گئے اور یوں آٹھ مکانات پر مشتمل یہ گوشہ گویا ڈون اور اس کی ”فیملی“ کی پناہ گاہ اور محفوظ قلعہ بن گیا۔

اس محفوظ گوشے میں بیٹھ کر ڈون اپنی ”سلطنت“ کو توسیع دیتا رہا۔ اس کے بچے

اس کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ جن کاموں میں زیادہ پڑھے لکھے آدمی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی، وہ ان دونوں کے ذمے تھے۔ پڑھے لکھوں والے کام ڈینڈو سنبھالتا تھا۔ اس کے باپ کا اسٹور، گودام کے طور پر کام آتا تھا۔

چند سالوں کے اندر اندر اس کی کمپنی زیتون کا تیل درآمد کرنے والی سب سے بڑی کمپنی بن گئی۔ اس دوران ان چاروں دوستوں نے بلاشبہ بے پناہ محنت بھی کی اور کاروبار پھیلانے کے لئے ہر ممکن حربہ ہر ہتھکنڈہ بھی استعمال کیا۔

پھر شراب کے کاروبار پر کچھ پابندیاں لگیں تو کاریوں نے اس کا روبرو بھی قدم رکھ دیا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جنہیں پابندیوں سے نقصان کے بجائے فائدہ ہوتا تھا کیونکہ وہ ممنوعہ راستے اختیار کرنا جان چکا تھا۔ اس میں اور اس کے دوستوں میں مشکلات کا سامنا کرنے اور چور دروازے دریافت کرنے کا حوصلہ بھی تھا اور وہ متبادل طور پر طرے بھی سیکھ چکے تھے۔

اس دوران امریکہ میں مشہور زمانہ معاشی بحران بھی آیا لیکن ان تمام ناموافق حالات میں کاریوں کی دولت میں اضافہ ہی ہونا چلا گیا اور یہی وہ زمانہ تھا جب اس کے نام کے ساتھ دھیرے دھیرے..... غیر محسوس انداز میں ”ڈون“ کا لاحقہ لگ گیا۔ وہ ڈیو کاریوں کے بجائے ڈون کاریوں کہلانے لگا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے گاڈ فار کا لقب بھی مل گیا۔

اس دوران کچھ ایسے واقعات بھی رونما ہوئے کہ وہ لوگ بھی اس سے خوف کھانے لگے جو اپنے کاروبار صاف ستھرے اور سیدھے سادے طریقوں سے نہیں، بلکہ دھونس دھمکی سے چلاتے تھے۔ ڈون نے انہیں بھی سیدھا کر دیا اور انہیں بتا دیا کہ وہ ایسے طور طریقے ان سے زیادہ بہتر طور پر جانتا تھا۔ ان برسوں میں کاریوں نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ وہ لوگوں کو صرف اپنی دہشت سے ہی نہیں، اپنی ذہانت سے بھی متاثر کر سکتا تھا۔ اسے لوگ جینے ماننے لگے تھے۔

اپنے سے متعلق تمام معاملات کو اپنی ذات تک ہی محدود رکھنا چاہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے والدین بھی اس سے کچھ زیادہ قربت محسوس نہیں کرتے تھے اور نہ ہی اس کی کوئی خاص خواہش رکھتے تھے۔ شاید کسی کو صحیح طور پر معلوم بھی نہیں تھا کہ کب اور کس طرح ان کے بیان یہ خلیج درآئی تھی۔

دروازہ کھولنے کے بعد اس وقت اسے قدرے حیرت کا سامنا کرنا پڑا، جب آنے والے دونوں بھاری بھرکم اور کرخت صورت افراد نے اپنا تعارف پولیس آفیسر کی حیثیت سے کیا۔

”میں سر اغرساں فلپس ہوں۔“ ایک لمبے بڑے آدمی نے اپنا کارڈ نکال کر اسے دکھاتے ہوئے کہا پھر سیاہ بالوں اور گھنی بھنوں والے اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔ ”یہ میرے ساتھی سر اغرساں سیرانی ہیں۔ ہمارا تعلق نیویارک پولیس سے ہے۔“

سر اغرساں سیرانی بولا۔ ”اور آپ غالباً مس کے ایڈمز ہیں؟“

”کے“ نے اثبات میں سر ہلایا تو سر اغرساں فلپس بولا۔ ”کیا ہم اندر آ سکتے ہیں؟“

”آپ سے مائیکل کارلیون کے بارے میں بات کرنی ہے۔“

”کے“ نے ایک بار پھر اثبات میں سر ہلایا اور انہیں اندر آنے کے لئے راستہ دیا۔

بالا نے دیکھا کہ پیچھے اس کے والد اس راہداری میں آن کھڑے ہوئے تھے جس کے رے پران کی اسٹڈی تھی۔ وہ سفید بالوں والے ایک خوش شکل اور باوقار آدمی تھے وہ سوالیہ نالہ میں ان تینوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

”یہ پولیس کے سر اغرساں ہیں، نیویارک سے آئے ہیں۔“ کے نے والد کو بتایا۔

اور مجھ سے میرے ایک کلاس فیلو کے بارے میں معلومات کرنے آئے ہیں۔“

خلاف توقع اس کے والد نے کسی قسم کی تشویش پریشانی یا گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا۔

”انہیں میری اسٹڈی میں لے جا کر بٹھاؤ اور وہیں بات کر لو۔“

”کے“ نے دل ہی دل میں ایک عجیب سی شکر گزاری محسوس کرتے ہوئے ان کی

جوان..... اور پھر شادی شدہ ہو گئے..... ایک طویل دور کا بیشتر حصہ پرسکون انداز میں ہی گزر گیا۔ صرف ایک بار کچھ زیادہ ہلچل مچی جب کارلیون کو گولی لگی..... لیکن دس برس بعد اس سے کہیں زیادہ ہلچل اس وقت مچی جب سولوزونے ڈون سے ٹکر لے لی اور اسے اسپتال کے ایک بستر پر پہنچا دیا۔ پھر مائیکل نے اسے اور اس کے سر پرست پولیس افسر کو دوسری رات میں پہنچا دیا..... اور خود روپوش ہو گیا۔

یہ گویا طوفان خیر واقعات ایک نیا دور تھا۔

☆.....☆.....☆

نیو ہمشائر ایک چھوٹا سا قصبہ..... بلکہ تقریباً گاؤں ہی تھا۔ وہاں کی کسی بھی گلی میں رونما ہونے والا ذرا سا بھی خلاف معمول واقعہ جلد ہی ساری آبادی کے علم میں آ جاتا تھا۔ ”کے“ وہاں کے ایک خاصے بڑے اور معززانہ مکان میں رہتی تھی۔ اس کے والد مسٹر ایڈمز مقامی چرچ کے پادری تھے لیکن ان کی حیثیت ایک خاصے بڑے مذہبی عالم کی تھی تاہم وہ چرچ میں نہیں رہتے تھے اور ان کا ذاتی کاروبار بھی تھا۔

اس روز اس مکان کے سامنے بڑی سی ایک سیاہ گاڑی آ کر رکی جس پر نیویارک کی نمبر پلیٹ تھی۔ پاس پڑوس کی عورتوں اور دکانداروں نے کھڑکیوں اور دروازوں کی آؤٹ سے جھانک جھانک کر پُر تجسس انداز میں اس گاڑی کو دیکھا۔ ”کے“ نے بھی اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس گاڑی کو رکنے سے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔ اسے اندیشہ محسوس ہوا کہ اس میں مائیکل کے خاندان سے تعلق رکھنے والے بد معاش قسم کے لوگ نہ آئے ہوں۔

پھر اس نے کچھ اسی قسم کے دو آدمیوں کی گاڑی سے اترتے دیکھا۔ ان میں سے ایک کال بیل کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ ”کے“ جلدی سے اٹھ کر گھنٹی بجنے سے پہلے ہی دروازے کی طرف بھاگی۔ اس کے والد اور والدہ دونوں ہی گھر میں موجود تھے اور ”کے“ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے پیارے شریف اور مذہبی قسم کے والدین اس قسم کے لوگوں کو دیکھ کر گھبرا جائیں۔ ویسے بھی وہ اپنے والدین سے کچھ زیادہ قربت محسوس نہیں کرتی تھی اور

موجود تھا۔

مکان میں کئی افراد ادھر ادھر آتے جاتے دکھائی دے رہے تھے۔ ہیگن نے ”کے“ کو بلوگ روم میں لا کر بٹھایا اور ڈرنک پیش کی۔ ”کے“ بلا تمہید بولی۔ ”کیا تمہیں معلوم ہے مائیکل کہاں ہے..... اور میں کس طرح اس سے رابطہ کر سکتی ہوں؟“

”ہمیں معلوم ہے وہ خیریت سے ہے.....“ ہیگن نے پُر سکون لہجے میں کہا۔ ”لیکن یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے۔ جب اس پولیس کیپٹن کو قتل کیا گیا تو اسے اندیشہ محسوس ہوا تھا کہ اس پر قتل کا الزام عائد کیا جائے گا۔ اس لئے اس نے روپوش ہو جانا بہتر سمجھا۔ اس نے پیغام بھجوایا ہے کہ وہ چند ماہ میں ہم سے رابطہ کرے گا۔“

”کے“ کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ نہایت مشاقتی سے جھوٹ بول رہا تھا۔ وہ اپنے پرس سے ایک لفافہ نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”کیا تم میرا یہ خط کی طرح اس تک پہنچا سکتے ہو؟“

”ہیگن نے خط پکڑنے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے اس کے موجودہ ٹھکانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اگر میں یہ خط لے لیتا ہوں اور بعد میں کبھی کسی وجہ سے آپ کو رٹ میں بیان دینے پر مجبور ہو جاتی ہوں کہ میں نے خط آپ سے لیا تھا تو اس سے یہ مطلب اخذ کیا جائے گا کہ میں مائیکل کے ٹھکانے سے واقف تھا۔ آپ کچھ عرصہ انتظار کیوں نہیں کر لیتیں؟ مجھے امید ہے کہ مائیکل آپ سے بھی رابطہ کرے گا۔“

”کے“ نے خاموشی سے ڈرنک ختم کی اور جانے کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ہیگن اسے جھوڑنے کے لئے باہر آیا۔ وہ ہال میں پہنچے تو کچن کی طرف سے بڑی عمر کی ایک عورت، سیاہ لباس میں آتی دکھائی دی۔ ”کے“ نے اسے پہچان لیا۔ وہ مائیکل کی ماں مسز کارلیون تھی۔ اس نے بھی ”کے“ کو پہچان لیا اور شکستہ انگریزی میں بولی۔ ”ارے.....! تم تو مائیکل کی دوست ہو۔“

ہدایت پر عمل کیا۔ اسٹڈی میں بیٹھنے کے بعد سر اغرساں فلپس نے گفتگو کا آغاز کیا۔ ”سر ایڈمز! کیا گزشتہ تین ہفتوں کے دوران آپ کی مائیکل کارلیون سے کوئی ملاقات ہوئی ہے آپ کو اس کی کچھ خبر خیر ملتی ہے؟“

”کے“ ذرا چونکی ہوئی ٹھیک تین ہفتے پہلے ہی اس نے اخبار میں ایک پولیس رپورٹ اور منشیات کے ایک اسمگلر سولوزو کے قتل کے بارے میں پڑھا تھا۔ اس سلسلے میں اخبار نے یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ یہ اسی گینگ وار کا ایک حصہ تھا جس میں کارلیون فیملی ملوث تھی۔ ”نہیں.....“ کے نے نفی میں سر ہلایا۔ ”میں نے آخری بار مائیکل کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ ہسپتال میں اپنے والد کو دیکھنے جا رہا تھا۔ یہ تقریباً ایک ماہ پہلے کی بات ہے۔“ سر اغرساں فلپس نرم اور خلیق لہجے میں بات کر رہا تھا لیکن سیرانی خاصہ کھر دے لہجے میں بولا۔ ”آپ دونوں کی اس ملاقات کے بارے میں تو وہ ہمیں بھی معلوم ہے۔ یہ پوچھ رہے ہیں کہ اس کے بعد تو اس سے رابطہ نہیں ہوا؟“

”نہیں۔“ کے نے نفی میں سر ہلایا۔ ”اگر آپ کا اس سے رابطہ ہوا ہے اور آپ اس بات کو چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں یا اگر آئندہ رابطہ ہوا اور آپ نے ہمیں اس کے بارے میں اطلاع نہ دی تو یوں مجھے کہہ کر آپ مائیکل کے نہایت سنگین جرم میں شریک سمجھا جائے گا وہ ایک پولیس آفیسر اور اس کے ایک منجر کے قتل کے سلسلے میں پولیس کو مطلوب ہے۔“ سر اغرساں سیرانی نے بدستور کھر دے لہجے میں کہا۔ ”ہمیں معلوم ہے آپ دونوں نیویارک کے ایک ہوٹل میں میاں بیکو کا حیثیت سے قیام کر چکے ہیں۔“

☆.....☆.....☆

تین دن بعد لانگ بیچ کی سڑک ”دی مال“ پر ایک ٹیکسی ڈون کارلیون کے گھر کے سامنے آ کر رُکئی اور اس میں سے ”کے“ اُتری۔ وہاں اس کی آمد کی پہلے سے اطلاع تھی۔ اس لئے اسے اندر آنے دیا گیا تھا اور گھر کے دروازے پر ہیگن اس کے استقبال کے لئے

پھر فوراً ہی اسے گویا خاطر مدارات کا خیال آیا اور اس نے ہیگن سے پوچھا۔ ”تم لڑکی کو کچھ کھلایا پلایا بھی..... یا نہیں؟“

”مجھے کچھ کھانا پینا نہیں ہے۔“ کے جلدی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولی۔  
نے ایک بار پھر اپنے پرس سے خط نکالا اور مسز کارلیون کی طرف بڑھاتے ہوئے قدرتی ملتجیانہ لہجے میں بولی۔ ”کیا آپ میرا یہ خط مائیکل تک پہنچا سکتی ہیں؟“

ہیگن گویا خبردار کرنے والے انداز میں کھکا را لیکن مسز کارلیون نے اس کی طرف تو دیئے بغیر لفاظی ”کے“ کے ہاتھ سے لے لیا اور اطالوی لہجے میں، ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولی۔ ”کیوں نہیں، کیوں نہیں..... لیکن اگر برانہ مناؤ میں تمہیں ایک مشورہ دوں؟“  
”ضرور.....“ ”کے“ نے جلدی سے کہا۔

مسز کارلیون نے مشفقانہ انداز میں اس کا کندھا تھپتھپایا اور کہا۔ ”میں تمہیں؟ بات بتاؤں..... مائیکل کا کچھ پتا نہیں ہے کہ وہ کب واپس آئے۔ عین ممکن ہے وہ دو تین سال تک واپس نہ آئے..... تم اتنی اچھی لڑکی ہو..... میں نہیں چاہتی کہ تم اس کے انفا میں زندگی خراب کرو۔ تمہاری عمر کے یہ سال بڑے قیمتی ہیں۔ کوئی اور اچھا سا لڑکا دیکھا شادی کر لو اور اپنا گھر بساؤ۔“

☆.....☆.....☆

ڈون کارلیون کا داماد اور کوئی کا شوہر، رزی اب اکثر غصے میں ہی رہتا تھا۔ دراصل وہ جن امیدوں اور توقعات کے ساتھ، ڈون کا داماد بنا تھا، وہ پوری نہیں ہوئی تھیں۔ اس خیال تھا کہ ”فیملی“ میں شامل ہونے کے بعد اسے کوئی بہت بڑا بزنس کرا کے دیا جائیگا اور لاٹک بیچ پر واقع فیملی کے آٹھ طویل و عریض اور شاندار مکانات میں سے کوئی ایک مکان اس کے حصے میں بھی آجائے گا لیکن ہوا یہ تھا کہ بک میکنگ کا ایک چھوٹا سا کاروبار اس کے سپرد کیا گیا تھا اور اس کی رہائش اوسط درجے کی ایک عمارت میں آٹھویں منزل کے ایک فلیٹ میں تھی۔

ادھر ڈون کو اپنے داماد کے بارے میں جلد ہی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ایک عیش پرست نوجوان تھا اور کاروبار کے معاملے میں بھی سخت نالائق تھا۔ اس نے تو بک میکنگ کے چھوٹے سے کاروبار کو بھی شروع میں ہی تباہی کے کندھے پر پہنچا دیا تھا۔ آخر ڈون نے ہیگن کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ وہ خفیہ طور پر اس کاروبار کی بھی نگرانی کرتا رہے اور جب رزی کوئی حیاقت کرنے لگے تو اسے روک سکے۔

اسے تو یہ بھی معلوم تھا کہ رزی نے شادی کے پہلے ہی دن کوئی سے قوم کے وہ بارے لگانے لے لئے تھے جو اسے تحفے کے طور پر ملے تھے اور جب کوئی نے اس سلسلے میں مزاحمت کی تھی تو رزی نے سہاگ رات کو ہی اس کے چہرے پر گھونسا مار کر آنکھ کے گرد نیل ڈال دیا تھا۔ ڈون کو یہ بھی معلوم تھا کہ رزی نے وہ ساری رقم کون کون سی فاحشہ عورتوں کے پاس جا کر اور کن کن شراب خانوں میں اڑائی تھی۔

یہ سب کچھ دیکھ کر ہی ڈون نے اسے کسی بڑے کاروبار میں شریک کرنے کا خیال دل سے نکال دیا تھا لیکن رزی اپنی جھنجھلاہٹ میں جب آئے دن کوئی کے ساتھ مار پیٹ کرنے لگا تھا تو حیرت انگیز طور پر ڈون نے اس سلسلے میں کسی قسم کی برہمی یا سخت روز عمل کا اظہار نہیں کیا تھا اور بیٹی کی حمایت کر کے اسے ذرا بھی شہ نہیں دی تھی۔

اس سلسلے میں اس کا فلسفہ قدیم اطالویوں والا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب لڑکی کی شادی کر دی جاتی ہے تو وہ شوہر کی ملکیت ہو جاتی ہے۔ اس کی مرضی، وہ اس سے جیسا چاہے سلوک کرے۔ اب یہ لڑکی کی عقل و دانش اور سلیقہ مندی پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح اپنے شوہر کی خوشنودی حاصل کرے، ایسی کوئی بات نہ کرے جس سے اسے غصہ آئے اور مار پیٹ کی نوبت آئے، بیٹیوں کو تو جب بادشاہ بھی بیاہ دیتے تھے تو پھر وہ میاں بیوی کے جھگڑے میں بولنے کے حقدار نہیں رہتے تھے اور انہیں حالات کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا۔

رزئی ایک مضبوط اور طاقتور نوجوان تھا۔ اوپر سے دو کوئی کو مارتا تھا تو بے رحمی سے مارتا تھا۔ اگر وہ بھی ایک سخت جان لڑکی نہ ہوتی تو شاید آئے دن اسپتال پہنچ جایا کرتی۔ اب

ہم پر بھی نہیں ہوتی۔“  
کوئی مجروح سی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر رہ جاتی تھی۔ رزی کے خیال میں  
لباس پہننے کا بھی سلیقہ نہیں تھا۔ اکثر ایسے کپڑے پہنتی تھی جن میں اس کی عمر بیس سال  
بڑا وہ لگنے لگتی تھی۔  
”تمہارا باپ بستر پر ہے تو کیا سارے دھندے ابھی تک سنی ہی چلا رہا ہے؟“ رزی  
بے نیازی سے پوچھا۔

”کون سے دھندے؟“ کوئی نے ذرا غصے سے کہا۔  
رزی کے لئے گویا اتنا ہی کافی تھا۔

”مجھ سے اس طرح باتیں مت کرو سو رکی بچی.....“ وہ چیخ کر بولا اور چھل کر اٹھ  
نڑا ہوا۔ اس نے کوئی کے منہ پر تین زوردار تھپڑ رسید کئے۔ اس کا ہونٹ پھٹ گیا، خون  
نہ لگا۔ چہرے پر ابھار نمودار ہو گئے جو یقیناً کچھ دیر بعد نیلے پڑ جاتے۔ کوئی اوندھے منہ  
بڑر کر رونے لگی۔ رزی بے پردائی سے باہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔

چند منٹ بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ رزی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا تو ایک  
لڑکے کے لئے لڑکھڑا کر رہ گیا۔ سامنے سی کھڑا تھا!

سی کو دیکھ کر رزی بوکھلا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ سی نے گھر سے  
لنا شروع کر دیا ہو گا اور خاص طور پر وہ اس موقع پر اس کے گھر آن پہنچے گا۔

حقیقت یہ تھی کہ سی آج ہی گھر سے نکلا تھا۔ ڈون پر حملے کے بعد سے اس نے پہلی  
رہکار کا رخ کیا تھا۔ وہ بھی اس طرح..... کہ اس کی گھاڑی کے آگے پیچھے دو گاڑیاں روانہ  
دلی تھیں جن میں دو دو مسلح افراد موجود تھے۔ وہ دونوں گاڑیاں اس وقت بھی نیچے سنی کی  
گھاڑی کے آگے پیچھے موجود تھیں اور چاروں مسلح افراد ان میں مستعد بیٹھے تھے۔

سی نے شہر میں اپنا کام نمٹانے کے بعد سوچا تھا کہ وہ اپنی بہن کو بھی اپنے ساتھ  
لے لیتا چلے۔ اسے معلوم تھا کہ کوئی کا آج ڈون کی عیادت کے لئے آنے کا پروگرام تھا۔

وہ امید سے تھی۔ ساتواں مہینہ چل رہا تھا۔ اس حالت میں بھی رزی بات بہ بات اس پر  
ہاتھ اٹھانے سے باز نہیں آتا تھا۔

شادی کی پہلی رات جب اس نے کوئی کو مارا تھا اور وہ چہرے پر نیل لئے دوسرے۔  
روز اپنے والدین سے شکایت کرنے لگا۔ سچ پہنچ گئی تھی تو رزی کو کچھ تشویش ہوئی تھی کہ  
اسے کسی رد عمل کا سامنا کرنا پڑے لیکن کوئی کچھ بھی سمجھی اور مایوس سی واپس آئی۔ وہ ایک  
روایتی اطالوی بیوی کی طرح فرماں برداری سے اس کی خدمت میں جت گئی تھی۔

رزی چونکہ دل میں ڈرا ہوا تھا، اس لئے اس نے چند ہفتوں تک کوئی کے ساتھ اپنا  
رویہ بہت اچھا رکھا اور ایک آئیڈیل شوہر کی طرح پیش آتا رہا۔ اس سے کوئی کو یہ خوش فہمی  
ہو گئی کہ آئندہ بھی رزی ٹھیک ہی رہے گا۔ اس کی ازدواجی زندگی میں بس وہ تکلیف دہ وقت  
ایک بار ہی آتا تھا، جو گزر گیا تھا۔ چنانچہ ایک روز اس نے باتوں باتوں میں اپنے بابا کا فلسفہ  
اور شادی شدہ بیٹیوں کے بارے میں ان کے ”زریں خیالات“ رزی کے سامنے بیان کر  
دیئے تھے۔

اس کے بعد تو رزی کا خوف دور ہو گیا۔ اس نے دوسرے ہی دن سے بات بہ بات  
اسے مارنا شروع کر دیا۔ کوئی کو مار پیٹ کر اور اس کی تذلیل کر کے اسے ایک عجیب سی تسکین  
کا احساس ہوتا تھا کہ وہ ایک ایسے آدمی کی بیٹی کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرنے  
کی پوزیشن میں ہے جس کے نام سے بڑے بڑے غنڈے بد معاش اور مقام و مرجے کے  
مالک ڈرتے تھے۔

اس روز اس نے کوئی کو تیار ہوتے ہوئے دیکھا تو کھر درے لہجے میں پوچھا۔  
”کہاں جا رہی ہو؟“

”لائک سچ..... بابا کو دیکھنے..... وہ ابھی تک بستر پر ہی ہیں۔“ کوئی نے جواب  
دیا۔ وہ اب خاصی موٹی ہو چکی تھی۔ رزی اکثر اس کے جسم کے مختلف حصوں پر بے رحمی سے  
ہاتھ مارتے۔ ”تمہارے جسم پر جتنی چربی ہے اتنی تو خوب پلے ہوئے کسی سو“



نہ کیا تصور کیا ہے کہ وہ آسائشوں سے محروم رہیں اور ان کے بچے گھٹیا اسکولوں میں

میں؟

چنانچہ وہ ”نذرانے“ قبول کرنے شروع کر دیتے تھے..... لیکن پھر بھی مجموعی طور پر  
ہوان پولیس والوں میں بھی یہ سوچ غالب تھی کہ وہ چھوٹے موٹے ناجائز دھندوں کو نظر  
باز کرنے کا معاوضہ تو وصول کر لیتے تھے لیکن منشیات کے دھندے کو وہ بہت ہی برا سمجھتے  
تھے۔ منشیات کی کمائی میں سے حصہ لینے والا پولیس آفیسر ہزاروں میں کوئی ایک ہوتا تھا  
..... اور اسے بدعنوان پولیس والے بھی بہت برا سمجھتے تھے۔ چنانچہ جب کیپٹن میک کلس کے  
”کارنامے“ سامنے آئے تو بدعنوان پولیس والوں تک کی گردنیں جھک گئیں۔

تمام فیملیز کے ناجائز دھندے دوبارہ شروع ہوئے تو ان کے درمیان جنگ میں  
دوبارہ شدت آگئی کیونکہ ان کے کاروبار سنبھالنے والے لوگ دوبارہ منظر عام پر آ گئے اور ان  
پر حملے کرنا آسان ہو گیا۔ میمز اور ٹیسو نے اپنے خاص خاص لڑکوں کو ساتھ لے کر دو الگ  
الگ اپارٹمنٹس میں پڑاؤ ڈال لیا۔

ڈون کو اس دوران ہسپتال سے گھر منتقل کر دیا گیا تھا اور اس کے کمرے میں ہسپتال  
جیسے تمام انتظامات کر دیئے گئے تھے۔ شفٹوں میں ڈیوٹی دینے کے لئے بااعتماد ترین مقرر کر  
دی گئی تھیں۔ کینیڈی نامی ایک ڈاکٹر کو مستقل طور پر گھر میں ملازم رکھ لیا گیا تھا۔ ڈون ابھی  
کی بھی معاملے میں احکام تو جاری نہیں کر رہا تھا لیکن اس نے خاص خاص باتیں سن کر بعض  
تک بارے میں پسندیدگی اور بعض کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

مثلاً اسے یہ بات پسند نہیں آئی تھی کہ سولوز اور کیپٹن کلس کو قتل کر کے مائیک سلی  
نارو ہو چکا تھا۔ آخر سنی نے فیصلہ کیا کہ ڈون کو اس قسم کے معاملات سے دور رکھنا ہی بہتر تھا  
تاکہ اس کی آہستگی سے بحال ہوتی ہوئی صحت پر برے اثرات مرتب نہ ہوں۔ دونوں  
طرف کے کئی افراد مارے جا چکے تھے۔ اب پانچویں فیملیز کا پلہ بھاری پڑنا دکھائی دینے لگا  
تھا۔ اس قسم کی خبریں ڈون کو نہیں سنائی جاسکتی تھیں۔ بیگن قدرے تشویش زدہ تھا لیکن سنی

دیکھی تھی۔

وہ وہاں مزید نہیں رکا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سرخ دھند سی پھیل رہی تھی اور  
دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ اسے اندیشہ تھا کہ اگر وہ وہاں رکا تو کوئی انتہائی بڑا  
نہ اٹھا بیٹھے۔ اس لئے اس نے اپنی بہن کی طرف سے بھی نظر ہٹائی اور مزید کچھ کہے بغیر  
دھڑکرتا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

☆.....☆.....☆

ڈون کارلیون پر حملے کے بعد کارلیون فیملی اور اس کی مخالفت میں متحد ہو جانے والا  
پانچویں فیملیز کے درمیان لڑائی فردری 47 تک جاری رہی۔ پانچویں فیملیز کی سربراہی  
فیک فیملی ہی کر رہی تھی۔ تاہم نقصان پانچویں فیملیز ہی کا زیادہ ہو رہا تھا۔ کارلیون فیملی کو  
لڑائی میں اکیلے ہی لڑنا پڑا لیکن پہلے اس کا بھاری تھا۔

کاروباری طور پر بھی دونوں فریقوں کو بہت نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ پہلے تو پولیس  
تمام ناجائز دھندے بند کرادیے تھے۔ کیپٹن کلس کے قتل کی وجہ سے پورا پولیس ڈیپارٹمنٹ  
سخت اشتعال میں تھا لیکن جب بیگن کی کوششوں سے اخبارات میں کیپٹن کلس  
بدعنوانیوں کی کہانیاں ثبوت کے ساتھ شائع ہوئیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ قتل کے وقت بھی  
منشیات کے ایک اسمگلر کے ساتھ تھا اور دونوں اکٹھے قتل ہوئے تھے تو پولیس والے  
ٹھنڈے پڑ گئے۔

ادھر ناجائز دھندے بند ہونے سے ان کا اپنا مالی نقصان بھی ہو رہا تھا۔ اس طرح  
کے تمام اڈوں سے بہت سے پولیس آفیسرز کے بھتے بندھے ہوئے تھے۔ اڈے بند  
تو بھتے بھی بند ہو گئے اور جلد ہی پولیس والوں کی حالت پتلی ہونے لگی۔

بہت سے پولیس والے ملازمت کے شروع شروع میں بڑے بلند خیالات  
ڈیوٹی پر نکلتے تھے لیکن رفتہ رفتہ احساس زیاں ان پر غالب آ جاتا تھا۔ وہ سوچنے لگے تھے کہ  
قلیل تنخواہوں کے عوض جان ہتھیلی پر لئے پھرتے ہیں اور دنیا عیش کر رہی ہے۔ آخر

اس مقصد کے لئے اس کے پاس باقاعدہ ایک عمارت موجود تھی جس میں مختلف شعبے عمارت چند سال پہلے اسے سستی مل گئی تھی اس نے اس میں کچھ تبدیلیاں بھی کرائی اور لفٹ بھی لگوائی تھی کیونکہ جب میتیں زیادہ ہوتی تھیں تو انہیں تیار کر کے اوپر کی پارک بھی رکھا جاتا تھا جہاں ان کا آخری دیدار اور تعزیت کرنے والے آتے تھے۔ ان بعض بہت عمر رسیدہ یا معذور ہوتے تھے۔ وہ میٹرھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے۔ ان کی لئے بونا سیرا نے لفٹ لگوائی تھی۔

میتوں کے لئے آنے والوں میں ہر طرح کی حالت کے مردے ہوتے تھے۔ کسی یا حادثے کی وجہ سے مرنے والے بعض لوگوں کی حالت اچھی نہیں ہوتی تھی۔ بونا سیرا بہت کو اس حالت میں تیار کر کے رکھنا تھا کہ دیکھنے والے ذرا بھی کراہت محسوس نہ ہو اور نہ ہی کسی کو دھچکا لگے۔ اس کام کے لئے اس کی عمارت میں باقاعدہ ایک الگ اگے ایک قسم کی لیبارٹری اور بیوٹی پارلر کا استخراج کہا جاسکتا تھا۔ وہاں ہر ممکن طریقے سے کو زیادہ سے زیادہ اچھی حالت میں لایا جاتا تھا۔ پھر لواحقین کے ادا کردہ کی مناسبت سے اس کی تکفین کر کے، اسے تابوت میں کسی کشادہ کمرے میں رکھ دیا۔

جہاں آخری دیدار اور تعزیت کرنے والے آتے تھے۔ ہر کام کے لئے اس کے رومیں اشاف بھی موجود تھا۔

بونا سیرا اپنے کام کو بہت سنجیدگی سے لیتا تھا اور اس پیشے کو نہایت معزز سمجھتا تھا۔ اسے نہت ناپسند تھے جو اس کام کے بارے میں گھڑے گئے تھے اور خاصے مشہور تھے۔ لوگ بھی برے لگتے تھے جو اس قسم کے لطفوں کو پسند کرتے تھے۔ ابتدا میں وہ ہر کام پھرتا تھا۔ حتیٰ کہ گورنر کے فرائض بھی انجام دیتا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس نے رٹائی اور اپنے پیشے کو معززانہ صورت دینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب اس کے ملازمین تھے۔ وہ زیادہ تر نگرانی کرتا تھا اور ہدایات دیتا تھا۔ اس کا سب سے اہم کام

نہایت پُر اعتماد انداز میں تمام معاملات میں کمان سنبھالے ہوئے تھا۔ فریڈ کو آرام کرنے کے لئے لاس ویگاس بھیج دیا گیا تھا۔ وہ وہاں کے ڈون کا مہمان تھا جس نے ضمانت دی تھی کہ اس کی پناہ میں فریڈ کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔

اس طویل اور اعصاب شکن جنگ میں دونوں فریقوں کو بھاری مالی نقصانات بھی اٹھانا پڑے تھے۔ تمام معاملات خوف اور تناؤ کی فضا میں چل رہے تھے۔ اس دوران سنی نے ایک بڑا اور فیصلہ کن قدم اٹھانے کے لئے خود کو تیار کر لیا۔ اس نے طے کر لیا کہ وہ پانچوں فیملیز کے سربراہوں کو مرادے گا۔ خواہ اس میں کتنا ہی مالی اور جانی نقصان اٹھانا پڑے۔ اس نے اپنے خاص آدمیوں کی ایک ٹیم تشکیل دی جس کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ پانچوں فیملیز کے سربراہوں کی نقل و حرکت پر نظر رکھیں اور اس سلسلے میں تفصیلی رپورٹ دیں تاکہ فیصلہ کیا جاسکے کہ ان سب کو بیک وقت مروانے کے لئے کیا حکمت عملی اختیار کی جاسکتی تھی۔

نگرانی کرنے والی ٹیموں کو اپنا کام شروع کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ انہوں نے رپورٹ دی کہ پانچوں فیملیز کے سربراہ روپوش ہیں ان کا کہیں کچھ پتا نہیں چل رہا۔ شاید انہیں سنی کے نئے احکام کی بھک پڑ گئی تھی یا پھر انہوں نے خود ہی فضا میں اپنے لئے خطرے کی بوسونگھ لی تھی۔ سنی کو اس خبر سے بے حد مایوسی ہوئی۔

اس کے بعد ماحول پر سکوت سا چھا گیا۔ دونوں فریقوں کے درمیان گویا غیر اعلانیہ جنگ بندی سی ہو گئی تھی۔

☆.....☆.....☆

تکفین اور تدفین کا کام کرنے والا بونا سیرا شام کو کچھ دیر کے لئے گھر آ جاتا تھا۔ اس کا گھر اس کے کام کی جگہ سے دور نہیں تھا۔ وہ پیدل ہی آ جاتا تھا۔ کھانا کھاتا، تھوڑی دیر آرام کرتا۔ پھر کپڑے بدل کر۔ تازہ دم اور صاف ستھرا ہو کر دوبارہ اس عمارت کی طرف روانہ ہو جاتا تھا جہاں مردوں کو تکفین اور تدفین کے لئے تیار کیا جاتا تھا۔

ہا تھا لیکن بہر حال اس کی فریاد ان سنی نہیں کی اور دونوں امیر زادوں کو عبرت ناک سزا  
 تھی۔ اب ہیگن کی آواز سنتے ہی نہ جانے کیوں اس کے دل کے کسی گوشے سے آواز  
 تھی کہ اس احسان کا بدلہ اتارنے کا وقت آ گیا تھا۔

”ہاں..... ہاں..... کہو..... کیا بات ہے؟“ وہ قدرے مرتعش لہجے میں بولا۔

ہیگن بولا۔ ”ڈون کارلیون کو امید ہے کہ جس طرح وہ تمہارے کام آیا تھا۔ تم بھی آج  
 رات پڑنے پر اس کے کام آؤ گے..... اور شاید اس میں خوشی بھی محسوس کرو گے۔ اب  
 تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد ڈون خود تمہارے پاس آئے گا۔ وہ تمہاری بلڈنگ کے پچھلے  
 زے پر آئے گا۔ اس کے استقبال کے لئے موجود رہنا۔ بہتر ہوگا کہ تم اسے وہاں اکیلے  
 تمام ملازموں کو چھٹی دے دینا اور آج کی تمام ملاقاتیں ملتوی کر دینا.....“

ہیگن نے ایک لمحے توقف کیا۔ بونا سیرا خاموش رہا۔ ”اگر تم ایسا نہیں  
 تے تو ابھی کہہ دو۔ میں تمہارا جواب ڈون تک پہنچا دوں گا۔ اس کے اور کئی ایسے دوست  
 جو اس موقع پر اس کے کام آ سکتے ہیں۔“

بونا سیرا بے اختیار بول اٹھا۔ ”تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں گاڈ فار کے کسی کام سے  
 رکن سکتا ہوں؟ وہ جو بھی کہیں گے، میں کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں ابھی اپنے آفس  
 طرف روانہ ہو جاتا ہوں۔ میں ڈون کی ہدایات کے مطابق تمام انتظامات کر کے ان کا  
 لہوں گا۔“

”ڈون کو تمہاری طرف سے اسی جواب کی توقع تھی۔“ ہیگن کی آواز میں اب نرمی  
 تھی۔ ”وہ تو میں نے احتیاط اپنی طرف سے پوچھ لیا تھا کہ اگر تمہیں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو تم  
 ان کے کام آنے سے انکار بھی کر سکتے ہو۔ تمہارے جواب سے مجھے ذاتی طور پر بھی خوشی  
 ملے۔ اگر تمہیں آئندہ کوئی مسئلہ درپیش ہو تو تم سیدھے میرے پاس آ سکتے ہو۔“

”ڈون خود میرے پاس تشریف لائیں گے؟“ بونا سیرا نے تصدیق چاہی۔  
 ”ہاں، ہیگن نے جواب دیا۔

نہایت مشاقانہ اور متاثر کن انداز میں لواحقین کے غم میں شریک ہونا اور اپنی گفتگو  
 کے دل میں گھر کرنا ہوتا تھا۔

اس روز بھی وہ معمول کے مطابق کھانا کھانے، کچھ دیر آرام کرنے اور تازہ دم  
 واپس جانے کی غرض سے گھر آیا تھا۔ رات گئے تک اس کی بلڈنگ میں تکفین اور  
 تیاری کے سلسلے میں بہت کام نمٹائے جاتے تھے۔ تعزیت اور آخری دیدار کرنے  
 بہت سے لوگ بھی رات کو آتے تھے۔

اپنی بیٹی کو بونا سیرا نے اس کی خالہ کے پاس بوسٹن بھیج دیا تھا۔ دو امیر زادوں  
 اس کی عزت لوٹنے کی ناکام کوشش کے دوران تشدد کر کے اس کا چہرہ بگاڑ دیا تھا۔  
 کافی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا اور لڑکی کی خوبصورتی بحال ہو گئی تھی لیکن اس واقعے نے اس  
 ذہن پر بہت برا اثر ڈالا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ہر وقت ایک خوف جاگزیں رہنے لگا  
 وہ اب بھی ایک ایسی خوفزدہ رہنی دکھائی دیتی تھی جس کے پیچھے درندے لگے ہوتے ہوں  
 گاڈ فار نے ان دونوں نوجوانوں کو جس طرح سزا دلوائی تھی، اس سے بونا سیرا  
 دل میں تو ٹھنڈی پڑ گئی تھی لیکن لڑکی کی کیفیت وہی تھی۔ اس لئے بونا سیرا نے اسے  
 بھیج دیا تھا۔ اسے امید تھی کہ ماحول کی تبدیلی سے لڑکی کی کیفیت میں تبدیلی آئے گی  
 کے ذہن میں موجود یادوں کے زخم کسی نہ کسی حد تک مندمل ہوں گے۔

اس رات کھانا کھانے کے بعد اس نے کافی ختم ہی کی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی  
 نے اٹھ کر فون ریسیو کیا اور ”ہیلو“ کہا تو دوسری طرف سے بیٹھی بیٹھی سی جواؤاڑی  
 سے بولنے والے کے اعصابی تناؤ کا پتا چل رہا تھا۔

”میں ٹام ہیگن بول رہا ہوں۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے تمہیں ڈون کا  
 پیغام دینے کے لئے فون کیا ہے۔“

بونا سیرا کے معدے میں گرہ سی پڑنے لگی۔ تقریباً ایک سال پہلے وہ اپنی بیٹی  
 واقعے کے سلسلے میں فریاد لے کر ڈون کے پاس گیا تھا۔ اس نے تھوڑی بہت

کی کو بار دیا تھا اور وہ چاہ رہے تھے کہ اس کی لاش بھی دریافت نہ ہو۔ وہ اسے بالکل غائب بنا چاہ رہے تھے اور اسے خفیہ طریقے سے دفن کرنے کے لئے انہیں بونا سیرا کی مدد درکار

بونا سیرا کو یہ بھی اندازہ تھا کہ اس کام میں تعاون کے کیا نتائج ہو سکتے تھے۔ وہ ایک ہندو رجسٹرڈ انڈر ٹیکر تھا۔ اس کے پاس تکلفین اور تدفین وغیرہ کے کام کا باقاعدہ لائسنس جو تھا۔ ڈون اور اس کے آدمی اس کے پاس جس کام سے آرہے تھے، اس قسم کے کام ہاتھ لے کر وہ گویا اپنے کاروبار، اپنے مستقبل، اپنی آزادی..... حتیٰ کہ اپنی سلامتی کو بھی لرے میں ڈال رہا تھا۔

اگر یہ بات سامنے آجاتی تو قانونی طور پر اسے اس قتل میں شریک اور مافیا کا ساتھی بھا جاسکتا تھا۔ وہ لمبے عرصے کے لئے جیل جاسکتا تھا۔ ادھر دوسری طرف کے لوگ اسے اریون فیملی کا ساتھی سمجھ کر موت کے گھاٹ اتار سکتے تھے۔ اس کے لئے ہر طرح سے خطرہ ماحول تھا۔ اب تو اسے اس بات پر بھی پچھتاوا محسوس ہو رہا تھا کہ جب اس کی بیٹی کے ساتھ وہ تکلیف دہ واقعہ پیش آیا تھا اور عدالت سے اسے انصاف نہیں ملا تھا تو وہ گاڈ فار کے سرفراز لے کر جا پہنچا تھا۔ اب اتنے عرصے میں احسان مندی کے جذبات ٹھنڈے چکے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ دونوں امیر زادوں کو بری طرح پٹوا کر اور مہینوں کے لئے ہسپتال پہنچوا کر اسے بھلا کیا ملا تھا؟

انہی سوچوں میں الجھا وہ سگریٹ پیتا رہا۔ پھر اس نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ دن کارلیوں کوئی ایسا گیا گزرا آدمی نہیں تھا کہ اس کے کام آنا گھانے کا سودا ہوتا۔ اس کی طاقت مول لینا یا اس کو ناخوش کرنا زیادہ مصائب کا باعث بن سکتا تھا۔ اس نے اس خوش گمانی کا سہارا لینے کی کوشش کی کہ وہ ڈون کے لئے جو کچھ کرے گا، وہ خفیہ ہی رہے گا۔ وہ پچھلی پارکنگ لاٹ میں کسی گاڑی کے داخل ہونے کی آواز سن کر چونکا۔ اس نے بلڈنگ کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ میز اور اس کے ساتھ دو کرخت صورت نوجوان اندر

”اس کا مطلب ہے کہ وہ مکمل صحت یاب ہو چکے ہیں اور چلنے پھرنے لگے ہیں؟“  
 کے تمام زخم ٹھیک ہو گئے ہیں؟“ بونا سیرا نے دریافت کیا۔  
 ”ہاں۔“ ہیگن نے مختصر جواب دیا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

بونا سیرا دوسرے کمرے میں جا کر جلدی جلدی تیار ہوا۔ سستانے کا ارادہ اس نے ملتوی کر دیا۔ وہ جانے لگا تو اس کی بیوی کھانا کھا رہی تھی۔ اس نے حیرت سے بونا سیرا طرف دیکھا۔  
 ”ایک ہنگامی نوعیت کا کام آگیا ہے۔ مجھے ذرا جلدی جانا ہے۔“ اس نے بیوی سوال کرنے سے پہلے وضاحت کی۔

بلڈنگ میں پہنچ کر اس نے اپنے صرف ایک اسٹنٹ کو روکا۔ باقی کارکنوں کو چھوڑ دے دی۔ اسٹنٹ کو اس نے ہدایت کی کہ وہ بلڈنگ کے صرف سامنے والے حصے میں رہے اور آنے والوں کو بھی وہیں تک محدود رکھے۔ پچھلے حصے کی طرف کوئی نہ آئے۔ وہاں خود کچھ ضروری کام اپنے ہاتھوں سے انجام دے گا۔ درمیانی دروازے اس نے بند کر دیے اور پیچھے جا پہنچا۔ مردوں کی حالت بہتر بنانے اور انہیں تکلفین و تدفین کے لئے تیار کر کے انتظامات اسی طرف تھے۔

ڈون کی ہدایات پر عمل کرنے کے بعد وہ قدرے خوف کے سے عالم میں اس انتظار کرنے لگا۔ اس کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ڈون کو اس کی کس قسم کی خدشات کی ضرورت آن پڑی تھی۔ پچھلے ایک سال سے وہ مافیاؤں کے درمیان جنگ کے بارے میں اخبارات میں پڑھ رہا تھا۔ ایک طرف کارلیوں ”فیملی“ تھی اور دوسری طرف پار ”فیملیز“ تھیں جن کی سربراہی ٹیگ فیملی کر رہی تھی۔

بچ میں کچھ عرصہ ذرا سکون رہا تھا لیکن پھر ایک دوسرے کے آدمیوں پر حملہ شروع ہو گئے تھے۔ بہت سے لوگ مارے جا چکے تھے۔ دونوں فریقوں کے درمیان خونریز رکنے میں نہیں آ رہی تھی۔ شاید اب کارلیوں فیملی کے لوگوں نے دوسری طرف کے کسی

دھکی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ ”اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں تم بہت پیارے..... بہت اپنائیت سے..... اس کا چہرہ جتنا اچھا بنا سکتے ہو، بنا دو.....“ اس کی آواز میں خفیف سا ارتعاش اور کرب جھلک آیا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ اس کی ماں اسے اس حال میں دیکھے.....“

اس نے آگے بڑھ کر لاش کے چہرے سے کھل بٹا دیا اور بونا سیرا کے جسم میں سردی بردہ لگائی۔ وہ سر سے پاؤں تک لرز کر رہ گیا اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے اتنے برسوں میں اس نے بہت سی لاشوں کو لرزہ خیز حالت میں بھی دیکھا۔ اس کے باوجود اس لاش کا چہرہ دیکھنا گویا اس کے لئے ایک نیا لرزہ خیز تجربہ تھا۔ چہرہ گو کافی حد تک مسخ ہو گیا تھا لیکن وہ اسے پہچان سکتا تھا۔

وہ سنی تھا!

اس کے چہرے پر گولیاں ماری گئی تھیں۔ ایک آنکھ کی جگہ خون سے بھرا ایک چھوٹا سا گڑھا نظر آ رہا تھا۔ ناک اور رخسار کا کچھ حصہ ملغوبے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اس بار ڈون بولا تو اس کے لہجے میں پہلے سے زیادہ ارتعاش، پہلے سے زیادہ کرب تھا۔ ”تم دیکھ رہے ہو۔“ انہوں نے میرے بیٹے کا کیا حال کیا ہے!“

☆.....☆.....☆

مافیاؤں کی جنگ جب ذرا تھمی اور ماحول پر سکوت چھا گیا تو سنی نے اسے دشمن کی کمزوری سمجھا۔ اس کی جنگجو اور خون خوار فطرت میں ابال آیا اور کچھ دنوں بعد اس نے اپنی دانت میں دشمنوں کو ”مزید سبق سکھانے“ کے لئے ان کے آدمیوں کو ایک بار پھر مروانا شروع کر دیا۔ اکثر اس قسم کے ”آپریشنز“ کی نگرانی وہ خود کرتا۔ گوان کارروائیوں کی وجہ سے خود کار لیون فیملی کو بھی اپنے بہت سے منافع بخش کاروباری اڈے بند کرنے پڑے مگر سنی کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

ایک بار ہیگن نے دلی دلی زبان میں اسے سمجھانے کی کوشش کی کہ جب امن قائم

آگئے۔ انہوں نے بونا سیرا سے کوئی بات کئے بغیر پہلے، پچھلے کمروں میں جھانک کر، اطمینان کیا کہ وہاں کوئی موجود تو نہیں تھا۔ پھر میز باہر چلا گیا۔ دونوں نوجوان، بونا سیرا کے پاس ہی موجود رہے۔

کچھ بعد ایک ایسویٹس بلڈنگ کے ڈرائیور نے اس کی آڑ میں دو آدمیوں نے اس میں سے ایک اسٹریچر اتار اور وہ میز کی رہنمائی میں اندر آنے لگے۔ بونا سیرا کے اندیشہ کی تصدیق ہو گئی۔ اسٹریچر پر یقیناً ایک لاش تھی۔ اس پر کھل پھیلا ہوا تھا لیکن اس کے نئے زرد پاؤں کھل سے نکلے ہوئے تھے اور ان پیروں سے بونا سیرا کی تجربہ کار آنکھوں کے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ وہ ایک لاش تھی۔

میز نے اسٹریچر اسی بڑے سے کمرے میں رکھوایا جہاں مردوں کی حالت ٹھیک کی جاتی تھی۔ پھر دروازے سے ایک اور شخص اندر آیا۔ وہ ڈون کار لیون تھا۔ وہ پہلے کے مقابلے میں کمزور ہو گیا اور اس کی چال بھی ذرا بدل گئی تھی۔ بال کچھ پتھر سے ہو گئے تھے۔ بونا سیرا نے آخری مرتبہ اسے ایک سال پہلے دیکھا تھا لیکن اس ایک سال میں ہی اس کی عمر میں گویا کئی سالوں کا اضافہ ہو گیا تھا مگر اب بھی اس کی شخصیت میں ایک خاص دبدبہ تھا۔ اس کے وجود سے گویا کسی انجانی طاقت کی لہریں پھوٹی محسوس ہوتی تھیں۔ اس نے ہیٹ اتار کر سینے سے لگایا ہوا تھا۔

”پرانے دوست! کیا تم میرا کام کرنے کے لئے تیار ہو؟“ اس نے قدرے ٹھکے سے لہجے میں پوچھا۔ تاہم اس کی آواز پہلے ہی کی طرح گونجیلی اور بارعب تھی۔ بونا سیرا نے اثبات میں سر ہلایا۔ دونوں آدمیوں نے اسٹریچر میز پر رکھ دیا۔ ڈون نے اپنے ہیٹ سے خفیف سا اشارہ کیا اور سب لوگ کمرے سے رخصت ہو گئے۔

”آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہیں؟“ بونا سیرا نے سرگوشی کے سے انداز میں پوچھا۔

”میں چاہتا ہوں تم اس پر اپنی ساری مہارت، سارا تجربہ آزماؤ۔“ ڈون نے کھل

سنی نے جب سے اس کی پٹائی کی تھی، اس نے کوئی کو مارنا پیٹنا چھوڑ دیا تھا۔ سنی سے برف محسوس کرتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ غصے میں وہ شخص اسے واقعی قتل کر سکتا تھا۔ اس سے کچھ امید نہیں تھا۔ پٹائی کے بعد رزی کئی دن تک تو یہی محسوس کرتا رہا تھا کہ وہ اپنی بلڈنگ میں بننے والے پڑوسیوں کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ لیکن پھر جب اس نے سوچا کہ بلڈنگ میں رہنے والا کوئی بھی فرد اس کی طرف عجیب سی..... یا استہزائیہ غروں سے نہیں دیکھتا تھا..... تو اس نے قدرے اطمینان سے گھر سے نکلنا شروع کیا۔

کوئی سے انتقام لینے کا اس نے اب ایک مختلف طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ اب خود اس کے قریب جاتا اور نہ اسے اپنے پاس آنے دیتا تھا۔ وہ اس سے انتہائی مختصر اور ضروری بات کرنے کے سوا کچھ نہیں کہتا تھا۔ اس کی کسی غیر ضروری بات کا جواب نہیں دیتا تھا۔ اب وہ ہاں ہوی ہوتے ہوئے..... ایک ہی گھر میں گویا اجنبیوں کی طرح رہ رہے تھے۔ یہ انداز کوئی کے لئے اور بھی زیادہ جھنجھلاہٹ کا باعث تھا۔ وہ پہلے ہی جلی بھنی بیٹھی تھی کہ ایک روز گھر رزی کی عدم موجودگی میں ایک لڑکی کا فون آگیا جو رزی کو پوچھ رہی تھی اور اپنا نام نہیں بتا رہی تھی۔

”کون ہوتا ہے؟“ کوئی نے دوبارہ غصے سے پوچھا۔

”میں رزی کی دوست ہوں۔“ لڑکی شوخ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ”دراصل آج شام اس سے میری ملاقات طے تھی لیکن مجھے اچانک شہر سے باہر جانا پڑ رہا ہے۔ اسے پیغام اسے دینا کہ وہ میری طرف نہ آئے۔“

”تم..... کتیا.....!“ کوئی فون پر گلا چھاڑ کر چیچی اور پھر اس نے لڑکی کو بے نقط سناٹا شروع کر دیں۔ لڑکی نے فون بند کر دیا۔

شام کو رزی باہر سے آیا تو نشے میں دھت تھا۔ اس کے باوجود اس نے نہا کر، لباس تبدیل کر کے دوبارہ باہر جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اس دوران بھی وہ مزید پیئے جا رہا تھا۔ کوئی خاموش بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور اس کے اندر ہی اندر گویا آتش فشاں مچل

ہو گیا تھا تو اسے قائم رہنے دینا چاہئے تھا۔ اس پر سنی نے قہقہہ لگا کر کہا تھا۔ ”میں ان خبروں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دوں گا۔ وہ صلح کے لئے گڑ گڑاتے ہوئے ہمارے پاس آئیں گے۔“ یہ اس کی خام خیالی تھی!

اسے نہیں معلوم تھا کہ پانچویں فیملیز ایک فیصلے پر پہنچ گئی تھیں۔ انہوں نے جب دیکھا کہ شکست خوردگی کا انداز اختیار کرنے کے باوجود ان پر حملے بند نہیں ہو رہے تھے اور ان کے آدمی مسلسل قتل ہو رہے تھے تو انہوں نے نتیجہ اخذ کر لیا کہ فساد کی جڑ سنی تھا۔ اس کی جڑ طبیعت کو چین آنا مشکل تھا۔ ان کے خیال میں ڈون اس کے مقابلے میں پھر مقتول اور معتدل آدمی تھا۔ جس کے ساتھ دلیل سے بات کی جاسکتی تھی لیکن سنی کو کچھ سمجھانا اور اس کی جنگجو طبیعت کے آگے بند باندھنا بہت مشکل تھا۔ چنانچہ فیصلہ یہ کیا گیا کہ ساری توجہ اور توانائی سنی کا قصہ پاک کرنے پر لگائی جائے۔ ان کے درمیان جو بے معنی اور بے مقصد فون ریزی جاری تھی اس کا خاتمہ بھی ممکن ہو سکتا تھا جب انہیں سنی سے چھٹکارا مل جاتا۔ اس سے نجات پانے کے بعد امن کی کچھ نہ کچھ امید رکھی جاسکتی تھی۔

چنانچہ اس مقصد کے لئے منصوبہ بندی شروع ہو گئی۔

خون ریزی اور خطرات کی وجہ سے کارلیون فیملی کو اپنے دھندوں کے جواڑے بند کرنے پڑے تھے ان میں ڈون کے داماد، رزی کا بک میکنگ کا اڈہ بھی شامل تھا۔ اس طرح رزی جو پہلے ہی اس بات پر نالاں تھا کہ کارلیون فیملی نے اسے اس کے شایان شان کا روبرو کر کے نہیں دیا تھا، بالکل ہی فارغ ہو گیا۔ ان حالات میں اس نے پہلے سے کیا زیادہ عیاشی شروع کر دی۔

اس کے پاس جو تھوڑے بہت اثاثے تھے وہ بھی خطرے میں نظر آنے لگے۔ وہ اب پہلے سے زیادہ پینے لگا اور جب بھی کہیں سے رقم ہاتھ لگتی، وہ اسے ٹھکانے لگانے لگتا۔ پسند عورتوں کے پاس پہنچ جاتا۔ ان میں سے بہت سی ایسی بھی تھیں جن کے ساتھ وہ رینگتا گھریاں گزارنے کے لئے اسے رقم کی ضرورت بھی نہیں ہوتی تھی۔

”میں آ رہا ہوں.....“ وہ اس بھیڑیے کی طرح غرایا جسے خون کی پیاس بے تاب کر رہی تھی۔ ”بس..... تم میرا انتظار کرو.....“

کوئی اسے آنے سے منع کرنا چاہتی تھی، سمجھانا چاہتی تھی کہ بات کوئی خاص نہیں تھی لیکن اسے کچھ بھی کہنے کا موقع نہ ملا۔ سنی نے فون بند کر دیا۔

”سور کا بچہ.....!“ سنی دوسری طرف ریسور کھنے کے بعد بڑبڑایا۔ دوران خون کی تیزی سے اس کی مضبوط گردن سرخ ہو گئی تھی اور چہرہ بھی لال بھوکا ہو رہا تھا۔

ہیگن بھی قریب ہی موجود تھا۔ اس کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ سنی اس وقت غصے میں اندھا ہو رہا ہے۔ سنی نے اسے کچھ نہیں بتایا اور اپنا کوٹ اٹھا کر باہر کی طرف لپکا۔ اس کی گاڑی میں ڈیش بورڈ کے خانے میں گن موجود تھی..... اور اس کے خیال میں اس کے لئے وہی کافی تھی۔

دشمنوں نے جب سے شکست خوردگی کا انداز اختیار کیا تھا، تب سے سنی اپنے حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں بھی قدرے بے پروا ہو گیا تھا۔ کوئی کی شادی کے موقع پر لوسی نامی جس لڑکی سے اس کے تعلقات استوار ہوئے تھے، وہ شہر میں رہتی تھی۔ سنی اکثر اس سے ملنے بھی جاتا تھا تاہم اس نے اس حد تک احتیاط ضرور رکھی تھی کہ لوسی کے گھر کی جو بیس گھنٹے نگرانی کے لئے آدمی مقرر کر رکھے تھے۔ اسے معلوم تھا کہ اسے گھیرنے کے لئے وہ بہترین جگہ تھی۔ اس لئے اس نے اپنی موجودگی اور عدم موجودگی..... دونوں صورتوں میں خبردار رہنے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔

باہر جاتے وقت اکثر اس کی گاڑی کے آگے پیچھے مسلح گارڈز بھی ہوتے تھے لیکن اس وقت اس نے انہیں طلب کرنے کی بھی زحمت نہیں کی۔ اس نے اپنا کوٹ اٹھایا اور اسے پہنتے ہوئے، کسی سے کچھ کہے بغیر باہر کی طرف چل دیا۔

چند لمحوں بعد جب ہیگن نے باہر اس کی بیوک کا انجن غرانے کی آواز سنی تو اس نے ”سرے کمرے میں موجود دو مسلح افراد کو حکم دیا۔“ ”تم دوسری گاڑی میں اس کے پیچھے جاؤ۔“

رہے تھے۔

آخر رزی نے لڑکھڑاتے ہوئے باہر کا رخ کیا تو کوئی گویا پھٹ پڑی اور چلائی ”مت زحمت کرو باہر جانے کی، وہ حرافہ آج تمہیں نہیں ملے گی.....“

”کیا..... مطلب؟“ رزی نے رک کر لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔

”اس کا فون آیا تھا کہ وہ شہر سے باہر جا رہی ہے۔ اس لئے تم آنے کی زحمت نہ کرو.....“ پھر اس کی آواز اور اونچی ہو گئی۔ ”سور! تمہاری یہ جرأت کہ ان فاشاؤں کو گھر کا زور نمبر بھی دے دیتے ہو! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔“

وہ مجنونانہ انداز میں دونوں ہاتھوں سے رزی کا چہرہ نوچنے کے لئے جھپٹی۔ رزی نشتے میں دھت تھا لیکن اس عالم میں بھی اس کے لئے کوئی سے اپنا بچاؤ کرنا کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ اس نے اسے آسانی سے ایک طرف دھکیل دیا..... لیکن جب کوئی نے اپنی کوشش جاری رکھی تو اسے غصہ آ گیا۔ اس نے اپنا ”پرہیز“ توڑ دیا اور کوئی کے منہ پر لگا تار کی پتھر رسید کئے۔ البتہ یہ خیال ضرور رکھا کہ پتھر زیادہ زوردار نہ ہوں اور اس کے ہونٹ یا چہرے کا کھال پھٹنے نہ پائے۔

وہ بیڈروم میں اپنے بیڈ پر جاگری اور رونے لگی۔ رزی نے باہر جانے کا ارادہ لٹوا کر دیا اور دوسرے کمرے میں بیٹھ کر مزید پینے لگا۔ کچھ دیر بعد کوئی نے کچن کے فون سے اپنے گھر کا نمبر ملایا۔ وہ اپنی ماں سے کہنا چاہتی تھی کہ کوئی آکر اسے لے جائے۔ سنی سے خود بات کرنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو اندازہ ہو، اس کے شوہر نے ایک بار پھر اسے مارا ہے اسے معلوم تھا کہ اس طرح بات زیادہ بگڑ سکتی ہے..... لیکن اس کی پھر شاید سنی کی بد قسمتی تھی کہ دوسری طرف فون اس نے ریسو کیا۔

کوئی نے گھبراہٹ میں بات بنانے کی جتنی کوشش کی، بات اتنی ہی بگڑتی چلی گئی۔ سنی کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہ رہا کہ کوئی کو رزی نے آج پھر مارا تھا..... اور سنی کے لئے یہ گویا بڑی ہی توہین کی بات تھی کہ رزی نے اس کی انتہائی سخت دھمکی کو بھی یا نہیں رکھا تھا۔

میں نوٹ لینے کے بعد جھک گیا تھا اور اب سنی کو نظر نہیں آ رہا تھا کیونکہ بوتھ میں شیشہ اوپر کی طرف صرف تھوڑے سے حصے میں لگا ہوا تھا۔ کلرک شاید نیچے کسی خانے سے پیسے نکال رہا تھا۔

سنی بے چینی سے انگلیاں اسٹیرنگ ویل پر بچاتے ہوئے بقیہ رقم کا انتظار کر رہا تھا۔ اس دوران اس نے دیکھا کہ اگلی کار چند قدم آگے بڑھنے کے بعد پھر کی ہوئی تھی اور بدستور راستہ رو کے کھڑی تھی اور اس کا انجن اسٹارٹ تھا۔ کلرک ابھی تک بوتھ میں گویا نیچے ہی بیٹھا ہوا تھا۔

..... اور اس لمحے سنی کو اس کی چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا۔ وہ گاڑی بھگا نہیں سکتا تھا۔ آگے راستہ مسدود تھا۔ یکدم ہی اسے گویا کرنٹ سا لگا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے دروازہ کھولا لیکن اس وقت تک اگلی گاڑی سے دواؤں اتر چکے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں گیس تھیں۔ اسی لمحے بوتھ میں کلرک بھی نمودار ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی گن تھی۔

وہ یقیناً جعلی کلرک تھا۔ ٹول ٹیکس کے ناکے پر قبضہ ہو چکا تھا اور وہ لوگ یقیناً سنی کے لئے ہی گھات لگائے بیٹھے تھے۔ سنی کو گاڑی سے اترنے یا ڈیش بورڈ کے خانے سے گن نکلنے کی مہلت نہیں ملی۔ گولیاں چلیں اور دنیا اس کی نظروں میں تاریک ہو گئی۔ وہ اس طرح گاڑی سے باہر نکل آیا کہ اس کا سر نیچے تھا اور پاؤں گاڑی میں ہی پھنسے رہ گئے تھے۔ اس کے چہرے گردن اور جسم کے کئی دوسرے حصوں میں گولیاں لگی تھیں۔

گاڑی سے اترنے والے دونوں آدمیوں کو جب اس کی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے فائرنگ بندی اور ان میں سے ایک نے قریب آکر سنی کے چہرے پر ایک ٹھوک بھی رسید کی۔ یہ محض نفرت کا اظہار تھا اور نہ ان کا کام تو مکمل ہو چکا تھا۔

جعلی کلرک بھی بوتھ سے نکل آیا۔ چند لمحے بعد تینوں قاتل گاڑی میں بیٹھ کر تیز رفتاری سے روانہ ہو چکے تھے۔ سنی کے پیچھے آنے والے مسلح افراد ان کا تعاقب بھی نہیں کر سکتے تھے کیونکہ راستے میں سنی کی بڑی سی کار حائل تھی۔

رات کے وقت شہر کی طرف جاتے وقت عموماً سنی اس راستے کا رخ کرتا تھا جسے ”جوز پنج کا روئے“ کہا جاتا تھا۔ یہ شہر کی طرف جانے کا شارٹ کٹ تھا اور رات کو اس پر رش نہیں ہوتا تھا۔ اس راستے پر البتہ چند سکیٹ کے لئے وہاں رکنا پڑتا تھا جہاں ٹول ٹیکس کی وصولی کے لئے محرابیں اور بوتھ بنے ہوئے تھے۔

سنی کی گاڑی کی کھڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے نہیں تھے۔ راستے میں ٹھنڈی ہوا لگی تو دھیرے دھیرے اس کا غصہ کچھ کم ہوا اور اس نے ذرا ٹھنڈے دل سے سوچنا شروع کیا۔ وہ اسی نتیجے پر پہنچا کہ رزی کو قتل کرنا بہر حال مناسب نہیں تھا۔ آخر وہ اس کا بہنوئی اور اس کے ہونے والے بھانجے کا باپ تھا۔ تاہم آج اس نے اس سے تفصیلی بات چیت یا پھر سختی کے ذریعے یہ بات ہمیشہ کے لئے طے کرنے کا بندوبست کرنے کا فیصلہ کیا کہ آئندہ رزی اس کی بہن کے ساتھ کبھی مار پیٹ نہ کرے۔

کازوے پر روشنی بہت کم تھی اور ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھا۔ ٹول ٹیکس کی محرابیں اسے دور سے نظر آ گئیں۔ وہ بہت تیز رفتاری سے جا رہا تھا۔ بیگن نے جن دواؤں کو اس کے پیچھے روانہ کیا تھا وہ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ کچھ دیر پہلے وہ راستے میں ایک جگہ ٹریفک میں پھنس گئے تھے۔ پھر ایک جگہ انہیں سگنل پر بھی رکنا پڑا۔

سنی جب ٹول ٹیکس کی محرابوں کے نیچے اپنی لین میں جا کر رکھا تو اس نے دیکھا، صرف اسی بوتھ میں ٹیکس لینے والا کلرک موجود تھا۔ سنی کی گاڑی سے آگے ایک گاڑی پہلے ہی رکی ہوئی تھی۔ اس میں موجود افراد غالباً کلرک سے کسی راستے کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔

رُکنے کے بعد سنی کو معلوم ہوا کہ اس کے پاس ٹول ٹیکس دینے کے لئے ریز گاڑی کوئی چھوٹا نوٹ موجود نہیں ہے۔ اس نے ایک بڑا نوٹ نکالا اور اگلی گاڑی کو آگے بڑھنے کے لئے ہارن دیا۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ اس نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر کلرک کو نوٹ دیا اور بقیہ لینے کے لئے رکا رہا۔

بوتھ میں بھی روشنی بہت کم تھی۔ وہ کلرک کی صورت بھی صحیح طرح نہیں دیکھ سکا تھا۔

دیر رکھا تھا۔

اس کا دل ماما کارلیون کے بارے میں بھی سوچ کر پھٹا جا رہا تھا۔ اس عورت کے بیٹوں میں سے کوئی بھی اس کے پاس نہیں رہا تھا۔ مائیکل روپوش ہونے کے لئے سسلی لیا تھا۔ فریڈ کو کھنی اور اعصابی صحت کی بحالی کے لئے لاس ویگاس بھیج دیا گیا تھا اور سنی دنیا میں ہی نہیں رہا تھا۔ کیسی بد نصیب ماں تھی! دنیا کی سب آسائشیں میسر ہوتے ہوئے کسی اولاد کی طرف سے سکھ نہیں تھا!

چند منٹ بعد آخر ہیگن نے خود کو سنبھالا اور چند ضروری فون کئے۔ اس نے ٹیسو کو بھی رابطہ کر لیا۔ رزی کو بھی اس نے یہ خبر دے دی لیکن اسے ہدایت کی کہ ابھی کوئی کونہ نہ اور اپنے رویے سے بھی کوئی غیر معمولی بات ظاہر نہ ہونے دے۔

اس کے بعد ہیگن ایک بار پھر صوفے پر ڈھیر ہو گیا۔ اب اسے سب سے مشکل لمحہ پیش تھا۔ اب اسے ڈون کو اس واقعے کی اطلاع دینی تھی۔ ڈون اس وقت سویا ہوا ڈاکٹر اسے خواب آور دوا دے کر سلاتے تھے۔ اسے نیند سے جگا کر ایسی خبر سنانا بڑا مایوس کن کام تھا۔ نہ جانے ڈون کا رد عمل کیا ہوتا؟

ہیگن کا تاسف یہ سوچ کر بھی بڑھ رہا تھا کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران اگر معاملات سنی بجائے ڈون کے ہاتھ میں آ جاتے تو شاید یہ نوبت نہ آتی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے خود بے بارے میں بھی سوچ کر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ شاید اس خاندان کے لئے اتنا اچھا مشیر نہ ہو سکا تھا جتنا آجہائی ڈینیڈہ تھا! ڈینیڈہ کے دور میں کارلیون فیملی پر اتنی بڑی تباہی نہ آئی تھی۔

اسے یونہی سو گوار بیٹھے کچھ دیر گزر گئی۔ پھر باہر گاڑیاں رکنے کی آوازیں سن کر وہ بے خیالات کی دنیا سے باہر آیا۔ لوگوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ اب اسے ڈون کو یہ خبر سننے کے لئے خود کو تیار کرنا تھا۔ وہ مصنوعی سہارے کی تلاش میں اٹھ کر اس الماری کی لہ بڑھا جس میں بوتلیں رکھی تھیں۔

انہوں نے جب وہاں پہنچے پر یہ منظر دیکھا اور سنی کو مردہ پایا تو فوراً اپنی کار واپس کے لئے گھمائی اور تیز رفتاری سے لانگ بیچ کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں انہیں جو پہلا پبلک فون بوتھ نظر آیا، اس پر رک کر ان میں سے ایک نے ہیگن کو فون کیا۔

”سنی کو ٹول ٹیکس کے ناکے پر قفل کر دیا گیا ہے۔“ اس نے غیر جذباتی لہجے میں ہیگن کو اطلاع دی۔

ہیگن اس وقت گھر کے کچن میں کھڑا تھا جب اس نے یہ کال ریسیو کی۔ ڈون کی بیوی جسے تقریباً سب لوگ ”ماما کارلیون“ کہہ کر پکارتے تھے، اس کے قریب ہی موجود تھی اور کچھ پکار رہی تھی۔ ہیگن کو بذات خود دشدید دھچکا لگا تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماما کارلیون یہ خبریوں اچانک سنے۔ اس لئے اس نے اپنی آواز کو ہموار رکھنے کی پورش کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ”ٹھیک ہے..... تم میز کے گھر چلے جاؤ اور اس سے کہو کہ فوراً یہاں آئے۔ وہی تمہیں بتائے گا کہ کیا کرنا ہے۔“

ماما کارلیون کو اگرچہ کسی گڑبڑ کا احساس ہو گیا تھا تب بھی اس نے اس کا اظہار نہیں ہونے دیا اور بدستور اپنے کام میں نہمک رہی۔ ڈون اور اس کے لوگوں کے ساتھ رہ کر اس نے یہ سیکھا تھا کہ نا آگہی میں بڑی راحت تھی۔ کسی ناخوشگوار واقعے کے بارے میں اس وقت تک جاننے کی کوشش نہ کرو جب تک کوئی خود آ کر اس کے بارے میں نہ بتائے۔ اس طرح مزید چند لمحے..... چند گھنٹے یا چند روز آپ کرب و اذیت سے بچ سکتے تھے۔

ہیگن جلدی سے فون بند کر کے آفس میں آ گیا۔ دروازہ اس نے بند کر لیا۔ تب اس کا جسم یکا یک لرزنے لگا۔ اس کی ٹانگوں میں جان نہ رہی۔ وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا۔ آنسو خود بہ خود اس کے رخساروں پر پھسلنے آ رہے تھے۔

ان آنسوؤں کے پیچھے یادوں کی ایک طویل فلم چل رہی تھی۔ اس کا بچپن، لڑکپن اور جوانی سنی کے ساتھ گزری تھی۔ اسی کی بدولت اسے اس گھر میں اس کے بھائیوں جیسا مقام ملا تھا۔ سنی دوسروں کے لئے خواہ کیسا بھی تھا لیکن ہیگن کے ساتھ اس نے ہمیشہ محبت اور رزی

سنی کی آخری رسوم سے فارغ ہونے کے کچھ دن بعد کارلیون فیملی کی طرف سے  
ایس فیملیز کے پاس قاصد بھیجے گئے کہ اب امن قائم کرنے کے لئے اقدامات کئے  
جائیں۔ بے مقصد اور بے معنی خونریزی بہت ہو چکی اب یہ سلسلہ رکنا چاہئے۔ صرف یہی  
ماڈون نے بہت بڑے پیانے پر ایک میٹنگ کی تجویز بھی پیش کی جس میں ملک بھر کی  
ہلیر کے نمائندے شریک ہوں اور متحارب فریق وہاں سب کے سامنے اپنا اپنا موقف  
ناکریں۔

اس تجویز کو بہت سراہا گیا اور خاموشی سے بڑے پیانے پر ایک میٹنگ کی تیاریاں  
ایک ہو گئیں۔ میٹنگ کے لئے ایک بینک کی عمارت منتخب کی گئی جس میں اوپر کی منزل پر  
بڑا آڈیٹوریم تھا۔ اس بینک میں بھی ڈون کے شیراز تھے۔

اس کانفرنس میں امریکا کے تمام شہروں کے ڈون اپنے اپنے قانونی مشیر سمیت  
یک ہوئے۔ باقاعدہ کسی بہت بڑی کاروباری کانفرنس کا سا سماں تھا۔ تمام ڈون مقررہ  
ت پر ہر دو کارلباس میں کانفرنس میں شرکت کے لئے آڈیٹوریم میں پہنچ گئے تھے۔ ظاہر یہی  
ایک تھا کہ بینکوں کی مختلف برانچز کے عہدیداروں کا اجلاس ہو رہا تھا۔ نیویارک کی  
ہلیر، ملک میں طاقتور ترین فیملی تھیں اور ان میں سے طاقتور ڈون کارلیون فیملی تھی انہی  
ماڈی حفاظتی انتظامات کے سلسلے میں بینک کے چاروں طرف اور مختلف دروازوں پر  
بات تھے مگر وہ سب کے سب بینکوں کے گارڈز کی وردیوں میں تھے۔

کئی بہت بڑے کاروباری اجلاس کی سی صورت میں کانفرنس کی کارروائی شروع  
ہی۔ ڈون نے متاثر کن انداز میں اپنا موقف پیش کیا جس کا لب لباب یہ تھا کہ اگر اس  
نہ فیصلے کے کاروبار میں شریک ہونا مناسب نہیں سمجھا تھا اور سولوز کی پیشکش کے جواب  
مانکار کر دیا تھا تو اس میں کیا بری بات تھی کہ اس نے ٹیگ فیملی کی پشت پناہی سے اس پر  
تلاش عملہ کر دیا؟

ٹیگ فیملی اور دیگر چار فیملیز نے بھی اپنا اپنا موقف پیش کیا۔ اپنی غلطیوں کا اعتراف

اس نے اپنے لئے پیگ تیار کیا۔ اسی اثناء میں دروازہ کھلنے کی آواز سن کر گھوم کر  
دیکھا۔ ڈون دروازے میں کھڑا تھا۔ وہ مکمل سوٹ میں تھا۔ سر پہ ہیٹ بھی تھا۔ وہ گویا کہیں  
جانے کے لئے تیار تھا۔  
”میرے لئے بھی ایک ڈرنک تیار کرنا۔“ اس نے آگے آتے ہوئے دھیمی آواز میں  
کہا۔ وہ آکر اپنی مخصوص ریوالونگ چیز پر بیٹھ گیا۔

ہیگن نے سحر زدہ سے انداز میں اس کے لئے بھی ڈرنک تیار کی اور اس کے سامنے رکھ  
کر خود صوفے پر بیٹھ گیا۔ ڈون اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے ٹھہری ٹھہری مخصوص  
گوئی آواز میں بولا۔ ”میری بیوی سونے کے لئے لیٹی تو اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے  
تھے۔ اور اب ہمارے خاص آدمیوں کی آمد بھی شروع ہو گئی ہے۔۔۔۔۔ ہیگن! میرے دیکل  
میرے مشیر۔۔۔۔۔ کیا تم بری خبر مجھے سب سے آخر میں سناؤ گے۔“

سنی کے قتل سے پورے ملک کی انڈر ورلڈ میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اس کے ساتھ  
یہ خبر بھی پھیل چکی تھی کہ ڈون اب بستر پر نہیں ہے اور معاملات سنبھالنے کے قابل ہو چکا  
ہے۔ سنی کے جنازے اور تدفین کے موقع پر جن لوگوں نے اسے دیکھا تھا ان میں پانچہز  
فیملیز کے منجر بھی شامل تھے۔ انہوں نے فیملیز کو اطلاع دی کہ ڈون کافی حد تک ٹھیک ٹھاک  
نظر آ رہا تھا۔

چنانچہ فیملیز کو اب کارلیون فیملی کی طرف سے خوفناک رد عمل کا اندیشہ تھا۔ انہوں نے  
تو اس امید پر سنی کو مروایا کہ شاید بستر پر پڑے ہوئے ڈون میں جوابی طور پر کوئی بڑا  
کارروائی کرنے کی ہمت نہ ہو اور وہ صلح میں ہی عافیت سمجھے لیکن اس کی صحت یابی اور پورا  
طرح فعال ہونے کی خبر سن کر انہیں اندیشہ محسوس ہونے لگا کہ انہیں بہر حال ڈون کے غیبت  
غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انہوں نے گھبراہٹ کے عالم میں دفاع کی تیاریاں شروع  
دی تھیں۔

لیکن جو کچھ ہوا وہ اس کے برعکس تھا!

اس بات پر بہت غصہ تھا۔ کچھ عرصے کی سزا کاٹ کر وہ جیل سے باہر آیا تو اس نے بات سکون سے کہی گواہوں کی موجودگی میں ان دونوں پولیس والوں کو گولی مار دی جنہوں نے اس کے ساتھ زیادتیاں کی تھیں۔

اب وہ اس جرم میں دوبارہ جیل میں تھا اور آثار بتا رہے تھے کہ اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔ تجویز یہ پیش کی گئی تھی کہ وہ نوجوان کیپٹن کلس اور سولوز کا قاتل ہونے کا بھی مذاق کر لے۔ اسے مرنا تو تھا ہی..... وہ یہ دونوں قتل اپنے کھاتے میں ڈال کر بھی رہتا تھا۔ مطالبہ یہ کیا گیا تھا کہ ڈون اس نوجوان کے اہل خانہ کو ایک بڑی رقم یکمشت دے اور اس کے بعد کم از کم بیس سال کے لئے ان کا ایک مخصوص رقم کا وظیفہ باندھ دے۔

نوجوان مائیکل کی عمر کا تھا۔ اس کا قد کاٹھ بھی بالکل مائیکل جیسا ہی تھا اور اس کی طبیعت میں بڑی حد تک مائیکل کی شباهت آتی تھی۔ اس واقعے کے چشم دید گواہ اگر پولیس کو پھر تھے تو وہ بھی شناختی پریڈ کے موقع پر دھوکا کھا سکتے تھے۔

کافی غور و خوض کے بعد یہ تجویز ڈون کو پسند آئی اور اس نے اس کی منظوری دے دی۔ جیل میں اس نوجوان کو کیپٹن کلس اور سولوز کے قتل کے واقعے کے بارے میں تمام زبانیوں کے ساتھ تفصیلات سمجھائی گئیں تاکہ اس کے اقبالی بیان میں کوئی جھول نہ محسوس ہو۔ جیل میں جو وکیل اس سے ملاقات کے لئے جاتا تھا اس کے ذریعے تمام تفصیلات اس طرح اس کے ذہن نشین کرائی گئیں کہ وہ محسوس کرنے لگا واقعی ان دونوں افراد کو بھی اسی قتل کیا تھا۔

اس کے اقبالی بیان نے اخبارات میں ہلچل مچادی۔ پولیس اور عدالت نے اس کے بیان کو قبول کر لیا اور اسے مجموعی طور پر چار افراد کے قتل میں سزائے موت سنادی گئی۔ اس کے باوجود ڈون نے فوری طور پر مائیکل کو واپسی کا پیغام نہیں بھجوایا۔ وہ بہت احتیاط پسند آدمی تھا۔ اس نے اس وقت تک انتظار کیا جب تک نوجوان کی سزائے موت پر عملدرآمد نہیں ہو

کیا۔ بیشتر ڈون متفق نہیں تھے۔ ان کی تقریروں کا اہم نکتہ یہی تھا کہ فیملیز کو بہر حال ہر کام میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہئے تھا ڈون کارلیون نے انکار کر کے کوئی اچھی روایت قائم نہیں کی تھی۔ جس کے جواب میں ڈون کارلیون کو ایک بار پھر تقریر کرنا پڑی اور اس نے مدلل انداز میں کہا کہ اپنے فیصلے دوسروں پر ٹھونسا بھی کوئی اچھی روایت نہیں۔ کچھ نمائندوں نے ڈون کارلیون سے سفارش کی کہ اسے بہر حال اب اس تجویز پر غور کرنا چاہئے۔ منشیات کا کاروبار بہر حال آئیو الے دنوں کا سب سے بڑا کاروبار تھا اور اپنا اس سے لا تعلق نہیں رہ سکتی تھی۔ ان باتوں پر سب نے اتفاق کیا کہ غلط فہمیاں دور ہونی چاہئیں۔ خونریزی رکنی چاہئے۔ تمام ڈون اور ان کے مشیر سسلی سے تعلق رکھنے والے تھے اور ان کا اپنا یا ان کی کسی نہ کسی نسل کے کسی نہ کسی آدمی کا سسلی کی اصلی مافیا سے کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی تعلق رہ چکا تھا۔

کانفرنس کا انعقاد بہر حال مفید ثابت ہوا۔ فیملیز کے درمیان خونریزی رک گئی۔ اس کے بعد ڈون کارلیون کے سامنے مسئلہ مائیکل کو سسلی سے واپس بلانے کا تھا۔ اس بات کی زیادہ فکر نہیں تھی کہ کسی فیملی یا سولوز کا کوئی آدمی اس سے انتقام لینے کی کوشش کرے گا اور یوں اس کی سلامتی کو خطرہ ہوگا۔ ڈون کو اصل خطرہ پولیس سے تھا کہ وہ مائیکل کو کیپٹن کلس اور سولوز کے قتل کے الزام میں پکڑ لے گی اور پھر اسے سزائے موت یا طویل سزائے قید دلوانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔

مائیکل کے بارے میں سوچ بچار اور منصوبہ بندیاں کرتے مزید ایک سال گزر گیا۔ اس دوران کئی تجاویز ڈون کے سامنے پیش کی گئیں لیکن اسے ان میں سے کوئی بھی پسند نہ آئی۔

آخر کار اس مسئلے کا حل بھی نیویارک کی فیملیز میں سے ایک کی طرف سے آیا۔ تجویز ڈون کے دل کو لگی۔ قصہ یہ تھا کہ ایک فیملی سے تعلق رکھنے والے ایک نوجوان کو ایک ناکردہ جرم میں پکڑ لیا گیا۔ پولیس کی تحویل میں اس کے ساتھ بہت سختی اور بے انصافی ہوئی۔

گیا۔

مائیکل جس بحری جہاز کے ذریعے ایک ماہی گیری کی حیثیت سے سسلی پہنچا تھا اس سے اسے پارلمو کی بندرگاہ پر اتارا تھا۔ وہاں سے اسے جزیرے کے مرکز کی طرف لے جایا گیا تھا جہاں مافیا کی متوازی حکومت قائم تھی۔ وہاں کی مقامی مافیا کا چیف ڈون کارلیون کا کہنا وجہ سے احسان مند تھا۔ اسی علاقے میں کارلیون نام کا وہ گاؤں بھی تھا جس کی یاد میں مائیکل کے باپ نے اپنا اصل نام چھوڑ کر کارلیون رکھ لیا تھا۔

اب وہاں ڈون کارلیون کا کوئی دور پار کا عزیز رشتے دار بھی نہیں تھا۔ عورتیں بڑھاپے اور بیماریوں کی وجہ سے مر گئی تھیں۔ مرد لڑائی جھگڑوں اور انتقام درانتقام کی نذر ہو گئے تھے یا پھر امریکا، برازیل وغیرہ کی طرف نکل گئے تھے۔ مائیکل یہ جان کر حیران رہ گیا کہ اس غربت زدہ گاؤں میں آبادی کی مناسبت سے قتل کی وارداتوں کی شرح دنیا میں زیادہ تھی۔

مائیکل کو مقامی مافیا چیف کے ایک عمر رسیدہ انکل کے گھر میں اس کے ساتھ ٹھہرایا گیا تھا۔ اس بوڑھے کا نام نازا تھا اور وہ اس علاقے کا اکلوتا ڈاکٹر بھی تھا۔ مافیا کے مقامی چیف کا نام ٹو تھا۔ وہ بچپن سے اوپر کا تھا جبکہ اس کا انکل ڈاکٹر نازا ستر سے اوپر کا تھا۔

مافیا کے مقامی چیف یعنی ڈون ٹو کا سب سے بڑا کام ایک امیر خاندان کی طویل عریض جاگیر اور زمینوں کو غریبوں کی دست برد اور قبضے سے بچانا تھا۔ سسلی کے قانون کے مطابق غیر آباد پڑی ہوئی کسی بھی زمین کو کوئی بھی شخص کاشتکاری کی غرض سے خرید سکتا تھا..... لیکن اس امیر خاندان کی جو زمین غیر آباد پڑی ہوئی تھی اس کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس کے علاوہ ڈون ٹو مائیکل پانی کے مقامی کنوؤں کا بھی مالک تھا۔ پانی ظاہر ہے زندگی کے لئے ناگزیر تھا اور اس پر ڈون کی اجارہ داری تھی۔ یہ اس کی بہت بڑی تجارت تھی اور اس پر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لئے اس نے علاقے میں ڈیم بنانے کی روٹ

نوبت کی کوششیں بھی ناکام بنا دی تھیں۔

تاہم ڈون ٹو ما بھی اس اعتبار سے پرانے مکتب فکر کا مافیا چیف تھا کہ وہ منشیات کی تجارت یا عورتوں کے دھندے میں ہاتھ نہیں ڈالتا تھا جبکہ پارلمو یا اس طرح کے دوسرے بڑے شہروں میں جنو جوان مافیا شخصیتیں ابھر رہی تھیں وہ کسی بھی دھندے کو شجر ممنوعہ نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا فلسفہ یہ تھا کہ بس دولت آنی چاہئے تھی خواہ وہ کسی بھی ذریعے سے آئے۔

ڈون کا مہمان ہونے کی حیثیت سے مائیکل کو کسی بھی معاملے میں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی لیکن اس نے اپنی اصلیت کو پوشیدہ رکھنے اور اپنی شناخت ظاہر نہ کرنے میں ہی مصلحت سمجھی تھی۔ اسے ہدایات بھی کچھ اسی قسم کی ملی تھیں۔ زیادہ تر وہ اپنے آپ کو ڈاکٹر نازا کی جائیداد کی حدود میں ہی رکھتا تھا۔

ڈاکٹر نازا کے بال برف کی طرح سفید..... لیکن صحت عمدہ تھی۔ اس کا قد بھی سسلی کے عام باشندوں سے اونچا..... یعنی تقریباً چھ فٹ تھا۔ عمر ستر سال سے زیادہ ہونے کے باوجود اس نے جوانی کے مشاغل ترک نہیں کئے تھے۔ ہر ہفتے وہ بڑی باقاعدگی سے جوان اور حسین پیشہ ور خواتین کو خراج تحسین پیش کرنے پارلمو جاتا تھا۔

اس کا دوسرا محبوب مشغلہ مطالعہ تھا۔ اسے صرف اپنے پیشے سے متعلق..... یعنی میڈیکل کی کتابیں پڑھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ باقی وہ دنیا کی ہر چیز بڑی دلچسپی سے پڑھتا تھا اور بڑے گنجائش کے موضوعات پر اپنے ارد گرد کے لوگوں سے تبادلہ خیال کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس کے ارد گرد چونکہ صرف سادہ لوح، ان پڑھ اور کھیتی باڑی کرنے والے لوگ پائے جاتے تھے اس لئے وہ بیچارے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اثبات میں سر ہلانے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ پیٹھ پیچھے وہ یہی کہتے تھے کہ سسلی بڑھانہ جانے کہاں کہاں کی ہانکتار ہوتا ہے۔

مائیکل کی صورت میں ڈاکٹر نازا کو ایک بہتر سامع مل گیا تھا۔ کبھی کبھی ڈون ٹو ما بھی

جدوجہد کے لیے تھی..... لیکن رفتہ رفتہ خود غریب، مظلوم اور فریادی طبقات بھی اس کی کارروائیوں کی زد میں آنے لگے۔ ان کے مسائل میں اضافہ کرنے والا گویا ایک اور طبقہ پیدا ہو گیا۔ پھر لوگ ان کی آپس کی چپقلشوں کی زد میں بھی آتے تھے۔

رفتہ رفتہ مافیا کا ”راہن ہڈ“ والا کردار ختم ہو گیا اور وہ خود استحصالی طبقوں کی ساتھی بن گئی۔ حاکموں، دولت مندوں اور لیبروں نے انہیں اپنا شریک کار اور محافظ بنالیا۔ دولت جمع کرنے اور لوٹ مار سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کے لئے گویا دونوں کا گٹھ جوڑ ہو گیا۔ جن طبقات کے خلاف جدوجہد کے لئے مافیا بنی تھی، درحقیقت وہ انہی کے آلہ کار بن گئی۔ غریب، مظلوم اور فریادی بے چارے بدستور نقصان میں ہی رہے۔ مافیا درحقیقت انہی کی طرف تھی جو انہیں بھتے..... یا کسی اور شکل میں خراج ادا کر سکتے تھے۔ خالی ہاتھ والے خالی ہاتھ ہی رہے۔

مائیکل کا ٹوٹا ہوا جبرِ صحیح طور پر جبر نہیں۔ نہ تھا اور اسے اسی حالت میں فرار ہونا پڑا تھا۔ اس لئے نتیجے میں اس کا منہ مستقل طور پر ٹیڑھا ہو گیا تھا اور کبھی کبھار اس کے جبرے میں درد بھی اٹھتا تھا جس کے لئے ڈاکٹر نازا اسے کچھ درد کش گولیاں دے دیتا تھا۔

ڈاکٹر نے اسے پالمو لے جا کر باقاعدہ سرجری کرا کے جبر اٹھیک کرانے کی پیشکش کی لیکن جب مائیکل نے اس کا تفصیل طریقہ کار سنا تو اس نے اتنی زحمت اور تکلیف اٹھانے سے انکار کر دیا۔ ڈاکٹر نازا نے خود اس کا تفصیلی علاج کرنے کی پیشکش کی لیکن مائیکل اسے بھی ناتراہا کیونکہ اسے پتا چلا تھا ڈاکٹر نازا نے باقاعدہ پڑھ لکھ کر محنت کر کے ڈگری نہیں لی تھی بلکہ اسے مافیانے ڈاکٹر بنوایا تھا۔ مافیانے جو ڈگری چاہتی، دلا سکتی تھی اور جس کو جس پٹے میں چاہتی، داخل کر داسکتی تھی۔ مائیکل کے یہ سوچ کر رو گئے کھڑے ہو جاتے تھے کہ جس سوسائٹی میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا، اس کا انجام کیا ہو سکتا تھا؟ یہ ایک کینسر تھا جو جس سوسائٹی، جس معاشرے میں بھی پھیلتا رفتہ رفتہ اسے کھا جاتا۔ سسلی اس کی ایک مثال تھا جو اب بدرجوں کا مسکن معلوم ہوتا تھا۔ اس کے زیادہ تر لوگ روزی کی تلاش میں..... یا پھر

آ جاتا تو وہ تینوں شام کو بڑے سے باغ میں بیٹھ کر دیر تک باتیں کرتے۔ باغ میں پھلوں سے لدے درختوں کے علاوہ ماربل کے بہت سے مجسمے بھی تھے۔ وہاں ویسے بھی ہر جگہ مجسمے نصب کرنے کا رواج بہت زیادہ تھا۔ باغوں میں تو ایسا لگتا تھا گویا مجسمے درختوں کے ساتھ اگتے ہوں۔

یہاں مختلف پھلوں اور پھولوں کی خوشبو پھیلی رہتی اور مدھم ہوا کے جھونکے حواس میں فرحت کا احساس اور بڑھادیتے۔ ایسے میں ڈون مقامی مشروب کی چسکیاں لیتے ہوئے ماضی میں کھوجانا اور مائیکل کو وہاں کی تاریخ، کلچر اور مافیا کے پس منظر وغیرہ کے بارے میں بتاتا۔

مافیا کا اصل مطلب ”پناہ گاہ“ تھا لیکن رفتہ رفتہ یہ اس گروہ کا نام بن گیا جو ان حاکموں کے خلاف جدوجہد کرنے لگا تھا جنہوں نے ہمیشہ غریبوں کا خون چوسا تھا، انہیں کچلا تھا اور ان کی محنت پر خود عیش کرتے رہے تھے۔ سسلی میں یہ عمل دنیا کے دوسرے ممالک کے مقابلے میں زیادہ طویل عرصے سے جاری چلا آ رہا تھا۔ پولیس حاکموں کی آلہ کار رہی تھی جس کی مدد سے وہ ان پڑھ اور غریب عوام کو کچلتے تھے اور ان پر اپنا جابرانہ تسلط برقرار رکھتے تھے۔ اس لئے ان طبقات میں پولیس نفرت کا نشانہ تھی۔ انہیں آپس میں کسی کو گالی دینا ہوتی تھی تو وہ اسے پولیس والا کہتے تھے۔

مافیا روز بہ روز طاقتور اور منظم ہوتی گئی۔ لوگ اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں اور مظالم کے سلسلے میں ان کے پاس فریادیں لے کر جانے لگے جو ان سے رازداری کا عہد لیتی تھی۔ مظلوم اور پنے ہوئے افراد رازداری کے اتنے عادی ہو گئے کہ اگر کوئی اجنبی ان سے کہیں کا راستہ پوچھتا تو وہ اسے بھی کوئی جواب نہ دیتے۔ ان کا کوئی آدمی قتل ہو جاتا اور انہوں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا تب بھی وہ قاتل کا نام نہ لیتے۔ کسی کی بیٹی کی عزت لٹ جاتی اور وہ مجرم سے واقف ہوتا تب بھی اس کا نام زبان پر نہ لاتا۔

مافیا بنی تو ظالموں، جابروں، حاکموں اور دولت مندوں کے خلاف خفیہ اور مسلح

ذبحی حکمرانوں کے ترجمان بن گئے۔ اس طرح مافیا کو دوبارہ پہلے سے زیادہ طاقتور ہونے کا موقع مل گیا۔

مائیکل کو اطالوی زبان کی پہلے سے ہی کچھ شہد تھی۔ سسلی میں سات ماہ کے قیام کے دوران وہ اس زبان سے مزید آشا ہو گیا تھا تاہم اسے مقامیوں کی طرح زبان پر عبور حاصل نہیں تھا۔ اس کے باوجود اسے مقامی سمجھا جاسکتا تھا کیونکہ بہت سے ایسے اطالوی بھی تھے جنہوں نے دوسرے ملکوں میں پرورش پائی تھی اور وہ اپنی زبان صحیح طور پر نہیں بول پاتے تھے۔

اس کے علاوہ مائیکل کو اس کے ٹیڑھے جڑے کی وجہ سے بھی مقامی سمجھا جاسکتا تھا کیونکہ مقامیوں میں اس قسم کے جسمانی نقائص عام تھے جنہیں معمولی سرجری یا پھر بہت اچھے علاج کے ذریعے درست کیا جاسکتا تھا لیکن مقامی لوگوں کو یہ سہولتیں میسر نہیں تھیں۔

مائیکل کو کبھی کبھی 'کے' بھی یاد آتی تھی اور یہ سوچ کر اس کے دل میں درد کی لہریں ابھرتی تھی اور وہ اپنے ضمیر پر بوجھ سا محسوس کرتا تھا کہ وہ آتے وقت اسے خدا حافظ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ زندگی میں اگر آئندہ کبھی اس سے ملاقات ہوئی تب بھی پرانا رشتہ بحال نہیں ہو سکے گا۔

ڈون ٹوما سے بھی اب اس کی ملاقات کم ہی ہوتی تھی۔ ڈون نے ڈاکٹر ٹازا کے ولا پر آنا کم کر دیا تھا۔ وہ اپنے کچھ مسائل میں الجھا ہوا تھا۔ پارلمو میں جنگ کی تباہ کاریاں ختم ہونے کے بعد تعمیر نو کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ پیسہ گردش میں آچکا تھا۔ معاش اور روزگار کے ذرائع پیدا ہو رہے تھے۔ ایسے میں مافیا کی نئی نسل نے اندھیر چانا شروع کر دیا تھا۔ ان لوگوں کی نظر میں ڈون ٹوما جیسے لوگ پرانی اور مضحکہ خیز نسل کے نمائندے تھے۔ وہ ان کا صرف مذاق ہی نہیں اڑاتے تھے بلکہ انہیں زک پہنچانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ ڈون ٹوما کچھ اسی قسم کے مسائل میں الجھا ہوا تھا۔

ایک روز مائیکل نے فیصلہ کیا کہ وہ آوارہ گردی کرتا ہوا کارلیون سے بھی آگے

قتل ہونے سے بچنے کے لئے دوسرے ملکوں کی طرف نکل گئے تھے۔

مائیکل کے پاس سوچ بچار کرنے کے لئے بہت وقت ہوتا تھا۔ دن میں وہ دیہات میں لمبی چہل قدمی کے لئے نکل جاتا۔ دو چرواہے مقامی بندوقیں لئے اس کے ساتھ ہوتے۔ یہ چرواہے درحقیقت کرائے کے قاتل تھے اور مائیکل کی حفاظت کے لئے ڈون کی طرف سے تعینات کئے گئے تھے۔

مائیکل آوارہ گردی کے لئے نکلتا تو علاقے کی خوبصورتی دیکھ کر حیران رہ جاتا اور سوچتا کہ ان لوگوں کو کیسی بد نصیبی نے گھیرا ہو گا جو اتنی خوبصورت جگہوں اور فطری حسن سے مالا مال نظاروں کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کبھی کبھی مائیکل یونہی گھومتا پھرتا اپنے آبائی گاؤں کارلیون تک چلا جاتا جس کی آبادی تقریباً اٹھارہ ہزار تھی۔ اٹھارہ ہزار کی اس آبادی میں گزشتہ ایک سال کے دوران ساٹھ افراد قتل ہوئے تھے۔ اس گاؤں پر ہر وقت موت کے مہیب سائے منڈلاتے محسوس ہوتے تھے۔

ملینی نے سسلی کو مافیا سے پاک کرنے کے لئے جس شخص کو پولیس چیف بنا کر بھیجا تھا اس نے پورے جزیرے میں تین فٹ سے اونچی بیرونی دیوار تعمیر کرنا ممنوع قرار دیا تھا اور جو دیواریں اس سے زیادہ اونچی تھیں ان کا فاضل حصہ تڑوا دیا تھا تا کہ مافیا کے لوگ قتل و غارت اور گھات لگانے کے لئے انہیں استعمال نہ کر سکیں۔ اس تدبیر کا بھی کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا تھا۔

آخر کار اس نے ہر اس شخص کو گرفتار کر کے قید خانوں میں ڈلوادیا تھا جس پر مافیا کا آدمی ہونے کا شبہ ہوتا تھا لیکن دوسری عالمگیر جنگ کے بعد جب اتحادی فوجوں نے سسلی کے جزیرے پر قبضہ کیا یا اپنے الفاظ میں جزیرے کو "آزاد" کرایا تو عارضی طور پر وہاں امریکی فوج نے حکومت قائم کی۔ امریکی فوجیوں کی نظر میں ہر وہ آدمی جمہوریت پسند تھا جسے "فاشٹ" حکومت نے جیل میں ڈالا ہوا تھا چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو جیلوں سے نکال کر مختلف عہدوں پر فائز کر دیا۔ یوں مافیا کے بہت سے لوگ گاؤں دیہات کے میزاور

وہ پھولوں اور پھلوں سے لدے باغات اور خوبصورت نظاروں کے درمیان پھنڈیوں پر چلے جا رہے تھے۔ کبھی کبھی گدھا گاڑیاں ان کے قریب سے گزرتی تھیں۔ انہیں نے دیکھا تھا کہ یہاں گدھا گاڑیوں پر رنگ برنگا پینٹ کرنے اور طرح طرح کی تصویریں بنانے کا رواج تھا۔ وہ گرد و پیش کی ہر چیز سے محفوظ ہوتا جا رہا تھا حالانکہ اس کا جڑا ٹکٹف دے رہا تھا اور اس کے دباؤ کی وجہ سے اس کی دائمی نزلے کی تکلیف بھی بڑھ گئی تھی۔

پندرہ میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد آخروہ تھک گئے اور مالٹے کے درختوں کے ایک جھنڈ میں چشے کے قریب کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ کھانے پینے کی کچھ چیزیں وہ ساتھ لائے تھے۔ کھانے کے بعد ان پرستی چھانے لگی۔ وہ سستانے کے لئے وہیں لیٹ گئے۔ لیٹنے تو اپنے ٹیٹو کی نمائش کرنے کے لئے قیام کے سارے بٹن کھول دیئے۔

وہیں پس منظر میں رومن طرز تعمیر کا ایک ولا بھی نظر آ رہا تھا جو کسی چھوٹے سے قلعے کے منہ نہیں تھا۔ اس قلعے سے گاؤں کی لڑکیوں کی ایک ٹولی بڑی عمر کی دو عورتوں کی قیادت میں نکلی۔ وہ عورتیں ڈھیلے ڈھالے سیاہ لباس میں تھیں۔ لڑکیاں شاید اس مکان کی صفائی سنبھال رہی تھیں اور دیگر کاموں کے لئے آئی تھیں۔ غالباً وہ مکان کسی امیر آدمی کی ملکیت تھا جو اپنی لڑکی کے ساتھ سردیوں میں آ کر وہاں قیام کرتا تھا۔

لڑکیاں کام سے فارغ ہونے کے بعد چمیلیں کرتی اور ایک خاص قسم کے پھول جمع کرتی چلی آ رہی تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکی پھول جمع کرتی بے خیالی میں ان کے عین قریب چلی آئی۔ وہ سب ہی لڑکیاں نوخیز تھیں۔ کسی کی بھی عمر اٹھارہ انیس سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔ جولڑکی اکیلی بے خبری میں ان کی طرف چلی آ رہی تھی اس کے ایک ہاتھ میں بیاہنگوروں کا خوشہ اور دوسرے ہاتھ میں پھول تھے۔

مائیکل ایک درخت کے سہارے نیم دراز، مہوت سا سے دیکھے جا رہا تھا۔ ایسا حسن اس نے اس قدر سادگی اور معصومیت کے ساتھ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لڑکی کے بال سیاہ

پہاڑوں تک جائے گا۔ حسب معمول دونوں چرواہے بندوقیں لئے بطور باڈی گارڈ اس کے ہمراہ تھے۔ یہ باڈی گارڈ اس کے ساتھ اس لئے تھی نہیں کئے گئے تھے کہ یہاں اسے کارلیون فیملی کے دشمنوں سے کوئی خطرہ تھا..... بلکہ یہاں ویسے ہی کسی اجنبی کا رہنا اور ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے پھرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ علاقہ جرائم پیشہ لوگوں سے بھرا پڑا تھا۔ ہر قسم کی وارداتیں عام تھیں۔ راہ چلتے لوگ بھی ان کی لپیٹ میں آ جاتے تھے۔ مائیکل اکیلا ادھر ادھر پھرتا تو اسے ایک خاص قبیل کا چور بھی سمجھا جاسکتا تھا جو کھلیان نما جھونپڑیوں میں چوری کرتے تھے۔ دراصل یہاں زمینوں پر کام کرنے والے کارندے وہیں قیام نہیں کرتے تھے۔ ان کے گھر تو اپنی بستیوں میں ہی ہوتے تھے جو عام طور پر زرعی زمینوں سے دور ہوتی تھیں۔ چنانچہ وہ اپنے کاشتکاری کے اوزار یا ہاتھ سے چلنے والی چھوٹی موٹی مشینیں وغیرہ کھیتوں کے قریب ہی چھوڑ جاتے تھے تاکہ روز اٹھا کر نہ لانی پڑیں۔ ان میں سے بعض چیزیں خاصی بھاری ہوتی تھیں۔ یہ چیزیں قدرے حفاظت سے رکھنے کے لئے انہوں نے فامز کھیتوں اور باغات کے قریب کھلیان نما جھونپڑیاں بنائی ہوتی تھیں۔

چور انہیں بھی نہیں بخشے تھے۔ ان میں سے یہ چیزیں چرا کر لے جاتے تھے۔ کاشت کاروں اور زرعی کارندوں نے بھی آخر اس مسئلے کے تدارک کے لئے مافیا ہی کی خدمات حاصل کیں۔ مافیا کے لوگوں نے جن چوروں کو پکڑا انہیں موقع پر ہی مار ڈالا۔ کئی افراد محض شک کی بناء پر ہی مارے جاسکے تھے..... لہذا کسی کا محض اس شک کی زد میں آنا بھی موت کے پیغام سے کم نہیں تھا۔

مائیکل کے دونوں محافظوں میں سے ایک تو بالکل ان پڑھ اور کوڑھ مغز تھا۔ وہ بولا بھی بہت کم تھا اور اس کا چہرہ ہمیشہ جذبات سے عاری رہتا تھا۔ اس کا نام کیلو تھا۔ دوسرا البتہ معمولی پڑھا لکھا تھا اور اس نے تھوڑی بہت دنیا بھی دیکھی تھی کیونکہ وہ اطالوی نیوی میں ملازم رہ چکا تھا۔ اس کے پیٹ پر ایک ٹیٹو بنا ہوا تھا جو اس علاقے میں ذرا غیر معمولی بات تھی۔ وہ اپنے اس ٹیٹو کی وجہ سے آس پاس مشہور تھا۔ اس کا نام فیب تھا۔

اس نے ایسا کچھ محسوس نہیں کیا تھا۔

اس لڑکی کا بیضوی چہرہ اس کے ذہن پر نقش ہو کر رہ گیا تھا اور وہ گویا سرتاپا طلب بن گیا۔ اس کا رواں رواں گویا پکار رہا تھا کہ اگر وہ لڑکی اسے نہ ملی تو وہ ایک عجیب محرومی کی تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ اس لڑکی کو اس نے پہلی بار دیکھا تھا اور چند لمحوں کے انتظار سے ’نے‘ کے تصور کو بھی گویا اس کے ذہن کے نہاں خانوں سے نکال باہر کیا

’کیا وہ اجڑا ہوا ہے صحیح کہہ رہے تھے؟ کیا واقعی اس کے ہوش و حواس پر بجلی گر پڑی؟ وہ سوچ رہا تھا۔

فیث بولا۔ ”ہم گاؤں چلتے ہیں..... ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے.....“  
 ری حالت کا علاج اب یہی ہے کہ وہ لڑکی تمہیں مل جائے..... اور کچھ بعید نہیں کہ سانی سے ”دستیاب“ ہو جائے..... ہم خواہ مخواہ ہی پریشان ہو رہے..... کیا خیال ہے کیلو؟“

کیلو نے اس کی تائید میں سر ہلایا۔ مائیکل کچھ نہ بولا اور ان دونوں کے ساتھ اس کی طرف چل دیا جہاں پہنچ کر وہ لڑکیاں ان کی نظر سے اوجھل ہو گئی تھیں۔

گاؤں بیشتر دیہات جیسا ہی تھا۔ ہم وہ ایک قدرے بڑی سڑک کے قریب واقع تھا لے اس کی حالت کچھ بہتر نظر آ رہی تھی۔ گاؤں کے وسط میں ایک فوارہ تھا..... جو

یہاں کے دیہات کی روایت تھی۔ چند دکانیں تھیں۔ وائن شاپ تھی..... اور ان سے پہلے ایک کیفے تھا جس کے برآمدے میں تین میزیں لگی ہوئی تھیں۔

وہ ایک میز پر جا کر بیٹھ گئے۔ گاؤں کچھ دیر ان سا لگ رہا تھا۔ کیفے کا مالک خود انہیں سنے آیا اور خوش خلقی سے بولا۔ ”تم لوگ یہاں اجنبی معلوم ہوتے ہو۔ میرے ہاں کی ہلا کر دیکھو۔ یہاں کے بہترین انگوروں اور مالٹوں سے میرے اپنے بیٹے تیار کرتے میٹل کی بہترین وائن ہے۔“ انہوں نے آمادگی ظاہر کر دی اور کیفے کا مالک وائن سے

گھنگریا لے آئیں غزالی اور رنگت چاندنی جیسی تھی۔ مائیکل کے باڈی گارڈ اسے یوں محویت سے لڑکی کی طرف تکتے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔ ان کے خیال میں مائیکل کے ہوش و حواس پر بجلی گر گئی تھی۔ جب پہلی بار..... اور محض ایک نظر کسی لڑکی کو دیکھ کر کسی مرد کی یہ حالت ہوتی تھی تو وہاں اس کے لئے یہی اصطلاح استعمال ہوتی تھی کہ اس کے ہوش و حواس پر بجلی گر پڑی۔

عین قریب آ کر لڑکی کی نظر ان لوگوں پر پڑی اور اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ انگوروں کا خوشہ اور پھول اس کے ہاتھوں سے گر گئے۔ پھر وہ پلٹ کر کسی خوفزدہ برہنہ کی طرح بھاگی۔ کیلو اور فیث دھیرے دھیرے ہنس رہے تھے جبکہ مائیکل دم بہ خود بیٹھا تھا۔ وہ اب بھی لڑکی کو ایک ٹک عقب سے دیکھ رہا تھا۔ دوڑتے وقت اس کے عضلات کا لہر اؤ واقعی اس کے ہوش گم کئے دے رہا تھا۔ اس کا دل گویا اس کی کنپٹیوں میں آ کر دھڑک رہا تھا۔ دونوں باڈی گارڈ اس کی حالت پر اب باقاعدہ زور زور سے ہنس رہے تھے۔

لڑکی دوسری لڑکیوں اور بڑی عمر کی عورتوں کے پاس پہنچ چکی تھی اور پلٹ کر ہاتھ کے اشاروں سے گھبرائے ہوئے سے انداز میں انہیں درختوں کے جھنڈ میں مردوں کی موجودگی کے بارے میں بتا رہی تھی۔ مائیکل اتنی دور سے بھی اس کے حسن بلاخیز کی کشش محسوس کر سکا تھا۔ بڑی عمر کی عورتوں نے غالباً ڈانٹنے کے انداز میں اس سے کچھ کہا پھر وہ سب کی سب آگے چل دیں۔

”بھئی تمہارے ہوش و حواس پر تو واقعی بجلی گر پڑی.....“ فیث بے تکلفی سے بولا۔ ”لیکن یہ اتفاق کسی کسی کے ساتھ پیش آتا ہے..... اور اسے خوش قسمت سمجھا جاتا ہے۔“

مائیکل نے مقامی شراب کی بوتل سے ایک گھونٹ لیا۔ اس کا سر گھوم رہا تھا۔ اپنی کیفیت پر وہ خود بھی حیران تھا۔ زندگی میں پہلی بار اس کی یہ حالت ہوئی تھی۔ اس کیفیت سے اس کا واسطہ کبھی لڑکپن میں بھی نہیں پڑا تھا۔ ’کے‘ سے پہلی بار تعلق استوار ہوتے وقت

ایک ہی وہ گویا ایک بدلا ہوا انسان دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی شخصیت سے کچھ ایسا سا جھلکنے لگا تھا جسے محسوس کر کے دوسرے اس کی عزت کرنے پر مجبور ہو سکتے تھے۔

باڈی گاڑی ایک دم اس کے سامنے مرعوب سے نظر آنے لگے۔ مائیکل کا وہاں سے باور روانہ ہونے کا کوئی ارادہ نظر نہیں آتا تھا۔

اس کے بجائے اس نے انہیں حکم دیا۔ ”اسے ذرا باہر بلا کر لاؤ.....“

دونوں باڈی گاڑی اپنی بندوقیں سنبھال کر سعادت مندی سے اندر گئے اور چند لمحے اپنے کے مالک کو ساتھ لئے باہر آ گئے۔ وہ دونوں اس کے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ ان سے خوفزدہ ہرگز نہیں تھا بلکہ اب بھی غصے میں ہی نظر آ رہا تھا۔

مائیکل نے کرسی سے ٹیک لگا کر ایک لمحے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں آنکھیں کر دیکھا۔ پھر پرسکون لہجے میں کہا۔ ”مجھے اندازہ ہے کہ میں نے تمہاری بیٹی کے بارے میں اس طرح بات کر کے تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ اس کے لئے میں تم سے رخصت خواہ ہوں۔ میں اس علاقے میں اجنبی ہوں۔ یہاں کے رسم و رواج سے ناواقف..... لیکن یقین کرو..... میں نے جو کچھ کہا اس سے تمہاری یا تمہاری بیٹی کی ناکر ہرگز میرا مقصد نہیں تھا..... اور نہ ہی میں نے تمہاری بیٹی کو کوئی ایسی ویسی لڑکی لال کے بارے میں بات کی تھی۔“

اس کے اندازِ خطابت سے دونوں باڈی گاڑی متاثر نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے اس کے لئے مائیکل کو اس طرح بات کرتے نہیں سنا تھا۔ اس کے لہجے میں نرمی کے باوجود ایک قلم وقار اور بدبہ تھا۔ اس نے معذرت بھی باوقار انداز میں کی تھی۔

کیفے کے مالک نے کندھے اچکائے اور اس کے چہرے کی تختی میں کچھ کمی آئی۔ تاہم بولا تو اس کا لہجہ تناؤ زدہ تھا۔

”تم کون ہو اور میری بیٹی سے کیا چاہتے ہو؟“ اس نے پوچھا۔

مائیکل بلا تامل اور بلا ہچکچاہٹ بولا۔ ”میرا نام مائیکل ہے۔ میں امریکی ہوں اور

بھرا ہوا ایک جگ لے کر آ گیا۔ وہ گٹھے ہوئے جسم کا ایک پستہ قد ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ اس واقعہ واقعی اچھی تھی۔ انہوں نے چند گھنٹ بھرنے کے بعد اس کی تعریف کی۔

پھر فیب اس سے مخاطب ہوا۔ ”مجھے یقین ہے تم یہاں کی سب لڑکیوں کو جانے گی کچھ دیر پہلے ہم نے چند حسیناؤں کو ادھر آتے دیکھا تھا۔ خاص طور پر ان میں سے ایک دیکھ کر تو ہمارے دوست کے ہوش و حواس پر بجلی گر پڑی ہے.....“ اس نے ہانکا طرف اشارہ کیا۔

کیفے کے مالک نے دلچسپی سے مائیکل کی طرف دیکھا۔ مائیکل جلدی سے ”اس لڑکی کے بال سیاہ ریشمی اور گھنگھریالے ہیں۔ آنکھیں بھی بڑی بڑی اور سیاہ ہیر اس کی رنگت..... چاندنی جیسی ہے..... مگر اس میں گلابوں کی جھلک ہے..... کیا گاؤں میں کوئی ایسی لڑکی موجود ہے؟ کیا تم اسے جانتے ہو؟“

”نہیں..... میں ایسی کسی لڑکی کو نہیں جانتا۔“ کیفے کے مالک نے رکھائی کہا اور اندر چلا گیا۔

انہوں نے وہیں بیٹھے بیٹھے دھیرے دھیرے جگ ختم کیا پھر مزید وائٹ منگوانے لئے اس شخص کو پکارا مگر وہ باہر نہیں آیا۔ تب فیب اٹھ کر اندر چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ آیا تو اس کے چہرے پر تناؤ کے آثار تھے۔

وہ دبی دبی سی آواز میں مائیکل سے مخاطب ہوا۔ ”ہم اس سے جس لڑکی کے بارے میں پوچھ رہے تھے وہ اس کی اپنی بیٹی ہے۔ وہ اندر غصے سے بھرا بیٹھا ہے اور اپنے بیٹوں کا انتظار کر رہا ہے۔ شاید اس کا ارادہ ہے کہ اس کے بیٹے آ جائیں تو وہ بیٹوں ہماری خبر لینے کی کوشش کریں۔ میرا خیال ہے ہمیں اب کارلیون کی طرف روانہ چاہئے۔“

مائیکل نے سردی نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔ اس کے تاثرات بدل تھے۔ ان دونوں باڈی گاڑی کو وہ اب تک ایک نرم خور اور عام سانو جوان دکھائی دیتا تھا

ہاتھا۔ پھر اس نے دونوں چرواہوں کی طرف دیکھا جو اس وقت باڈی گارڈز کے فرائض بام دے رہے تھے اور بے خونی سے بندوقیں سرعام لئے پھر رہے تھے۔ دل ہی دل میں ہاتھ اسی نتیجے پر پہنچا ہو گا کہ اس طرح دو باڈی گارڈز کے ساتھ پھرنے والا اور روپوشی کی رخ سے ایک ملک سے بھاگ کر دوسرے ملک آ جانے والا آدمی معمولی اور بے حیثیت تو میں ہو سکتا تھا۔

تاہم وہ اپنے لہجے میں خفگی کا عنصر برقرار رکھتے ہوئے بولا۔ ”اتوار کی سہ پہر کو یہاں جاؤ۔ میرا نام وٹیلی ہے اور میرا گھر..... وہ..... گاؤں سے ذرا آگے پہاڑی پر ہے..... لیکن تم یہیں کیفے میں ہی آ جانا۔ میں یہاں سے تمہیں اپنے ساتھ گھر لے دوں گا۔ پھر بیٹھ کر بات کریں گے۔“

فیث نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا لیکن مائیکل نے اس کی طرف ایسی نظر سے دیکھا کہ وہ گویا بولنا بھول گیا۔ کیفے کا مالک غالباً اس بات سے کچھ اور متاثر ہوا۔ غالباً اسی کا نتیجہ کہ جب مائیکل نے مصافحے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نہ صرف مصافحہ رلیا بلکہ قدرے خوش خلفی سے مسکرانے بھی لگا۔ شاید اس کا دل اس سے کہہ رہا تھا کہ اس راجا چانک اس قسم کا رشتہ مل جانا اس کے..... اور اس کی بیٹی کے لئے خوشی بختی کا لٹ ہو سکتا تھا۔

اس کے بعد آوارہ گردی میں مائیکل کو دلچسپی نہیں رہی۔ انہوں نے کارلیون سے رائے کی ایک کارلی، جس میں ڈرائیور بھی موجود تھا۔ اس کار کے ذریعے وہ دوپہر کے بعد ہل پہنچ گئے۔

اس شام ڈون ٹوما بھی آیا ہوا تھا۔ اسے اور ڈاکٹر ٹازا کو یقیناً باڈی گارڈز کی زبانی ٹانگے واقعے کی خبر مل چکی تھی کیونکہ شام کو جب وہ تینوں باغ میں اکٹھے ہوئے تو ڈاکٹر ٹازا، مائیکل کی طرف دیکھ کر شریر انداز میں مسکراتے ہوئے گویا ڈون کو یاد دلایا۔ ”آج تو اسے دوست کے ہوش و حواس پر بھلی گر پڑی ہے۔“

روپوش ہونے کے لئے سسلی آیا ہوں۔ میرے ملک کی پولیس کو میری تلاش ہے۔ تم چاہو میرے بارے میں اسے مطلع کر کے بہت بڑی رقم انعام کے طور پر حاصل کر لو۔ لیکن اس طرح تمہاری بیٹی کو شوہر بھی نہیں ملے گا اور وہ باپ سے بھی مجروحہ جائے گی.....“

اس نے ایک لمحے توقف کیا پھر بولا۔ ”میں تمہاری اجازت سے اور تمہاری فیما موجودگی میں نہایت باعزت طریقے سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں ایک باعزت آدمی ہوں..... تمہیں اور تمہاری ساری فیملی کو بھی باعزت سمجھ رہا ہوں۔ میں تمہاری بیٹی مل کر باعزت انداز میں ہی اس سے شادی کی درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ اگر بات بن ہے..... وہ مان جاتی ہے..... مجھے قبول کر لیتی ہے تو ہم شادی کر لیں گے اور انکار کر دیتی ہے تو آئندہ تم کبھی میری شکل نہیں دیکھو گے۔ مناسب وقت آنے پر میں تمہیں وہ سب کچھ بتا دوں گا جو ایک سرکوائپ اپنے داماد کے بارے میں معلوم ہونا چاہئے۔“

تینوں آدمی دم بخود سے مائیکل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کیفے کے مالک کے چہ پر غصے کے تاثرات اب اسے شدید نہیں رہے تھے۔ اب ان میں بے یقینی اور تنہا بزدلی آمیزش ہو چکی تھی۔

مائیکل کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ان الفاظ کا اصل مطلب کیا تھا۔ سسلی میں کوئی راست کسی سے نہیں پوچھتا تھا۔ ”کیا تم مافیا کے آدمی ہو؟“

درحقیقت وہاں مافیا کا نام ہی نہیں لیا جاتا تھا۔ کوئی خواہ مافیا کو پسند کرتا تھا یا اس نفرت کرتا تھا ڈھکے چھپے الفاظ میں اسے مافیا کو دوست ہی کا درجہ دینا پڑتا تھا۔ اس سوال اس طرح کیا جاتا تھا۔ ”کیا تم دوستوں کے دوست ہو؟“

”نہیں.....“ مائیکل نے جواب دیا۔ ”میں نے کہا نا..... کہ میں: اجنبی ہوں۔“

کیفے کے مالک نے اس کا سر تاپا جائزہ لیا۔ وہ گویا اسے نظروں ہی نظروں میں

وٹیلی کا گھر دیکھ کر مائیکل کو اندازہ ہوا کہ وہ عام لوگوں کی نسبت ذرا خوشحال تھا۔ اس دنوں بیٹے بھی گویا خاص طور پر اس کے استقبال کے لئے تیار ہو کر بیٹھے تھے۔ ان کی مزیدادہ نہیں تھیں مگر تنومند اور مضبوط ہونے کی وجہ سے وہ اپنی عمر سے کچھ بڑے لگتے تھے۔ وٹیلی کی بیوی بھی چاق و چوبند اور صحت مند عورت تھی لڑکی کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔

ماں بیٹوں سے مائیکل کا تعارف کرایا گیا لیکن اس نے ایک لفظ بھی نہیں سنا۔ اس ان لوگوں کے تحائف انہیں دیئے البتہ اس تحفے کا پیکٹ اپنے پاس ہی رکھا جو وہ لڑکی لئے لے کر آیا تھا۔ اس کے تحائف شکریے کے ساتھ قبول کر لئے گئے لیکن کچھ زیادہ یا گرم جوشی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ مائیکل کو احساس ہوا کہ شاید اس نے تحائف لانے بلت دکھائی تھی۔ ابھی تو بات چیت شروع بھی نہیں ہوئی تھی اور وہ تحفے لے آیا تھا۔ نہ لڑکی والوں کا جواب کیا ہو؟

آخر وٹیلی نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ”یہ مت سمجھنا کہ ہم ہر اجنبی لہجہ گھر میں بلا کر اس کی خاطر مدارات کر سکتے ہیں اور اس سے تحفے قبول کر سکتے۔ دراصل ٹومہ نے ہمیں تمہارے بارے میں اطمینان دلایا ہے..... اور اس علاقے کا جیسے آدمی کے الفاظ پر نہ تو کوئی شبہ کر سکتا ہے اور نہ اس کی سفارش کو نظر انداز کر سکتا۔ اسی لئے ہم نے تمہیں خوش آمدید کہا ہے..... لیکن اس بات سے تو تم بھی ناگوار گے کہ اگر ہم اتنا بڑا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں..... اور تم اس معاملے میں مانجیدہ ہو تو ہمیں تمہارے بارے میں کچھ زیادہ معلوم ہونا چاہئے۔ ہمیں یہ تو معلوم ہو ہے کہ تمہارے خاندان کا تعلق یہیں سے ہے۔ فی الحال ہمارے لئے اتنا ہی جاننا کافی لڑوں ٹومہ تمہیں اور تمہارے خاندان کو اپنے دوستوں میں شمار کرتا ہے۔“

”آپ میرے بارے میں جب جو پوچھیں گے میں بتا دوں گا۔“ مائیکل نے کہا۔  
اس لمحے اس کی کسی نامعلوم حس نے اسے بتایا کہ لڑکی کہیں آس پاس ہی موجود تھی۔

ٹومہ مسکرایا اور اس نے مربیانہ انداز میں سر ہلایا۔ مائیکل نے ٹومہ سے کہا۔ ”اتوار کو میں ان لوگوں کے گھر شادی کی بات کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے کچھ رقم کی ضرورت ہوگی۔ میں ان لوگوں کے لئے تحائف خریدنا چاہتا ہوں اس کے علاوہ میرے پاس گاڑی بھی ہونی چاہئے۔“

ڈون ٹومہ نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔ ”تم تمہیں صبح مل جائے گی اور گاڑی کے لئے میں فیب سے کہہ دوں گا۔ اسے مشینی چیزوں کی کچھ سمجھ ہو جیہ۔ وہ تمہارے لئے کوئی سیکنڈ ہینڈ گاڑی خرید لائے گا۔“

پھر ایک لمحے کے توقف سے وہ بولا۔ ”میں اس فیملی کو جانتا ہوں۔ اچھے..... معزز لوگ ہیں۔ گئے گزرے نہیں ہیں۔ لڑکی بھی اچھی ہے..... لیکن ایک بار پھر سوچ لو..... مجھے اپنے باپ کے سامنے شرمندہ نہ کرانا۔“

مائیکل نے اس کی طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو۔ ”سوچنے کا ہوش کس کم بخت کو ہے؟“

اتوار سے پہلے فیب مائیکل کے لئے ایک سیکنڈ ہینڈ الفارو میو گاڑی خرید لایا۔ گاڑی پرانی لیکن عمدہ حالت میں تھی۔ رقم مائیکل کو پہلے ہی مل چکی تھی اور وہ بس کے ذریعے پارکس جا کر لڑکی اور اس کے گھر والوں کے لئے تحائف خرید لایا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ لڑکی کا نام لونیا تھا۔ وہ اب ہر رات اسی کے خواب دیکھتا تھا۔

اتوار کو مائیکل گاڑی میں کیفے جا پہنچا۔ کیلو اور فیب بچھلی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ کیفے اس روز بند تھا لیکن وٹیلی ان کے انتظار میں بیٹھا تھا۔ مائیکل نے دونوں باڈی گارڈز کو وہاں رکنے کے لئے کہا اور وٹیلی کے ہمراہ پیدل اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سفر تو مختصر ہی تھا لیکن اس میں پہاڑی پر چڑھائی بھی شامل تھی۔ عام حالات میں شاید تحائف کے پیکٹ اٹھا کر پہاڑی پر چڑھنا مائیکل کو دشوار محسوس ہوتا لیکن اس وقت پہلی نظر کا عشق گویا اسے اڑانے لئے جارہا تھا۔

مائیکل ایک ٹک لڑکی کے بیضوی چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ گویا اس کے یا قوتی  
بٹوں میں گردش کرتے خون کی حرکت بھی صاف دیکھ سکتا تھا۔ وہ مرتعش لہجے میں بولا۔  
”میں نے اس روز باغ میں تمہیں دیکھا تھا..... اگر تم اچانک مجھے دیکھ کر ڈر گئی تھیں تو  
میں معذرت خواہ ہوں.....“

لڑکی نے صرف ایک لمحے کے لئے نظر اٹھا کر دیکھا، پھر اسی شرمیلے انداز میں سر جھکا  
یا۔ اس کی لمبی لمبی سیاہ پلکیں یوں جھکی ہوئی تھیں جیسے اس کی آنکھیں بند ہوں۔ لڑکی کی ماں  
ہی۔ ”بیٹی! اس سے بات کر دنا..... پیچارہ میلوں کا سفر کر کے ہم لوگوں سے ملنے آیا  
ہے۔“

لیکن لڑکی نے تب بھی سر نہیں اٹھایا اور نہ ہی کچھ بولی۔ مائیکل نے سہرے کاغذ میں  
بیٹا ہوا اس کے تحفے کا پیکٹ اس کی طرف بڑھایا۔ لڑکی نے پیکٹ لے کر گود میں رکھ لیا لیکن  
سے کھولا نہیں..... اور بدستور سر جھکائے بیٹھی رہی۔

”اے کھولو نا..... لونیا!“ لڑکی کی ماں نے کہا لیکن لونیا نے اب بھی اس کی  
رایت پر عمل نہیں کیا اور اسی طرح شرمیلے انداز میں سر جھکائے بیٹھی رہی۔ آخر ماں نے ہی  
پیکٹ کھولا اور اس میں سے برآمد ہونے والے مٹھلیں ڈبے کو دیکھ کر ہی سرعوب نظر آنے لگی۔  
بے میں سے سونے کی موٹی سی خوبصورت چین برآمد ہوئی۔ چین صرف قیمتی ہی  
نہیں..... بلکہ سسلی کی روایت کے مطابق اس قسم کا تحفہ اس بات کا اشارہ بھی تھا کہ تحفہ  
سینے والا شادی کے معاملے میں نہایت سنجیدہ تھا۔

لڑکی نے ایک بار پھر صرف ایک لمحے کے لئے سر اٹھا کر مائیکل کی طرف دیکھا اور فوراً  
نہ بارہ نظریں جھکاتے ہوئے نہایت دھیمی اور مترنم آواز میں بولی۔ ”شکریہ.....“

اس کی آواز بھی اس کی شخصیت کی طرح خوبصورت تھی۔ مائیکل کے دل میں نفرتی  
گھنٹیاں سی بج اٹھیں۔ لونیا کی شخصیت میں ایک عجیب اجلا پن اور اچھوتا پن تھا۔ ایک انوکھی

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ واقعی کمرے کے اندرونی دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے  
صرف ایک نظر مائیکل کی طرف دیکھا اور شرمیلے انداز میں سر جھکا لیا۔ اس کی چاندنی چہرہ  
رنگت میں شفق کی لالی شامل ہو گئی۔ اس نے بالوں میں یا لباس پر کوئی پھول نہیں لگایا ہوا تھا  
لیکن اس کے وجود سے پھولوں کی خوشبو پھوٹی تھی۔ مائیکل نے یہی خوشبو محسوس کر کے سراپا  
کر دیکھا تھا۔ لڑکی کا لباس بتا رہا تھا کہ اس نے بھی آج کے دن کے لئے خصوصی اہتمام کر  
تھا۔

”آؤ..... آؤ..... یہاں بیٹھو لونیا!“ لڑکی کی ماں نے اسے بلایا اور اپنے  
پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ سر جھکائے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آئی اور اپنی ماں کے پاس کاؤچ پر بیٹھ  
گئی۔ ایک بار پھر مائیکل کی سانس اس کے سینے میں اٹکنے لگی اور خون گویا آتش سیال بن کر  
اس کی کنپیوں میں ٹھو کریں مارنے لگا۔ اس لمحے اسے یہ احساس بھی ہوا کہ وہ اس لڑکی کو کمرے  
اور کی ہوتے دیکھ ہی نہیں سکتا۔ وہ شاید اس مرد کو قتل کر دے گا جو اسے چھونے کی بھی کوشش  
کرے گا۔

اسے پالینے اپنا بنا لینے اور اپنے قبضے میں کر لینے کی خواہش اس کے دل میں آؤ  
شدید تھی کہ صبر کرنا اسے ناممکن محسوس ہو رہا تھا۔ کسی بخیل کو سونے کے سکوں کی.....  
کسی خانہ بدوش کو گھر کی..... اور کتنے ہی دنوں سے صحرا میں بھٹکتے کسی مسافر کو پانی  
کی..... یا کسی جاں بہ لب مریض کو دوا کی طلب جتنی شدت سے ہو سکتی تھی.....  
مائیکل کے خیال میں اس کی طلب ان سب سے کہیں زیادہ شدید تھی۔ اس کی کیفیت کو شاید  
کسی نہ کسی حد تک لڑکی کے گھر والوں نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ انہوں نے شاید یہ بھی محسوس  
کر لیا تھا کہ اس کا تعلق بہر حال کسی بڑے خاندان سے تھا۔ اس کے ٹیڑھے جڑے کو بھی کما  
نے نا پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا تھا کیونکہ دوسری طرف سے اس کے چہرے کو دیکھ  
کر اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ جڑا ٹیڑھا ہونے سے پہلے وہ کتنا وجہ رہا ہوگا۔

وٹلی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ تینوں افراد چہل قدمی کے سے انداز میں چلتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنے لگے تو لونا کی ماں ان سے کچھ پیچھے رہ گئی۔ وہ باتیں کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ ناہموار راستے کی وجہ سے وہ کبھی ہولے سے ایک دوسرے سے ٹکرا بھی جاتے تھے اور ہر بار مائیکل کے جسم میں سنسنی دوڑ جاتی تھی جیسے وہ کوئی نوخیز لڑکا ہو اور زندگی میں پہلی بار کسی لڑکی سے ٹکرایا ہو۔

ایک جگہ تو لونا لڑکھڑا کر گرنے بھی لگی۔ مائیکل نے فوراً سنبھالا اور سہارا دے کر گرنے سے بچایا۔ عقب سے اس کی ماں نے بلند آواز میں پیار بھرے انداز میں ڈانٹتے ہوئے سنبھل کر چلنے کی تلقین کی۔ وہ دونوں نہیں دیکھ سکے کہ اس وقت لونا کی ماں کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ تھی اور وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ اس کی بیٹی تو اس وقت سے اس پہاڑی پر چڑھ رہی تھی جب سے اس نے چلنا سیکھا تھا اور جب سے ذرا بڑی ہوئی تھی تب سے تو یہاں قلائیں بھرتی پھر رہی تھی اور آج تک وہ اس طرح نہیں لڑکھڑائی تھی۔

دو ہفتے اسی طرح ان کی ملاقاتیں جاری رہیں لیکن یہ ملاقاتیں تنہائی میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس دوران کوئی نہ کوئی تیسرا فرد موجود ہوتا تھا تاہم اب لونا بلا جھجک مائیکل سے بات کرنے لگی تھی۔ گویا وہ ایک کم عمر تقریباً آن پڑھ اور دیہاتی سی لڑکی تھی لیکن اس کی معصومیت اس کے اچھوتے پیکر اور اس کے وجود کی تازگی نے گویا مائیکل کو اپنا اسیر بنالیا تھا۔ لونا کی بھی ہر اداسے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بھی اسے پرستش کی حد تک چاہنے لگی تھی۔

مزید دو ہفتے بعد ان کی شادی ہو گئی اور مائیکل کو گویا ایک نئی زندگی مل گئی۔ وہ جن تجربات سے گزر رہا تھا وہ گویا اس سے پہلے اسے زندگی میں کبھی ہوئے ہی نہیں تھے۔ لونا تو گویا اس کی پوجا کرنے لگی تھی اور وہ بھی جیسے لونا کا دیوانہ ہو گیا تھا۔

شادی کے بعد پہلے ہفتے میں وہ کئی بار پکنک پر گئے اور ادھر ادھر خوب گھومے پھرے لیکن پھر ایک روز ڈون ٹومانے علیحدگی میں اس سے ملاقات کی اوداسے سمجھایا کہ ایک مقامی

تازگی اور پاکیزگی تھی۔ یہ چیزیں اس نے امریکا یا کسی اور ملک میں کسی لڑکی میں محسوس نہیں کی تھیں۔

آخر کار وہ جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ تمام اہل خانہ نے اس سے باری باری مصافحہ کیا جن میں لڑکی بھی شامل تھی۔ اس کا تازک مرمیں ہاتھ اس کے ہاتھ میں آیا تو اس کے لمس سے اس کی کنپٹیاں پہلے سے بھی زیادہ سنسنائے لگیں۔ اس نے بمشکل اپنا ہاتھ پیچھے کیا کہ طویل مصافحے کو کہیں اس کی بدتمیزی اور بدتمیزی نہ سمجھا جائے۔

وہ سب لوگ اسے دروازے تک چھوڑنے آئے۔ لونا کے والدین نے مائیکل کو آئندہ اتوار کو کھانے پر آنے کی دعوت دی تھی لیکن اس نے محسوس کیا کہ وہ لونا کو دوبارہ دیکھنے کے لئے ایک ہفتہ انتظار نہیں کر سکتا۔ وہ دوسرے روز ہی لونا کے والد وٹلی سے گپ شپ کرنے کے بہانے ان کے کینے جا پہنچا۔ سینور وٹلی اس کے ساتھ کینے کے برآمدے میں بیٹھے کچھ دیر گپ شپ کرتے رہے پھر انہوں نے ایک ملازم کے ذریعے اپنی بیوی اور بیٹی کو بلا بھیجا۔ وہ گویا مائیکل کا اصل مطلب سمجھ گئے تھے اور انہیں شاید اس پر ترس آ گیا تھا۔

اس روز مائیکل اپنے باڈی گارڈز کو بھی ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ اس بار لونا بھی کم شرما رہی تھی اور مائیکل سے تھوڑی بہت بات چیت بھی کر رہی تھی۔

دوسرے روز بھی مائیکل وہاں جا پہنچا اور اس روز بھی وٹلی نے اپنی بیوی اور بیٹی کو بلوایا۔ اس روز لونا آئی تو اس نے سونے کی وہ موٹی سی چین گلے میں پہنی ہوئی تھی جو مائیکل نے اسے تحفے میں دی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے مائیکل کو قبول کر لیا تھا۔ اس کی اور مائیکل کی عمر میں خاصا فرق تھا اور مائیکل کا جبراً بھی ٹیڑھا تھا لیکن لونا گویا ان باتوں کو خاطر میں نہیں لارہی تھی۔ ان چیزوں کی طرف گویا اس کی نظر ہی نہیں تھی۔ اس کی نظروں میں تو مائیکل کے لئے بس محبت ہی ہوتی تھی۔

اس روز ماں بیٹی کو واپس گھر چھوڑنے کی ذمہ داری بھی مائیکل نے ہی لے لی اور

دوسرے روز ناشتے کے بعد مائیکل نے اوپر کی منزل سے اپنے کمرے کی کھڑکی سے نیچے جھانکا تو قیب کو باغ میں ایک کرسی پر بیٹھے پایا اس کی گن قریب ہی تپائی کے سہارے کھڑی تھی۔

مائیکل نے اسے پکارا اور کہا۔ ”گاڑی نکالو تھوڑی دیر میں مجھے یہاں سے روانہ ہونا ہے۔ کیلو کہاں ہے؟“

”کیلو کچن میں کافی پی رہا ہے.....“ فیب نے اٹھتے ہوئے جواب دیا پھر بچھا۔ ”کیا آپ کی بیوی بھی آپ کے ساتھ جائے گی؟“

مائیکل نے آنکھیں سیکڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس لمحے اسے احساس ہوا کہ کچھ دنوں سے فیب کی نظریں اکثر لوٹ لونا کا تعاقب کرتی رہتی تھیں۔ لونا جب بھی اس کے سامنے ادا رہا دھر کہیں جاتی تھی وہ پر خیال انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہتا تھا۔

پھر رائیکل نے یہ سوچ کر خود کو تسلی دی کہ اس بات سے اسے تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ یہاں کے ڈون کا مہبان اور اس کے دوست کا بیٹا تھا۔ فیص جیسے لوگ اس کی بیوی سے چھیڑ چھاڑ یا کوئی غلط حرکت کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ اس کا سیدھا سا مطلب موت تھا۔

”ہاں.....“ مائیکل نے سر دھمڑی سے جواب دیا۔ ”ہمارے ساتھ جائے گی لیکن اسے اس کے والدین کے گھر اتارنا ہے۔ دو چند دن بعد میرے پاس آئے گی۔“

اس نے منہ ہاتھ دھویا اور نیچے کچن میں جا کر ناشتہ کرنے لگا۔ لونیا نے اپنے ہاتھ سے ناشتہ تیار کر کے اس کے سامنے رکھا اور خود باہر چلی گئی۔ مائیکل ناشتے سے فارغ ہو رہا

تھا کہ کیلو کچن میں آیا اور بولا۔ ”کیا میں آپ کا بیگ گاڑی میں پہنچا دوں؟“

”نہیں..... بگ میں خود ہی لے آؤں گا۔ لونیا کہاں ہے؟“

”وہ ماہر گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی ہے اور گاڑی اشارت کرنے کے لئے

لڑکی سے شادی کی وجہ سے وہ پورے علاقے کے لوگوں کی نظر میں آ گیا ہے اور اس کے لیے احتیاط برتنا ضروری تھا کیونکہ نیویارک میں بیٹھے ہوئے کاریبون فیملی کے دشمنوں کے ہاتھ یہاں تک بھی پہنچے ہوئے تھے۔ آخر وہ بھی یہیں سے گئے ہوئے لوگوں کی فہرست میں ڈون ٹومانیے اب تو دلا کی چار دیواری سے باہر بھی حفاظت کے لئے گارڈز تعینات کر دیئے تھے جبکہ چار دیواری کے اندر فیملی اور کیلو پہرہ دیتے تھے ڈون ٹوما خاصا فکرمند نظر آتا تھا۔ بالرمو میں نئی مافیا کے لوگوں سے اس کی چپقلش بڑھتی جا رہی تھی۔

مائیکل نے اس کی بات سنجیدگی سے سنی اور اپنی نقل و حرکت محدود کر دی۔ وہ زیادہ گھر میں ہی رہنے لگا اور لوہیا کو پڑھنا لکھنا سیکھانے کی بھی کوشش کرنا۔

پھر ایک روز ڈون ٹومپا لرموسے واپس آیا تو اس کے چہرے پر غیر معمولی مسخیدگی تھی۔ وہ مائیکل کو ایک طرف لے گیا اور نہایت رنجیدہ لہجے میں اس نے مائیکل کو بتایا کہ پارلومیر اسے خصوصی ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ نیویارک میں سنی کو قتل کر دیا گیا ہے.....!

سنی کے قتل کو کئی ماہ گزر چکے تھے اور اس خبر سے مائیکل کو جو دھچکا پہنچا تھا، اس کے اثرات کافی حد تک کم ہو چکے تھے۔ ایک روز ڈوان ٹومانی نے اسے بتایا۔ ”تم علانیے کے بہت زیادہ لوگوں کی نظر میں آ گئے ہو اور میں تمہاری سلامتی کی طرف سے بہت فکر مند ہوں۔ میرے فیصلہ کیا ہے کہ تم میاں بیوی کو ایک اور جگہ منتقل کر دیا جائے جو زیادہ محفوظ ہے۔“

کوشش کریں گے کہ کم سے کم لوگوں کو اس جگہ کے بارے میں علم ہو۔ تم خود بھی وہاں نہایت احتیاط سے رہنا اور خود کو زیادہ سے زیادہ پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا۔ ڈاکٹر نازان سے بھی ذکر نہ کرنا کہ تم کہیں اور منتقل ہو رہے ہو۔ فیب اور کیلو بدستور باڈی گارڈ کے طور پر تمہارا ساتھ رہیں گے اور گاڑی میں تمہارے ساتھ جائیں گے۔ وہ جگہ زیادہ محفوظ ہے۔“

لونیان دنوں امید سے تھی اور کچھ دنوں کے لئے اپنے گھر جانا چاہتی تھی۔ طے یہاں کہ فی الحال لونیہ کو اس کے والدین کے گھر پہنچا دیا جائے گا۔ بعد میں وہ وہیں براہ راست مائیکل کی نئی پناہ گاہ پر آ جائے گی۔ ڈون ٹومانے اسے اسی رات خدا حافظ کہہ دیا کیونکہ صبح

ان کے سوا کچھ باقی نہیں رہا تھا!

☆.....☆.....☆

مائیکل کو ایک ایسے کمرے میں ہوش آیا جہاں روشنی کے لئے مٹی کے تیل کا صرف ایک لیپ موجود تھا۔ جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ اسے نہایت راز دارانہ انداز میں اس کمرے میں رکھا گیا تھا۔ ڈاکٹر نازا اس کے قریب موجود تھا جو اس کمرے سے ہسپتال کے کمرے کا سا کام لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ڈون ٹوما بھی وہاں موجود تھا۔ ڈاکٹر نازا نے گویا نئے سرے سے اس کا معائنہ کیا اور ڈون کو مطلع کیا۔ ”اب اس کی حالت بہت بہتر ہے۔ اب اس سے بات چیت کی جاسکتی ہے۔“

ڈون نے اپنی کرسی مائیکل کے بید کے قریب کھینچی لی اور نیچی آواز میں بولا۔ ”مائیکل! تمہیں ایک ہفتے بعد ہوش آیا ہے..... فیب غائب ہو چکا ہے۔ یہ یقیناً اسی کی کارستانی تھی۔ تمہارے بارے میں مشہور ہو چکا ہے کہ تم مر چکے ہو اور میں اس تاثر کی تصدیق کر رہا ہوں۔ اس طرح تم محفوظ رہو گے اور تمہاری جان کو مزید خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ اس وقت تم میرے ایک فارم ہاؤس میں ہو جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ میرا تمہارے والد کے ساتھ پیغامات کا تبادلہ ہوا ہے۔ جلد ہی وہ تمہیں امریکا واپس بلوانے کے انتظامات کر رہے ہیں۔“

شاید مائیکل کی آنکھوں میں سوال پڑھ کر ڈون ٹوما نے مزید کہا۔ ”پارلمو میں نئی مافیا کے نوجوان لوگوں نے تمہاری موت کی خبر سننے کے بعد مجھ سے صلح کر لی ہے۔ اب بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔ ان کا اصل ہدف میں نہیں، تم تھے۔ تمہاری موت کی خبر سن کر گویا انہیں قرار آ گیا ہے۔ اس کام کے لئے انہوں نے فیب کو خرید لیا تھا۔ بہر حال..... تم یہ سارے معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہیں صرف حالات سے آگاہ رکھنے کے لئے یہ سب کچھ بتا رہا ہوں لیکن تمہیں ان معاملات پر سرکھانے کی کوئی ضرورت نہیں..... تم بس آرام کرو اور اپنی صحت بحال کرنے کی کوشش کرو۔“

کیلو بھی یقیناً مر چکا تھا۔ مائیکل کے ذہن میں وہ آخری منظر ابھر رہا تھا جو اس نے

بے چین ہے۔“ کیلو مسکراتے ہوئے بولا۔ ”لگتا ہے امریکا جانے سے پہلے وہ امریکا لڑکیوں والے سارے کام سیکھ لے گی۔“

فیب کو بلا لوار گاڑی میں میرا انتظار کرو۔ میں ابھی آیا۔“ یہ کہہ کر مائیکل دوبارہ اپنے بیدروم میں آیا۔ اس کا بیگ تیار رکھا تھا۔ اسے اٹھانے سے پہلے اس نے کھڑکی سے جھانک کر نیچے دیکھا۔ کیلو کھانے پینے کے سامان کی باسکٹ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر رکھ کر تھا۔ گاڑی احاطے میں کھڑی تھی اور لونیو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی اسٹیرنگ ویل کو دھرا رہا تھا۔ گھما کر بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔

پھر اس کی نظر فیب پر پڑی۔ وہ گیٹ سے باہر جا رہا تھا۔ جاتے جاتے اس دزدیدہ سے انداز میں گاڑی کی طرف دیکھا۔ مائیکل کو اس کا انداز کچھ عجیب سا لگا۔ شاید کسی کام سے باہر جا رہا تھا لیکن جاتے جاتے بھی لونیو کو ایک نظر دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ مائیکل دل ہی دل میں اس کے لئے غصے اور ناپسندیدگی کی ایک لہر محسوس کر رہا تھا۔ اٹھا کر نیچے آگیا۔ غنیمت تھا کہ ڈاکٹر نازا ابھی تک سو رہا تھا۔ مائیکل اس کے سامنے رخصت ہونا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دروازے سے نکلا تو لونیو نے دور سے ہی اسے دیکھا اور ہاتھ ہلایا۔ وہ گویا اس کے استقبال کے لئے پہلے ہی سے گاڑی اسٹارٹ کر لینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے انگیشن میں چابی گھمائی۔

دوسرے ہی لمحے اتنا زوردار ہوا کہ مائیکل کچن کی دیوار سے ٹکرا کر دور جاگرا۔ اسے احساس تھا کہ کچھ چیزوں کے ٹکڑوں اس پر گر رہے تھے۔ اسے یوں لگا جیسے اسے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہیں اور اس کی سماعت میں صرف سائیں سائیں کی سی آواز گونج رہی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا لیکن بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے اتنا ضرور دیکھ لیا کہ گاڑی کے پرچے اڑ چکے تھے۔ اس کے صرف چاروں طرف اپنی جگہ کھڑے رہ گئے تھے یا پھر وہ ایکسل وغیرہ نظر آ رہے تھے جن کے ذریعے پہچاننا دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔

نیکل نے اس پر اتنا بھی بھروسہ نہیں کیا تھا کہ جاتے وقت اپنے بارے میں کچھ بتا جاتا۔ اس نے دل کے کسی گوشے میں اس خاموش شکوے کے ساتھ ساتھ یہ امید بھی جاگزیں رہی کہ بھی نہ کبھی اس کے نام مائیکل کا کوئی خط یا پیغام ضرور آئے گا۔

ایک طویل عرصے بعد اس کا ایک تقریب کے سلسلے میں نیویارک جانا ہوا تو وہ ہوٹل ٹھہری۔ ہوٹل کے درودیوار سے لپٹی ہوئی یادوں نے گویا اس پر حملہ کر دیا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں اس نے مائیکل کے ساتھ زندگی کے وہ حسین لمحے گزارے تھے جن کی یاد کی خوشبو سے اب بھی سوچوں کی دنیا مہکے لگتی تھی۔

اسی ہوٹل سے اس نے گویا بے اختیاری کے سے عالم میں ایک بار پھر ماما کارلیون کو ن کر لیا۔ تقریباً ڈھائی سال بعد ان کے درمیان بات ہو رہی تھی۔ اپنا نام بتا کر 'کے' نے چھا۔ "آپ نے مجھے پہچانا؟"

"ہاں..... ہاں..... پہچان لیا۔" ماما کارلیون نے اپنی کھردری اور شکستہ لہریزی میں کہا۔ "بہت عرصے بعد فون کیا تم نے..... کیا شادی کر لی؟"

"نہیں..... نہیں..... میں..... بس مصروف رہی۔" کے بولی رہ پھر پوچھے بغیر نہ سکی۔ "مائیکل کا کوئی پیغام آیا..... وہ خیریت سے تو ہے؟"

"مائیکل تو گھر آ چکا ہے..... کیا وہ تم سے نہیں ملا؟ اس نے تمہیں فون بھی نہیں

یا؟" ماما کارلیون نے قدرے حیرت سے پوچھا۔ اس سے کہیں زیادہ حیرت خود 'کے' کو یہ سن کر ہوئی کہ مائیکل گھر آ چکا تھا۔ اس نے فون تک کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اس کا دل مجروح سا ہو گیا۔ اسے اپنی محبت کی بین کا احساس ہوا اور اس کا جی چاہا کہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے شکستہ سے لہجے میں پوچھا۔ وہ کب سے گھر آیا ہوا ہے؟"

"اے تو آئے ہوئے چھ ماہ ہو گئے۔" ماما کارلیون نے اطمینان سے جواب دیا۔

بے ہوش ہونے سے پہلے دیکھا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک سفاک سی مسکراہٹ ابھری اور وہ سرگوشی کے سے انداز میں ڈون ٹوما سے مخاطب ہوا۔ "علاء..... بچہ تمام چرواہوں میں یہ بات پھیلا دو کہ جو آدمی تمہیں فیب کا سراغ دے گا مائے تم انعام کے طور پر ایک بہترین فارم دو گے۔"

اس کی مسکراہٹ دیکھ کر اور اس کی بات سن کر ڈون کے چہرے پر طمانیت آ گئی۔ ایک لمحے کی خاموشی کے بعد مائیکل بولا۔ "پاپا کو پیغام بھجوادیا کہ وہ مجھے جلدی بلوانے کی کوشش کریں اور میری طرف سے یہ بھی کہلوادینا کہ اب میں صحیح معنوں میں ان کا بیٹا بن کر زندگی گزاروں گا۔"

تاہم مائیکل کی صحت بحال ہونے میں ایک مہینہ لگ گیا اور مزید دو مہینے اس کی واپسی کے انتظامات ہونے میں لگ گئے۔ آخر کار وہ راز دارانہ انداز میں ایک روز پالرمو پہنچا۔ وہاں سے وہ ہوائی جہاز کے ذریعے روم..... اور روم سے نیویارک پہنچ گیا۔

☆.....☆.....☆

تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد 'کے' نے سینڈ پیسائر کے ایک اسکول میں ٹیچر کے طور پر ملازمت کر لی تھی۔ مائیکل کے غائب ہونے کے بعد ابتدائی چھ ماہ کے دوران وہ تقریباً ہفتے ماما کارلیون کو فون کر کے مائیکل کے بارے میں پوچھتی رہی۔

ماما کارلیون اس سے ہمیشہ مشفقانہ انداز میں بات کرتی لیکن آخر میں یہی کہتی۔ "تم بہت اچھی لڑکی ہو..... لیکن مائیکل کو بھول جاؤ اور اپنے لئے کوئی اچھا سا لڑکا تلاش کر کے شادی کر لو۔"

اسکول میں ملازمت کرنے کے بعد رفتہ رفتہ اس کا ماما کارلیون کو فون کرنے کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دو سال یونہی گزر گئے۔ اس دوران 'کے' کسی کسی اور مرد سے راہ رٹ نہیں بڑھی۔ اس کا دل ہی نہیں چاہا۔ مائیکل کے بعد اسے کوئی اچھا ہی نہیں لگا..... اور مائیکل کا تصور اس کے ذہن سے مکمل طور پر محو نہیں ہو سکا۔ کبھی کبھی اسے یہ سوچ کر دکھ بھی ہوتا کہ

اتنے مان سے اسے آنے کے لئے کہا تھا کہ اس کی ایسا کرنے کی ہمت نہیں  
..... اور پھر شاید اس کے لاشعور میں کہیں شاید مائیکل کو دیکھنے کی خواہش بھی کار  
فرما۔

وہ جب ٹیکسی کے ذریعے مال پر پہنچی تو گیٹ پر تعینات گارڈز نے اسے کرایہ بھی ادا  
کرنے دیا۔ کرایہ ایک گارڈ نے خود ادا کیا اور اسے نہایت عزت اور احترام سے اندر  
جایا گیا۔ اس کے لئے گھر کا دروازہ خود ماما کارلیون نے کھولا اور بہت محبت سے اسے  
لگایا، پھر پیچھے ہٹ کر اس کا سر تاپا جائزہ لیتے ہوئے ستائشی لہجے میں بولی۔ ”تم ایک  
مورت لڑکی ہو..... لیکن میرے بیٹے بہت بے وقوف ہیں۔ انہیں اچھی لڑکیوں  
تدریسی نہیں ہے۔“

پھر وہ ’کے‘ کو کچن میں لے آئیں اور کھانے پینے کی چیزوں سے اس کی تواضع  
نے کے دوران بولیں۔ ”مائیکل ذرا کام سے باہر گیا ہوا ہے، تھوڑی دیر میں آ جائے گا۔  
میں دیکھ گتا تو حیران رہ جائے گا۔“

مگر ہوا یہ کہ جب وہ آیا تو ’کے‘ خود اپنے آپ پر حیران رہ گئی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ  
بہری سے نہایت رسمی انداز میں اسے ”ہیلو“ کہے گی اور اگر اس نے کوئی بات کی تو سپاٹ  
ہیں، بلکہ حتی الامکان رکھائی سے اس کا جواب دے گی۔ مگر جب وہ آیا تو وہ گویا یہ سب  
بھول گئی۔

’کے‘ نے کچن کی کھڑکی سے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کی گاڑی ڈرائیوے میں آ کر  
تھی۔ پہلے دو آدمی اترے جو غالباً اس کے باڈی گارڈ تھے۔ پھر مائیکل اتر ا۔ اس نے چند  
نان دونوں سے کوئی بات کی۔ اس کے چہرے کا وہ حصہ ’کے‘ کی طرف تھا جدھر سے اس  
ایڑھا تھا۔ اس نقص سے ’کے‘ کو اس کی وجاہت میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی لیکن نہ  
نے کیوں اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہ میڑھا پین کچھ ایسا تھا جیسے کسی نے ایک خوب رو  
لٹھسے کے چہرے پر کچھ مار دیا ہو۔

اس کا دل کچھ اور کٹ کر رہ گیا۔ اس احساس سے اسے شرم بھی محسوس ہوئی کہ ماما کارلیون  
سوچ رہی ہوں گی کہ ان کے بیٹے کو اس لڑکی کی اتنی بھی پروا نہیں کہ واپس آنے کے بعد  
ماہ کے اندر اسے ایک بار ہی فون کر لیتا..... اور یہ لڑکی اب بھی اس کے بارے میں  
پوچھتی رہتی تھی۔

شرم اور خجالت کے احساس سے اس کی کنپٹیاں تپنے لگیں۔ پھر اسے اٹالیا  
پر..... بلکہ تمام غیر ملکیوں پر غصہ آنے لگا۔ شاید سارے ہی غیر ملکی ایسے کھٹور ہو  
تھے۔ وہ محض وضعداری نبھانے کے لئے یا رسماً بھی چھوٹے موٹے آداب زندگی یاد دہا  
رکھ سکتے تھے۔

انا کے سہارے اس نے اپنے لہجے کو ہموار رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا  
”بس..... مجھے یہی معلوم کرنا تھا کہ وہ خیر و عافیت سے ہے۔ میں آئندہ فون کر  
آپ کو زحمت نہیں دوں گی۔“

ماما کارلیون گویا اس کی کوئی بات ہی نہیں سن رہی تھیں۔ وہ اپنی دھن میں بولیں  
”تم ٹیکسی پکڑو اور اچانک آ کر مائیکل کو حیران کر دو۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔“  
”نہیں، مسز کارلیون! میں ایسا نہیں کر سکتی۔“ کے نے اپنے لہجے میں سرد مہری لا۔  
کی کوشش کی۔ ”جب وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتا تو میں کیوں خواہ مخواہ اسے.....  
آپ لوگوں کو زحمت دوں۔ اگر اسے مجھ سے ملنے کی خواہش ہوتی تو اس نے کم از کم  
واپس آنے کے بعد مجھے فون کیا ہوتا۔“

”لڑکی! تم بالکل ہی بے وقوف ہو.....“ ماما کارلیون دھیرے سے غم  
”تم اس سے ملنے تھوڑا ہی آؤ گی۔ تم مجھ سے ملنے آؤ۔ بس..... اب میں زیادہ بات  
نہیں سنوں گی۔ میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔ میں باہر گیٹ پر آدمیوں کو بھی کھلوا  
ہوں۔“ یہ کہہ کر ماما کارلیون نے فون بند کر دیا۔

’کے‘ چاہتی تو دوبارہ فون کر کے کہہ سکتی تھی کہ وہ نہیں آئے گی لیکن ماما کارلیون

نوجوان موگرین کو خرید کر دیا تھا۔ موگرین نے اس میں اپنا سرمایہ بھی لگایا تھا اور کافی عرصے سے ہوٹل کو وہی چلاتا آ رہا تھا۔ اب بیشتر معاملات فریڈ نے سنبھال لئے تھے۔

موگرین کی شہرت مقامی ڈون اور ایک سفاک قاتل کی تھی۔ عام سے بد معاش اس پر نام سے بھی کانپتے تھے۔ وہ اس قدر تند مزاج تھا کہ فریڈ کو بھی بری طرح جھاڑ دیتا تھا۔

یڈ کی حرکتیں کچھ ایسی تھیں کہ وہ خاموشی سے موگرین کی ڈانٹ پھٹکار سن لینے میں ہی نیت سمجھتا تھا۔ صحت یاب ہونے کے بعد سے اس نے کچھ زیادہ ہی عیاشی کا راستہ اپنالیا۔

قتل ہونے سے پہلے سنی کے لوسی نامی جس لڑکی سے تعلقات تھے وہ بھی لاس ویگاس آ گئی تھی اور اسی ہوٹل میں ملازمت کر رہی تھی۔ اس نے کچھ عرصے تو بیوہ ہو جانے والی عورت ہی کی طرح سنی کی موت کا سوگ منایا تھا لیکن پھر رفتہ رفتہ زندگی کے میدان میں نھ پاؤں مارنے لگی تھی۔

دل میں سنی کی یاد کا زخم مندمل ہوا تو اسے ایک شخص کا جذباتی سہارا بھی مل گیا۔ اس کا مڈاکٹر جو دل تھا۔ وہ ایک قابل ڈاکٹر تھا لیکن اپنی غلطی کی وجہ سے ایک کیس میں ملوث ہو کر چند سال کے لئے اپنا لائسنس معطل کر بیٹھا تھا اور اب ڈھکے چھپے انداز میں یہاں چھوٹی دینی طبی خدمات انجام دے کر گزر اوقات کر رہا تھا۔

ہدایت کار اداکار اور فلم ساز جونی بھی ان دنوں وہیں تھا۔ ایک روز ہوٹل میں جونی بے مشہور آدمی کو لوسی کے پاس موجود پیکر ڈاکٹر جو دل حیران رہ گیا تھا لیکن لوسی نے یہ بتا کر اس کی حیرت دور کر دی تھی کہ بچپن میں وہ جونی اور نینو تینوں ایک ہی محلے میں رہتے تھے۔

اروہیں اکٹھے کھیل کود کر جوان ہوئے تھے۔

جونی کی وجہ سے نینو بھی وہیں آ کر رہنے لگا تھا۔ اس کی صحت تیزی سے گر رہی تھی۔ وہ ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا۔ آخر کار اس کے بارے میں تشخیص ہوئی تھی کہ اسے فون کا کینسر ہے۔

وہ اندر آیا تو 'کے' کو دیکھ کر ذرا چونکا اور مسکرا دیا۔ دوسرے ہی لمحے 'کے' نے اپنے آپ کو اس کے بازوؤں میں پایا۔ وہ اس کے سینے سے لگی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ اسے تسلی دینے والے انداز میں صرف تھکیاں دے رہا تھا منہ سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔

چند لمحے بعد وہ اس کا بازو پکڑ کر باہر لے گیا۔ باڈی گارڈز کو اس نے وہیں رہنے کا اشارہ کیا اور 'کے' کو گاڑی میں بٹھا کر تیزی سے کہیں روانہ ہو گیا۔ 'کے' کی حالت سنبھل رہی تھی اس نے اپنے آنسو پونچھے اور میک اپ درست کرنے کے بعد قدرے معذرت خواہانہ سے انداز میں بولی۔ "میرا اس طرح رو دھو کر تمہیں پریشان کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔"

"تم سے کس نے کہا کہ میں اس سے پریشان ہوا ہوں؟" وہ ہنسا۔ "یہ تو اچھا ہوا..... رونے سے تمہارے دل کا غبار نکل گیا۔ مجھے معلوم ہے تم مجھ سے اس بات پر ناراض ہو گی کہ میں جاتے وقت تمہیں اطلاع دے کر نہیں گیا اور پھر تم سے رابطہ بھی نہیں کیا..... لیکن..... تم سمجھنے کی کوشش کرو..... میری کچھ مجبوریوں تھیں....."

"شاید اب اس پولیس والے اور اس دوسرے آدمی کا اصل قاتل پکڑا گیا ہے اس لئے تم لوٹ آئے ہو؟" 'کے' سادگی سے بولی۔

مائیکل نے ایک لمحے کے لئے بغور اس کی طرف دیکھا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے صرف "ہاں" کہا۔

باتیں شروع ہوئیں تو جیسے سارے گلے شکوے دور ہوتے چلے گئے اور وہ تعلقات کے اسی دور میں واپس آ گئے جب جدائی سے پہلے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ان کے درمیان شادی کی باتیں ہونے لگیں۔

ڈون کارلیون کے منجھلے بیٹے فریڈ کو یوں تو صدمے سے سنبھلنے اور آرام کرنے کے لئے لاس ویگاس بھیجا گیا تھا لیکن پھر وہ وہیں رہنے لگا تھا۔ اس ہوٹل اور کیسینو کو وہی چلا رہا تھا جس میں زیادہ شیراز ڈون کارلیون کے تھے۔ یہ ہوٹل ابتداء میں اس نے مقامی مافیا کے

آخر مائیکل نے اہم ترین موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔ ”یہ خبر تو تم لوگوں تک پہنچ ہی چکی ہوگی کہ کارلیون فیملی لاس ویگاس منتقل ہونے کے بارے میں سوچ رہی ہے۔ یہ کام جلدی تو نہیں ہو سکے گا۔ ممکن ہے اس میں دو چار سال لگ جائیں..... لیکن یہ بہر حال کافی حد تک طے ہو چکا ہے کہ ”فیملی“ کا مستقبل اب اسی شہر سے وابستہ ہے۔ شروع میں اسی ہوٹل کو کاروباری سرگرمیوں کا مرکز بنایا جائے گا۔ اس میں موگرین کا حصہ ہے۔ اس کی جو رقم بنتی ہے وہ اسے دے کر فارغ کر دیا جائے گا۔“

”کیا ہو ہوٹل سے دستبردار ہونے پر تیار ہو جائے گا؟“ فریڈ نے پر اشتیاق لہجے میں فوراً پوچھا۔

”اسے ہونا ہی پڑے گا۔ میں اسے جو پیشکش کروں گا وہ اسے رد نہیں کر سکے گا۔“ مائیکل نے بظاہر سرسری سے لہجے میں یہ بات کہی تھی لیکن ایک لمحے کے لئے سب چپ ہو گئے۔ سب کو اس کا لہجہ اور انداز ڈون سے مشابہہ محسوس ہوا تھا بلکہ اس کے لہجے میں ایک ایسی سرد مہری اور سفاکی تھی جو انہوں نے ڈون کے لہجے میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

پھر وہ جونی سے مخاطب ہوا۔ ”جونی! ہمیں اس ہوٹل اور کیسینو کو زیادہ بہتر طور پر چلانے کے لئے تمہارے اور تمہاری شو بزنس کے دوسرے معروف دوستوں کے تعاون کی ضرورت پڑے گی۔“

”میں ہر طرح کے تعاون کے لئے تیار ہوں۔“ جونی نے بلا تامل کہا۔

تب مائیکل ڈاکٹر جوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ”ہمارا یہاں اعلیٰ درجے کا ایک اسپتال بھی تعمیر کرنے کا پروگرام ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ تیزی سے پھیلتے ہوئے اس شہر میں ایک ایسے اسپتال کی بڑی گنجائش ہے۔ اس سلسلے میں تم ہمارے بہت کام آ سکتے ہو اور کچھ ناخوشگوار واقعات کی وجہ سے تمہارے کیریئر کو جو نقصان پہنچ چکا ہے اس کی غلطی کر سکتے ہو۔“

”مجھے کسی مفاد کے بغیر بھی کارلیون فیملی کے لئے اس طرح کی کوئی خدمت انجام

جون کی آواز بیٹھے لگی تھی مگر وہ اس معاملے میں اتنا بے پروا تھا کہ اسے اپنا جزل چیک اپ یا گلے کا معائنہ کرائے چودہ ماہ گزر چکے تھے۔ وہ اب بالکل ہی گانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ ڈاکٹر جوں نے ہی اسے اس معاملے میں سنجیدہ ہونے کا مشورہ دیا تھا اور بتایا تھا کہ آواز کا مستقل طور پر بیٹھنا کوئی اچھی علامت نہیں تھی۔

ادھر لاس ویگاس میں یہ حالات تھے۔ ادھر نیو یارک میں ڈون کارلیون نے بیشتر معاملات مائیکل کو سونپ دیئے تھے اور ”فیملی“ اپنا سارا کاروبار ہی لاس ویگاس منتقل کرنے کے بارے میں غور کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ وہ لوگ ”دی مال“ پر واقع تمام جائیداد بھی فروخت کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ یہ خبریں لاس ویگاس بھی پہنچ رہی تھیں۔

پھر ایک روز مائیکل خود بھی لاس ویگاس آن پہنچا۔ وہ اپنے جڑے کی سرجری کراچکا تھا اور اس کا چہرہ درست دکھائی دینے لگا تھا۔ ’کے‘ سے اس کی شادی ہو چکی تھی اور وہ ایک بچے کا باپ بن چکا تھا۔ اس کے گھر میں دوسرے بچے کی آمد آمد تھی۔ ایک نیا باڈی گارڈ اس کے ساتھ تھا۔ اس کا نام البرٹ نیری تھا۔ وہ پختہ عمر کا آدمی تھا اور اس کا جسم کسی گینڈے کی طرح مضبوط تھا۔ اس کا چہرہ عموماً سپاٹ رہتا تھا لیکن اس کی شفاف نیلی آنکھوں سے سناکی جھلکتی تھی۔ اس کے بارے میں لاس ویگاس والوں کو صحیح طور پر کچھ معلوم نہیں تھا۔ انہوں نے بس یہ سن رکھا تھا کہ وہ کوئی سابق پولیس والا تھا۔ مائیکل کے ساتھ بیگن بھی لاس ویگاس آیا تھا۔

مائیکل کے قیام کے لئے ہوٹل کا بہترین سوئٹ مخصوص کیا گیا تھا۔ وہیں رات کو نہایت پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ کھانے پر سب موجود تھے۔ موگرین کو اہلیتہ مائیکل کی ہدایت پر مدعو نہیں کیا گیا تھا۔ مائیکل کا کہنا تھا کہ اس سے وہ سب سے آخر میں ملاقات کرے گا۔ کھانے کے دوران خوب باتیں ہوئیں۔ ایک بات سب نے محسوس کی..... اور وہ یہ کہ مائیکل کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے ڈون جو ان کے سامنے آگ

موگرین اپنا گلاس کسی حد تک جٹختے کے انداز میں میز پر رکھتے ہوئے تیز لہجے میں لا۔ ”یہ میں کیساں رہا ہوں کہ کارلیون فیملی مجھے میرے حصے کے سرمائے کی ادائیگی کر کے ہوٹل اور کیسینو خریدنا چاہتی ہے؟ میں تم لوگوں کو تمہارے سرمائے کی ادائیگی کر دوں گا۔ تم ہوٹل اور کیسینو چھوڑ دو۔“ وہ مائیکل سے مخاطب تھا۔

مائیکل تحمل سے بولا۔ ”کیسینو مسلسل خسارے میں جا رہا ہے۔ صرف ہوٹل منافع دے رہا ہے۔۔۔۔۔۔ اور اگر وہ بھی منافع نہ دیتا تو دونوں چیزیں دیوالیہ ہو جاتیں۔ شاید ہم انہیں بہتر طور پر چلا سکیں۔“

”بہت خوب!“ موگرین زہریلے لہجے میں بولا۔ ”جب تم لوگوں پر براہ وقت تھا تو بن نے فریڈ کو یہاں رکھا۔۔۔۔۔۔ پناہ دی۔۔۔۔۔۔ اس کی حفاظت کی اور ہوٹل کا نظام اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اب تم لوگ مجھے اس کا صلہ یہ دے رہے ہو کہ مجھے ہی نکال باہر کر رہے ہو! لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔۔۔۔۔ مجھے نکالنا اتنا آسان نہیں ہے۔ یہاں پر اساتھ دینے والے دوست بہت ہیں۔“

”تم نے فریڈ کو اس لئے پناہ دی کہ کبھی اسی طرح ہم نے تمہیں یہاں پناہ دی تھی۔۔۔۔۔۔“ مائیکل اب بھی تحمل سے بولا۔ ”پھر تمہارے پاس ٹھوڑا سرمایہ آ گیا تو تم اس ہوٹل میں حصے دار بن گئے۔ لیکن زیادہ سرمایہ تو ہمارا ہی تھا۔ اس کے علاوہ فریڈ کی حفاظت کی ذمہ داری تم نے نہیں۔۔۔۔۔۔ بلکہ یہاں موجود مولی ناری فیملی نے لی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کیوں اتنے خفا ہو رہے ہو۔ ہم تمہیں باقاعدہ حساب کتاب کر کے اس سے بھی زیادہ حصہ دیں گے جتنا تمہارا ہونا ہوگا۔ ہوٹل کے ساتھ خسارے میں جاتے ہوئے کیسینو کو لے کر تو ہم تمہارے ساتھ بھلائی کر رہے ہیں۔“

موگرین نے نفی میں سر ہلایا اور طعنیہ لہجے میں بولا۔ ”بھلائی نہیں کر رہے۔۔۔۔۔۔ یہ تمہاری مجبوری ہے۔ کارلیون فیملی کے پاس اب طاقت نہیں رہی۔ گاڈ فادر کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور دوسری ”فیملیز“ تمہیں مار مار کر نیو یارک سے بھاگ رہی ہیں۔ تم لوگوں نے

دے کر خوشی ہوگی۔“ ڈاکٹر جوئل تشکر سے بولا۔

عین اسی لمحے دروازہ کھلا اور موگرین کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ دو باڈی گارڈز اس کے پیچھے تھے۔ مائیکل کا باڈی گارڈ البرٹ کسی چوکیدار کے سے انداز میں دروازے کے قریب کرسی ڈالے بیٹھا تھا اور تمام لوگوں سے لاتعلقی نظر آ رہا تھا۔ وہ ایک اخبار دیکھ رہا تھا۔ موگرین کو باڈی گارڈز سمیت اندر آتے دیکھ کر بھی اس نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی اور نہ ہی انہیں روکنے کی کوشش کی تاہم اس نے نظر اٹھا کر ایک ہی لمحے میں گویا تینوں کا سر تاپا جائزہ لے لیا تھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں تول لیا تھا۔

موگرین کے چہرے پر قدرے برہمی تھی۔ وہ آتے ہی بلا تہدید مائیکل سے مخاطب ہوا۔ ”میں تو بے تابی سے تم سے ملاقات کا انتظار کر رہا تھا لیکن تم نے مجھے بلانے کی زحمت ہی نہیں کی۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی تھیں۔ میں نے سوچا خود ہی آ کر تم سے مل لوں۔“

”اچھا کیا تم نے۔“ مائیکل نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا پھر ہیگن کو ہدایت کی۔ ”موگرین کو ڈرنک پیش کرو۔“

ڈرنک لینے کے بعد موگرین نے اپنے باڈی گارڈز سے کہا۔ ”ان لوگوں کو کچھ چپس دو تاکہ یہ کیسینو میں جا کر تھوڑی دیر جو اکیل سکیں۔ ان کی طرف سے رقم کی ادائیگی کیسینو کرے گا۔“

اس کا اشارہ لوی ڈاکٹر جوئل، جونی اور مائیکل کے باڈی گارڈ البرٹ کی طرف تھا۔ موگرین کے بادی گارڈ نے ان سب کو کچھ چپس دے دیئے جن کے ذریعے کیسینو میں جا کھیلنا جاسکتا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ ان لوگوں کی موجودگی میں بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ بھی اس اشارے کو سمجھ گئے۔ اس لئے چپس لے کر رخصت ہو گئے۔ خود موگرین کے باڈی گارڈز بھی رخصت ہو گئے۔ اب کمرے میں صرف فریڈ، ہیگن، موگرین اور مائیکل رہ گئے۔

گرین جیسے آدمی کو اس پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت ہوئی تھی۔

فریڈ نے کوئی جواب نہیں دیا اور سر جھکا لیا۔ مائیکل اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ گویا محفل برخواست کرنے کا اشارہ تھا۔ وہ گرین سے مخاطب ہوا۔ ”مجھے صبح نیو یارک واپس جانا ہے۔ اس وقت تک تم سوچ کر رکھو کہ تمہیں ہوٹل سے بے دخل ہونے کے لئے کتنی رقم چاہئے۔“

”خبیث.....!“ گرین کا لہجہ خونخوار اور انتہائی گستاخانہ ہو گیا۔ ”تم سمجھ رہے ہو کہ تم مجھے اتنی آسانی سے بے دخل کر سکتے ہو؟ میں خود نیو یارک جا کر ڈون سے بات کروں گا اور اس سے پوچھوں گا کہ اسے بے دخل ہونے کے لئے کتنی رقم چاہئے۔“

مائیکل نے سرد لہجے میں کہا۔ ”ڈون تقریباً ریٹائر ہو چکے ہیں۔ انہوں نے زیادہ تر معاملات مجھے سونپ دیئے ہیں۔ اسی لئے میں تم سے بات کر رہا ہوں اور تمہارے فائدے کی بات کر رہا ہوں۔ تمہاری طرف دوستانہ انداز میں ہاتھ بڑھا رہا ہوں لیکن اگر تمہیں دوستانہ انداز میں بڑھے ہوئے ہاتھ پر تھوکنے اور فائدے کی بات کا جواب بدتمیزی سے دینے کا شوق ہے..... تو یہ شوق پورا کر لو۔ میں مزید کچھ کہنا نہیں چاہتا۔“

اس کے لہجے میں کوئی ایسی بات تھی جو کسی عام آدمی کے جسم میں سنسنی کی البرڈوڈ اسکتی تھی۔ ہیگن نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ یہ گرین اور فریڈ دونوں کے لئے جانے کا اشارہ تھا۔ دونوں مزید کچھ کہے بغیر رخصت ہو گئے۔

دن چڑھے مائیکل ہیگن اور البرٹ واپس روانہ ہو گئے۔ فریڈ انہیں ایئر پورٹ تک چھوڑنے آیا تھا۔ مائیکل نے پرواز کا وقت ہونے سے پہلے ہی اسے واپس بھیج دیا۔ چند منٹ بعد ڈیپارچر لاؤنج میں ہیگن واش روم گیا تو مائیکل نے نیچی آواز میں اپنے نئے ہاڈی گارڈ البرٹ سے پوچھا۔ ”تم نے گرین کو اچھی طرح دیکھ لیا؟“

”ہاں.....“ البرٹ نے سرد اور سفاک لہجے میں جواب دیا۔ ”میں نے تو وہ جگہ بھی ملے کر لی ہے جہاں میں اسے گولی ماروں گا۔“ اس نے اپنی پیشانی کے وسط میں ہولے سے دو تین مرتبہ انگلی ماری۔

سوچا ہے کہ نئے سرے سے یہاں پاؤں جمانا تمہارے لئے آسان ہوگا۔ اس مقصد لئے تم لوگوں نے سب سے پہلے مجھے ہی قربانی کا بکرا بنانے کا فیصلہ کیا ہے..... لیکر میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ ایسی کوشش نہ کرنا۔“

مائیکل نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے نہایت نرمی سے کہا۔ ”کیا یہی سب کچھ سوچ کر تم نے ایک مرتبہ بہت سے لوگوں کی موجودگی میں فریڈ کے منہ پر تھپڑ مار دیا تھا؟“

ہیگن نے بری طرح چونک کر فریڈ کی طرف دیکھا۔ یہ واقعہ اس کے علم میں بھی نہیں تھا۔ فریڈ کا چہرہ خجالت سے سرخ ہو گیا۔ وہ صفائی پیش کرنے کے انداز میں بولا۔ ”وہ کوئی خاص بات نہیں تھی مائیکل گرین غصے کا ذرا تیز ہے۔ کبھی کبھی اس کا ہاتھ اٹھ جا ہے..... لیکن وہ محض غلط فہمی تھی..... جلدی دور ہو گئی تھی۔ ہم دونوں دوستوں کا طرح ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ بالکل ٹھیک چل رہے ہیں.....؟“

پھر وہ تصدیق طلب انداز میں گرین سے مخاطب ہوا۔ ”میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا گرین؟“

گرین اس کی طرف توجہ دے بغیر مائیکل ہی سے مخاطب رہا۔ ”مجھے ہوٹل اور کیسینو کا نظام صحیح طریقے سے چلانے کے لئے کبھی کبھار کسی کو تھپڑ اور کبھی کبھار کسی کو ٹھڈا رسید کر پڑتا ہے۔ فریڈی پر مجھے اس لئے غصہ آیا تھا کہ طبیعت ٹھیک ہوتے ہی اس نے کچھ زیادہ عیاشی شروع کر دی تھی۔ اس نے یہاں کی کسی ویٹرس کو نہیں بخشا تھا۔ اس کی نظر کرم کی وجہ سے وہ اپنے کام میں بے پروائی برتنے لگی تھیں اور سر چڑھ گئی تھیں۔ اس لئے مجھے فریڈ سیدھا کرنا پڑا کیونکہ مسئلے کی جڑ یہ تھا۔“

”تم سیدھے ہو گئے فریڈ؟“ مائیکل نے بھائی کی طرف دیکھتے ہوئے سپاٹ لپے میں پوچھا۔ بظاہر اس کا چہرہ بھی سپاٹ تھا لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اسے اپنے بڑے بھائی پر غصہ آ رہا تھا کہ اس کی حرکتوں کی وجہ سے کاریوں فیملی کی عزت کم ہوئی تھی اور

مائیکل مسکرا دیا۔ البرٹ کے لہجے کی طرح مائیکل کی مسکراہٹ بھی سفاکانہ تھی۔ اسے سسلی سے واپس گھر آئے تین سال سے زیادہ..... 'کے' سے اس کی شادی ہوئی دو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصے میں اس نے ڈون اور ہیگن کی رہنمائی میں 'فیملی' کے تمام معاملات کو سمجھا تھا۔ ڈون نے تمام اہم متعلقہ افراد پر واضح کر دیا تھا کہ اسے تقریباً ریٹائر سمجھا جائے اور یہ کہ فریڈ کے مقابلے میں وہ مائیکل کو اپنی جاں نشینی کے لئے زیادہ موزوں سمجھتا تھا۔

یوں گویا مائیکل غیر رسمی طور پر اس کا جاں نشین قرار پا گیا تھا لیکن مائیکل کو اندازہ تھا کہ ڈون کی جگہ سنبھالنا پھولوں کی تیج پر بیٹھنے کے مترادف ہرگز نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ آنے والے دور میں بہت سی مشکلات اور آزمائشیں اس کی منتظر تھیں۔ اسے 'فیملی' کے مستقبل کے بارے میں بہت سے اہم اور انقلابی فیصلے کرنے تھے۔ تاہم وہ ان باتوں سے خوفزدہ یا پریشان نہیں تھا۔ وہ تمام مشکلات کا سامنا کرنے اور تمام آزمائشوں پر پورا اترنے کے لئے تیار تھا۔ اسے 'فیملی' کے اثاثوں اور جائیداد وغیرہ کے بارے جان کر حیرت ہوئی تھی۔ اسے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ 'فیملی' اس قدر جائیداد اور اثاثوں کی مالک ہے۔

کوئی اور رزی اب مال پر ہی آکر ایک مکان میں رہنے لگے تھے اور رزی کو ایک قدرے یا عزت اور ذرا بڑا کاروبار سونپ دیا گیا تھا۔ اس لئے وہ بڑا خوش تھا اور مائیکل کے سامنے کافی حد تک مودب رہتا تھا۔ وہ سچ مچ مائیکل سے مرعوب معلوم ہوتا تھا۔ مائیکل نے نہایت تفصیل سے سنی کے قتل کے بارے میں ہر بات معلوم کی تھی۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ اس رات رزی نے کوئی کو مارا پٹا تھا اور فون پر اتفاق سے یہ بات سنی کو معلوم ہو گئی تھی۔ اس کا غصہ تو مشہور ہی تھا۔ وہ رزی کو ایک بار اچھی طرح سبق سکھا چکا تھا اور اسے تاکید کر چکا تھا کہ آئندہ وہ اس کی بہن پر ہاتھ نہ اٹھائے..... لیکن اس نے اس ہدایت پر زیادہ عرصے عمل نہیں کیا تھا۔

اس نے ایک بار پھر کوئی کو مارا پٹا تھا اور یہ جان کر سنی آپے سے باہر ہو کر گھر سے نکلا

تھا لیکن اسے بہن کے گھر پہنچنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ ٹول ٹیکس والے پل پر وہ مارا گیا تھا۔ مائیکل نے یہ سب کچھ سنا تھا، تمام تفصیلات اور جزئیات معلوم کی تھیں لیکن اس واقعے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ سنی کی بیوہ سینڈرا کو اس کی خواہش پر اس کے والدین کے پاس فلوریڈا بھیج دیا گیا تھا۔ وہ اپنے والدین کے ساتھ رہنا چاہتی تھی۔ اس کے لئے ایسے انتظامات کر دیئے گئے تھے کہ وہ بچوں سمیت شاہانہ انداز میں زندگی گزار سکے تاہم کوئی پراپرٹی اس کے نام نہیں تھی۔

ڈون کی ریٹائرمنٹ سے 'فیملی' کے مقام اور حیثیت پر فرق پڑا تھا۔ سنی کی موت بھی 'فیملی' کے لئے ایک بڑا دھچکا تھی۔ سنی بہت ذہین فطین اور اعلیٰ درجے کا منصوبہ ساز نہ سہی لیکن مخالفین اس سے دہشت زدہ ضرور رہتے تھے۔ فریڈ اپنی عیاشانہ طبیعت کی وجہ سے کوئی مقام نہیں بنا سکا تھا۔

ان تمام عوامل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بارزنی فیملی نے زیادہ طاقت پکڑ لی تھی۔ اسے ٹیگ فیملی کی عملی حمایت بھی حاصل تھی۔ یوں اب نیویارک میں بارزنی فیملی کو وہی مقام حاصل ہو چکا تھا جو کبھی کارلیون فیملی کو حاصل تھا۔ بعض ناچازہ ہندوؤں میں بارزنی فیملی نے کارلیون فیملی کے لوگوں کو توڑنا ڈبانا یا کاروبار سے محروم کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔ مائیکل ان تبدیلیوں سے بے خبر نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے..... مگر گہری نظر سے تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ فیب کو بھی نہیں بھولا تھا جس نے سسلی میں اس کار میں بم فٹ کیا تھا جو دھماکے سے اڑ گئی تھی۔

وہ ہم درحقیقت صرف لونیا کو ہلاک کرنے کے لئے نہیں بلکہ مائیکل کے لئے بھی تھا۔ وہ تو اتفاق تھا کہ مائیکل کو جا کر کار میں بیٹھنے میں کچھ تاخیر ہو گئی تھی اور اس دوران لونیا نے اشتیاق کے تحت کار اشارٹ کرنے کی کوشش کر ڈالی تھی۔ انکینشن میں چابی گھومتے ہی بم پھٹ گیا تھا۔ کار درحقیقت خود مائیکل کو ہی اشارٹ کرنی تھی۔

مائیکل کے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ اس کی جان لینے کی جو سازش سسلی

مائیکل نہایت صبر و سکون سے مرحلہ وار وہ تمام کام انجام دے رہا تھا جو اس کے خیال "فیملی" کی لاس ویگاس منتقلی کے سلسلے میں ضروری تھے لیکن اس دوران اسے اچانک بڑے صدمے کا سامنا کرنا پڑا۔

ڈون کارلیون ایک روز گھر کے باغ میں اپنے پوتے..... یعنی مائیکل کے بیٹے کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمودار ہوئے روہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اوندھے منہ گھاس پر گر پڑا۔ مائیکل کا بیٹا خاصا چھوٹا تھا لیکن اسے اتنا سانس ضرور ہو گیا کہ دادا کو کچھ ہو گیا تھا۔ وہ جلدی سے باپ کو بلانے بھاگا۔

مائیکل اور دو تین ملازم دوڑے دوڑے آئے۔ مائیکل نے جھک کر باپ کو سیدھا کیا رے تابی سے اس کی نبض ٹٹولی۔ اس نے سرگوشی میں باپ کو صرف اتنا کہتے سنا۔ "زندگی اب خوبصورت نعمت ہے....."

پھر اس کی نبض ساکت ہو گئی۔ ڈون کارلیون مر چکا تھا!

گاڈ فادر کی آخری رسوم اور جنازے کو دیکھ کر گماں گزر رہا تھا کہ کوئی سربراہ مملکت قاتل کر گیا ہے۔ تین و تین کا شاہانہ انداز اپنی جگہ سہی..... لیکن اس میں شک نہیں ماکہ گاڈ فادر کی موت کارلیون فیملی کے لئے بہت بڑا دھچکا ثابت ہوئی تھی۔ چند دنوں میں ماکہ ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے کارلیون فیملی کی طاقت اور اس کا رعب و دبدبہ آدھا رہ گیا تھا۔

ٹیک فیملی نے ایک بار پھر موقع دیکھ کر سراٹھایا تھا۔ اس سے پہلے وہ سولو زو کی پشت اسی کرچکی تھی۔ پھر ڈون کے صحت یاب ہونے کے بعد اسی کی کوششوں سے امریکا کی تمام اہل ذکر "فیملیز" کے سربراہوں کی موجودگی میں صلح تو ہو گئی تھی اور امن بھی قائم ہو گیا تھا لیکن ڈون کی موت کے بعد گویا حالات پھر اسی بیچ پر واپس پہنچ گئے تھے۔ اس بار ٹیک فیملی دربار زنی فیملی کا اتحاد قائم ہو گیا تھا۔ گو کہ سب کو معلوم تھا کارلیون فیملی لاس ویگاس منتقل ہونے کی تیاریاں کر رہی تھی اس کے باوجود بار زنی فیملی نے کارلیون فیملی کو ہر ممکن نقصان

میں کی گئی تھی اس کی جڑیں درحقیقت نیو یارک میں تھیں۔ اس نے اس سازش کے ہر کار..... یعنی فیب کا سراغ لگانے کی کوششیں ترک نہیں کی تھیں..... اور آخر کار اسے معلوم ہو ہی گیا تھا وہ شخص کہاں ہے؟

درحقیقت اسے یہ بات معلوم ہوئے ایک سال گزر چکا تھا لیکن اس نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کیا تھا۔ بس اس بات کا انتظام کیا تھا کہ فیب دوبارہ غائب نہ ہونے پائے۔ اگر وہ کہیں اور چلا جاتا تو مائیکل کو اس کا نیا ٹھکانہ بھی معلوم ہو جاتا۔ ان دنوں وہ امریکا ہی کے شہر بفیلو میں تھا اور ایک پڑا ہاؤس چلا رہا تھا۔

پڑا بیچ کر وہ ٹھیک ٹھاک پیسے کما رہا تھا۔ یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ یہ کار بار شروع کرنے کے لئے اس کے پاس رقم کہاں سے آئی ہوگی۔ حالانکہ جو کام اس کے سپرد کیا گیا تھا وہ ادھورا رہ گیا تھا مگر اس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ اسے بہر حال معاوضہ تو مل ہی چکا ہوگا۔ اس نے اپنا نام بدل لیا تھا اور مائیکل کو یہ تک معلوم ہو چکا تھا کہ وہ جعلی پاسپورٹ پر امریکا آیا تھا۔

اس ایک سال کے دوران جب کارلیون فیملی کے لاس ویگاس منتقل ہونے کی تیاریاں جاری تھیں بہت سے واقعات رونما ہو چکے تھے۔ لاس ویگاس میں نینو کا انتقال ہو چکا تھا۔ جونی نے اس کے جنازے اور تین و تین کے انتظامات کئے تھے۔ مائیکل دوسرے بچے کا باپ بن چکا تھا۔ ڈون کارلیون کو ہلکا سا ہارٹ اٹیک ہو چکا تھا..... اور موگرین کو کسی چور یا ڈاکو نے اس وقت گھر میں گھس کر گولی مار دی تھی جب وہ اپنی ایک فلم اٹار دوست کے ساتھ نشاط کی گھڑیاں گزرا رہا تھا۔ اس کی پیشانی کی عین وسط میں گولی ماری گئی تھی۔

مائیکل کا باڈی گارڈ البرٹ اس واقعے سے چند روز پہلے چھٹی پر جا چکا تھا اور وہ اس واقعے کے ایک ماہ بعد واپس آیا۔ وہ ایک دور دراز ساحلی مقام پر تعطیلات گزارنے گیا ہوا تھا اور جب وہ واپس آیا تو ساحل پر دھوپ سینک سینک کر اس کا رنگ واقعی خاصا سونا ہوا چکا تھا!

نہال کریں گے۔“

”کیا تمہیں مجھ پر شک ہے؟“ ہیگن نے پُر سکون لہجے میں پوچھا۔

”نہیں.....“ مائیکل ہنسا۔ ”تم پر وہ بھروسہ نہیں کریں گے۔ میرا خیال ہے کہ

ایٹسو اور رزی میں سے کوئی بک چکا ہے۔“

ہیگن نے ایک لمحے سوچا پھر بولا۔ ”تمہارے بہنوئی رزی کے غداری کرنے کا زیادہ

ان ہے۔“

”ہم انتظار کریں گے۔ جلد پتہ چل جائے گا۔ غداری کون ہے۔“ مائیکل اطمینان سے

دوسرے روز ہیگن آیا تو مائیکل نے اسے بتایا۔ ”آج ایک فون آیا تھا۔ بارزنی فیملی

سے امن اور صلح کے لئے مذاکرات کرنا چاہتی ہے۔“

”کس کا فون تھا؟“ ہیگن نے چونک کر پوچھا۔ ”کس کے ذریعے یہ تجویز بھجوائی گئی

؟“

وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اگر ان کا اپنا ہی کوئی آدمی بارزنی فیملی کی

ف سے صلح کا پیغام لے کر آ رہا تھا اور مائیکل کو مذاکرات کی میز پر لے جانے کے لئے

رم ہو رہا تھا تو اسی کے غداری ہونے کے امکانات سب سے زیادہ تھے۔

”ایٹسو کا فون تھا.....“ مائیکل بولا۔ ”اس کا کہنا ہے کہ بارزنی فیملی نے اسے صلح

پیغام بھجوایا ہے۔ ایٹسو مجھے مذاکرات کی میز پر لے جانا چاہتا ہے۔“ یہ بتاتے ہوئے مائیکل

لہجے میں اداسی جھلک آئی۔

ہیگن بھی خاصی دیر تک خاموش رہا۔ پھر متاثرانہ لہجے میں بولا۔ ”مجھے سب سے زیادہ

رزنی پر تھا کہ وہ آسانی سے بک جائے گا اور غداری پر آمادہ ہو جائے گا..... حتیٰ

میں میز پر بھی شک کر سکتا تھا..... لیکن ایٹسو کے بارے میں تو مجھے گمان بھی نہیں تھا

وہ غداری پر آمادہ ہو جائے گا۔ وہ تو ہمارا بہترین آدمی تھا۔“

پہنچانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ رخصت ہوتی ہوئی اس فیملی۔

سب کچھ چھین لینا چاہتے تھے اور اسے اس حال میں روانہ کرنا چاہتے تھے کہ لاس ویگاس

میں وہ اپنی کوئی خاص حیثیت نہ بنائے۔

کچھ عرصے بعد مائیکل نے گھر کے اسی کمرے میں ایک میننگ بلائی جو آفس کے

طور پر استعمال ہوتا تھا۔ اس میننگ میں میز، ایٹسو، لیپٹون، رزی، ہیگن اور البرٹ موج

تھے۔ مائیکل سب کو اطمینان دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ سب کچھ پہلے ہی کی طرح چل

رہے گا، کسی کو پریشان یا فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔

”یہ محض تمہارا خیال ہے۔“ ایٹسو نرمی سے بولا۔ ”ہمارے کاروبار کی جگہوں پر جملے

رہے ہیں اور جہاں جہاں سے ممکن ہو سکتا ہے ہمارے آدمیوں کو کاروبار سے بے دخل کیا

رہا ہے۔“

”چند ہفتے اور صبر سے گزار لو۔“ مائیکل بولا۔ ”پھر ہم ایک اور میننگ کریں گے اگر

میننگ میں میں بتاؤں گا کہ کسے کیا کرنا ہے۔ اس وقت تک کے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ

کسی اشتعال انگیزی کا جواب نہ دیا جائے۔“

مزید کچھ دیر اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر مائیکل نے انہیں رخصت کر دیا۔

البرٹ انہیں گیٹ تک چھوڑنے کے لئے باہر چلا گیا۔ کمرے میں صرف مائیکل اور ہیگن رہ

گئے۔

”میرا خیال ہے تمہیں صورت حال کی سنگینی کا اندازہ نہیں ہے۔“ ہیگن بولا۔

”مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہے۔“ مائیکل مسکرایا۔ ”لیکن دشمنوں کو کارلیون فیملی

کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ ڈون کی موت سے

ہماری طاقت کم ہو گئی ہے۔ انہیں معلوم نہیں ہے کہ کارلیون فیملی اب بھی امریکا کی طاقتور

ترین فیملی ہے۔ وہ اس حد تک خوش فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ میری اطلاع کے مطابق وہ

مجھے بھی مروانے کی کوشش کریں گے اور اس مقصد کے لئے وہ میرے کسی قریبی ساتھی کو

گا ہک زور سے ہنس دیا۔ اس کی ہنسی بے رحمانہ تھی۔ کاؤنٹر میں اٹھنے قدموں پیچھے کئے لگا لیکن اس کے پیچھے دو بار تھی۔ گا ہک کے ہاتھ میں ریو اور تھا۔ گا ہک نے فائر کیا۔

مائیکل نے وہ ہفتہ نہایت محتاط انداز میں گزرا اور مال کی حدود سے باہر کہیں نہیں گیا۔ آخر وہ دن آن پہنچا جب بارزنی سے رات کو اس کی ملاقات طے تھی اس روز دن میں ہی اس نے اپنی بہن کو فنی اور اس کے بچوں کو لاس ویگاس بھیج دیا تھا۔ کوئی سے اس نے یہی کہا تھا کہ یہ ان سب لوگوں کے لاس ویگاس منتقل ہونے کے سلسلے کی پہلی کڑی تھی۔ اپنے بہنوئی رزی کو البتہ اس نے یہ کہہ کر وہیں روک لیا تھا کہ اس سے اسے کئی ضروری کام لینے تھے۔

ادھر لیمپون مال کے سرے پر موجود تھا جہاں دو آہنی ستونوں کے درمیان لوہے کی ٹی سی زنجیر لگی ہوئی تھی۔ ایک ستون میں ایک خانہ بنا ہوا تھا جس میں ایک ٹیلیفون نصب لیمپون اپنے آدمیوں سے گپ شپ کرتے ہوئے منتظر سے انداز میں وہیں ٹہل رہا۔ آخر فون کی گھنٹی بجی۔ لیمپون نے ریسیور اٹھایا۔

”اسٹیج تیار ہے..... تم اپنی انٹری دے دو.....“ دوسری طرف سے کسی ہر طرف اتنا کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیمپون نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور اپنے آدمیوں کو وہیں نگرانی پر چھوڑ کر اپنی کار بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ وہ کار دے والے برج پر پہنچا۔ یہ وہی برج تھا جس پر ٹول ٹیکس کے اہل گیٹ کے قریب سی کوئل کیا گیا تھا۔

وہاں ایک اور کار لیمپون کی منتظر تھی جس میں دو آدمی موجود تھے۔ لیمپون نے اپنی روہیں چھوڑی اور ان دونوں کے ساتھ اس دوسری کار میں بیٹھ کر مزید آگے روانہ ہو گیا۔ لوگ سن رائر ہائی وے کے ایک موٹیل تک پہنچے جو چھوٹے چھوٹے بنگلوں جیسے یونٹس پر مشتمل تھا اور موٹیل کے بجائے چھوٹی سی کوئی ہاؤسنگ اسکیم معلوم ہوتا تھا۔ اس کے رہائشی اس کے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے نہیں تھے ان کے درمیان تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا۔

وہاں روشنی بہت کم تھی اور بیشتر قیام گاہیں محض ہیولوں کی طرح دکھائی دے رہی ہیں۔ لیمپون اور اس کے ساتھیوں کی گاڑی ایک قیام گاہ کے سامنے جاکر لیمپون پڑا۔ اس نے لات مار کر چھوٹے سے اس بنگلہ نما یونٹ کا دروازہ کھولا اور بیڈ روم میں جا پڑا۔

ٹیک فیلٹی کا سربراہ فلپ ٹیک سامنے ہی بیڈ پر خاصی ناروا حالت میں کھڑا تھا۔ اس مائٹرو سنٹر سال کے قریب تھی لیکن خواہشوں نے ابھی اس کا دامن نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے اس کو اس نے مستقل طور پر اپنی عیاشی کا اڈہ بنایا ہوا تھا۔ موٹیل کا یہ یونٹ اس نے فرضی اسے ”فیلٹی“ میں موزوں سے موزوں تر مقام ملنے کے دن قریب آتے جا رہے تھے

کاؤنٹر میں پیچھے دیوار سے جاکر آیا۔ گاہک نے دوسرا فرام کیا تو وہ فرش پر گر پڑا۔

گاہک کاؤنٹر کے گرد گھوم کر اندر آیا۔ کاؤنٹر میں ابھی زندہ تھا۔ گاہک نے اس کی قمیض پکڑ کر اس طرح جھٹکا دیا کہ بٹن ٹوٹ گئے اور اس کے پیٹ پر موجود بڑا سا میٹو صاف دکھائی دینے لگا۔ اس کے سینے سے خون بہہ کر اس میٹو کے کچھ حصے پر آ گیا تھا۔

”قیب.....!“ گاہک نے دم توڑتے ہوئے کاؤنٹر میں کو مخاطب کیا۔ ”مائیکل کارلیون نے تمہارے لئے سلام بھیجا ہے.....“ یہ کہہ کر اس نے ریوالور کی نال کاؤنٹر میں کی کینٹی پر رکھی اور ایک بار پھر ٹریگربا دیا۔

پھر وہ پڑا پارلر سے باہر آیا۔ فٹ پاتھ سے ایک کار لگی کھڑی تھی جس کا انجن ایٹارٹ تھا اور دروازہ کھلا ہوا تھا۔ گاہک پھرتی سے اس میں بیٹھا اور کار تیز رفتاری سے آگے روانہ ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

اپنی بیوی اور بچوں کو اس ویگاس کے لئے روانہ کرنے کے بعد رزی نے اپنے گھر میں اکیلا بیٹھا پینے پلانے کے شغل سے دل بہلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ گھر کی کھڑکی سے وہ باہر کا منظر بھی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے الگ الگ گاڑیوں میں میز اور میٹو کو آتے دیکھا تھا۔ گیٹ پر اسے نئے چہرے نگرانی کی ڈیوٹی انجام دیتے نظر آئے تھے ہال کے سرے پر..... جہاں زنجیر لگی ہوئی تھی اسے لیمپون بھی نظر آیا تھا۔ لیمپون کو وہ پہچانتا تھا اور اس کے انداز سے اس کے مطابق لیمپون اتنا چھوٹا آدمی نہیں تھا کہ پہریداری کے فرائض انجام دیتا لیکن بہر حال مائیکل اب باس تھا۔ وہ کسی کی ڈیوٹی کہیں بھی لگا سکتا تھا۔

رز کی کو مال کی فضا کچھ بدلی بدلی سی لگ رہی تھی۔ اس کی یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مائیکل نے اسے کیوں روکا تھا؟ تاہم اس کے لئے یہ بات ہی اطمینان بخش تھی کہ مائیکل نے اسے اشارہ دیا تھا وہ کوئی بڑا کام اس کے سپرد کرنا چاہ رہا تھا۔ رزی کا اندازہ تھا کہ اب اسے ”فیلٹی“ میں موزوں سے موزوں تر مقام ملنے کے دن قریب آتے جا رہے تھے

وہ ڈیوٹی پر نکلے ہوئے پولیس آفیسر کے انداز میں ادھر ادھر کا جائزہ لیتا ہوا اپنے تلیہ موں سے راک فیلر سینٹر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے اپنی پولیس کیپ پیشانی پر کچھ زیادہ پکائی ہوئی تھی۔ زیادہ تر پولیس والے اپنی یونیفارم اور ٹوپی میں تقریباً ایک جیسے لگتے تھے۔ برٹ کی پیشانی پر اس کی ٹوپی کا چھجڑا زیادہ جھکا ہونے کی وجہ سے اس کی شناخت اور بھی مشکل تھی۔

راک فیلر سینٹر کے سامنے اسے بڑی سی وہ شاندار گاڑی کھڑی نظر آ گئی جسے حقیقت اس کی نظریں تلاش کر رہی تھیں۔ وہ گاڑی عین اس بورڈ کے نیچے کھڑی تھی جس پر لکھا تھا ”یہاں گاڑی کھڑی کرنا منع ہے۔“

اس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص منتظر انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ مضبوط جسم کا تھا ور شکل سے ہی بد معاش لگ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر البرٹ کچھ اور آہستہ چلنے لگا۔ ٹہلنے کے سے انداز میں وہ گاڑی تک پہنچا۔ اس نے چھڑی سے بورٹ کھٹکھٹایا ڈرائیور نے اس کی لطف دیکھا تو البرٹ نے چھڑی سے بورڈ کی طرف اشارہ کیا۔

ڈرائیور نے بورڈ کی طرف دیکھا لیکن البرٹ کو جواب دینے کی زحمت نہیں کی اور بے نیازی سے منہ پھیر لیا۔ تب البرٹ ڈرائیونگ سائڈ کی کھڑکی پر جا پہنچا اور سخت لہجے میں بولا۔ ”تم ان پڑھ ہو یا نایا؟“

”کیا مطلب؟“ ڈرائیور نے پیشانی پر ہل ڈال کر پوچھا۔  
”مطلب یہ کہ..... تمہیں یہ بورڈ نظر نہیں آ رہا..... یا تم اسے پڑھ نہیں پارہے؟“ البرٹ نے پوچھا۔

”تم شاید اس علاقے کے پولیس اسٹیشن میں نئے آئے ہو جو مجھ سے اس طرح بات کر رہے ہو،“ وہ شخص آنکھیں سکیڑ کر اسے گھورتے ہوئے بولا۔  
’میں اس علاقے کے پولیس اسٹیشن میں تمہاری پیدائش سے پہلے سے تعینات ہوں..... لیکن تم میرے نئے یا پرانے ہونے کی فکر میں نہ پڑو۔ یہ بتاؤ‘ گاڑی یہاں سے

محافظوں کے بغیر رات کی تاریکی میں خاموشی سے یہاں پہنچ جاتا تھا۔ شہر کے کسی حصے سے اعلیٰ درجے کی کوئی نوجوان کال گرل بھی وہاں پہنچ جاتی تھی۔ فلپ ٹیگ کا خیال تھا کہ اس کے اس اڈے اور اس کے اس معمول سے کوئی آگاہ نہیں ہے۔ اب تک تو یہ اس کے لئے ایک محفوظ ٹھکانہ ہی ثابت ہوا تھا۔

..... لیکن آج نہ جانے کس طرح یہ سفاک صورت نوجوان یہاں آن پہنچ تھا جس نے لات مار کر دروازے کا تالا توڑ دیا تھا اور جس کے ہاتھ میں گن بھی نظر آ رہی تھی۔ اس نے فلپ کے بوڑھے جسم میں چار گولیاں اتاریں اور فوراً باہر آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس نے فلپ کے جسم پر جہاں جہاں گولیاں ماری تھیں اس کے بعد اس کے بچنے؛ ایک فیصد بھی امکان نہیں تھا۔

لڑکی کے بارے میں اس نے کوئی خطرہ محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ اونڈھی لپٹی تھی اور شاید فائروں کی آواز سن کر وہ اسی حالت میں ساکت ہو گئی تھی یا پھر اسے سیدی ہوئے اور لمپون کے چہرے پر نظر ڈالنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی..... اور یہ اس کے حق میں اچھا ہی ہو تھا ورنہ شاید موت اس کا بھی مقدر ہوتی۔ لمپون شاید ایک چشم دید گواہ کو چھوڑنے کا خطرہ مول نہ لیتا۔

باہر آ کر وہ گاڑی میں بیٹھا اور واپس روانہ ہو گیا۔ دونوں آدمیوں نے اسے ٹول ٹیکس والے برج پر وہیں اتار دیا جہاں سے ساتھ لیا تھا۔ لمپون وہاں سے اپنی گاڑی میں بیٹھ اور لانگ بیچ واپس آ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ اسی طرح مال کے گیٹ پر موجود تھا جیسے وہاں سے کہیں گیا ہی نہیں تھا۔

البرٹ نیری پولیس کی ملازمت سے تو نکال دیا گیا تھا لیکن اس کے پاس کسی نہ کس طرح ایک مکمل پولیس یونیفارم بیچ اور چالان کی کتاب وغیرہ بچی رہ گئی تھی۔ آج اس نے برسوں بعد وہی یونیفارم جھاڑ پونچھ کر پہنی تھی اور اپنے بیچ کو بھی خوب چمکایا تھا۔ اس کی بغل میں چھڑی بھی دبی ہوئی تھی اور وہ مکمل طور پر پولیس والا نظر آ رہا تھا جو گشت پر نکلا ہوا تھا۔

ہیں دیکھ سکا تھا کہ البرٹ نے اپنے ہولسٹر سے ریوالتورب نکالا تھا۔ اس کے باڈی گارڈز درڈرائیور کو بھی سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ البرٹ اپنی پولیس ملازمت کے زمانے سے لے کر بے تک زبردست نشانے باز چلا آ رہا تھا۔ اس نے باقی تینوں افراد کی پیشانی پر گولی ماری۔ تین عہدہ نشانے کے ساتھ ان کے لئے ایک ایک گولی ہی کافی تھی۔

ان چاروں کو ڈھیر کرنے کے بعد البرٹ تیزی سے دوڑا اور موٹر کران لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا، جو دہشت کے عالم میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ہوا کیا تھا۔ موٹر کرتے ہی البرٹ ایک گاڑی میں بیٹھ گیا جو پہلے سے وہاں موجود تھی اور جس کا انجن اسٹارٹ تھا۔ گاڑی تیزی سے آگے روانہ ہو گئی۔ البرٹ نے اپنا پولیس یونیفارم کا کوٹ اور ٹوپی اتار کر گاڑی میں پڑے ہوئے ایک بیک میں ڈال دی۔ ریوالتورب بھی اس نے اسی بیک میں ڈال دیا۔ گاڑی کی سیٹ پر ایک اور کوٹ پڑا تھا۔ البرٹ نے وہ پہن لیا اور سیدھا ہو کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اب وہ ایک عام سویلین آدمی دکھائی دے رہا تھا۔

گاڑی نے اسے ایک جگہ اتار دیا۔ وہاں سے وہ ٹیکسی میں ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ بیک گاڑی میں ہی رہ گیا جس میں اس نے پولیس یونیفارم کا کوٹ وغیرہ ڈالا تھا۔ اسے ٹھکانے لگانا اب گاڑی والوں کی ذمہ داری تھی۔

☆.....☆.....☆

ڈون کارلیون کے گھر کے کچن میں ٹیسو بیٹھا کافی کی چسکیاں لے رہا تھا جب ہیگن اس کے پاس آیا اور بولا۔ ”مائیکل میٹنگ کے لئے تیار ہے۔ تم بارزنی کو فون کر کے کہہ دو کہ وہ روانہ ہو جائے۔“

ٹیسو نے اثبات میں سر ہلایا اور کچن کے فون پر ایک نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے کوئی آواز سن کر وہ بولا۔ ”ہم بروکلین آرہے ہیں۔“

صرف اتنا کہہ کر اس نے ریسپورر رکھ دیا اور ہیگن کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے

ہٹا رہے ہو یا میں تمہیں چالان کا ٹکٹ بھی دوں اور تمہیں نیچے اتار کر تمہاری پیٹھ پر دو چار ٹھنڈے بھی رسید کروں؟“

ڈرائیور ایک لمحے کے لئے تذبذب میں نظر آیا پھر ذرا نرم پڑتے ہوئے بولا۔ ”اتر گرم ہونے کی ضرورت نہیں..... اگر تمہیں چالان کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کرو..... اور اگر چاہو تو یہ رکھ لو.....“ اس نے دس ڈالر کا ایک نوٹ نکال کر البرٹ کی جیب میں ڈالنے کی کوشش کی لیکن البرٹ پھرتی سے پیچھے ہٹ گیا۔ نوٹ اس شخص کے ہاتھ میں ہی رہ گیا۔

”اپنا لائسنس اور رجسٹریشن بک دکھاؤ۔“ البرٹ نے حکم دیا۔

”دیکھو..... یہ مسٹر بارزنی کی گاڑی ہے..... میں ان کا آدمی ہوں۔“ ڈرائیور نے گویا بڑی مشکل سے اپنے غصے پر قابو رکھتے ہوئے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ”میرے ساتھ اس قسم کا رویہ اختیار کرنے سے پہلے اپنے پولیس اسٹیشن کے انچارج سے مسٹر بارزنی کے بارے میں پوچھ لینا۔ شاید تم ان کی گاڑی نہیں پہچانتے.....“

البرٹ نے مسٹر بارزنی کو ایک موٹی سے گالی دی جس پر اس شخص کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے مزید کچھ کہنے سے پہلے راک فیلر سینٹر کی سیڑھیوں سے تین آدمی اترتے دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک بارزنی اور دوسرے کے باڈی گارڈ تھے۔ بارزنی اس وقت طے شدہ پروگرام کے مطابق مائیکل سے ملنے کے لئے روانہ ہو رہا تھا۔

بارزنی ایک پولیس آفیسر کو اپنی گاڑی کے قریب دیکھ کر ذرا جلدی سے قریب آیا۔ اس نے گاڑی میں بیٹھے ہوئے اپنے آدمی سے پوچھا۔ ”کیا بات ہے؟“

”یہ پولیس والا شاید علاقے میں نیا آیا ہے۔ چالان کرنا چاہتا ہے.....“

لائسنس اور رجسٹریشن بک مانگ رہا ہے.....“ اس کے آدمی نے حقارت سے البرٹ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

بارزنی تیزی سے البرٹ کی طرف گھوما لیکن اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا۔ ایک گولی نے اس کی پیشانی میں اور دوسری گولی نے اس کے گلے میں سوراخ کر دیا۔ کوئی بھی

بولاً۔ ”مجھے امید ہے مائیکل آج کوئی اچھا معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“

”یقیناً.....“ ہیگن نے خوش دلی سے جواب دیا۔ وہ ٹیسو کو ساتھ لے کر باہر مال پر آیا اور وہ دونوں مائیکل کے گھر پہنچے۔ وہاں دروازے پر ایک گارڈ نے انہیں روک لیا۔

”باس نے کہا ہے کہ وہ الگ گاڑی میں تمہارے پیچھے پیچھے آئیں گے۔ تم دونوں دوسری گاڑی میں آگے چلو۔“ گارڈ نے کہا۔

ٹیسو کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں اور وہ ہیگن کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”مائیکل نے اچانک یہ کیا فیصلہ کر لیا؟ اس طرح تو میرے سارے انتظامات خراب ہو جائیں گے۔“

اس لمحے نہ جانے کس طرف سے تین گارڈز اور نمودار ہو گئے۔ ہیگن نہایت نرمی سے ٹیسو سے مخاطب ہوا۔ ”میں بھی تمہارے ساتھ نہیں جاسکوں گا ٹیسو!“

تب گویا ایک ہی لمحے میں سب کچھ ٹیسو کی سمجھ میں آ گیا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ وہ بازی ہار گیا تھا۔ اس کے چہرے پر شکست کے آثار نمودار ہو گئے۔ یک لخت ہی وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ بوڑھا دکھائی دینے لگا۔ گارڈز نے اس کے گرد گھیرا ڈال لیا تھا وہ اسے ایک کار کی طرف لے چلے۔ اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔

ہیگن اسے گارڈز کے زرخے میں جاتے دیکھ رہا تھا۔ اسے دل ہی دل میں بہت افسوس ہو رہا تھا۔ ٹیسو زندگی بھر ”فیملی“ کا انتہائی بااعتماد ساتھی رہا تھا۔ اس میں جرات اور

سمجھداری..... دونوں ہی خصوصیات تھیں۔ انہی دونوں خصوصیات کے ساتھ اس نے ”فیملی“ کے لئے ہمیشہ ناقابل فراموش خدمات انجام دی تھیں اور ہر بحران میں فیملی کا

ساتھ دیا تھا۔ اب بڑھاپے میں آ کر نہ جانے کیوں اس پر لالچ غالب آ گیا تھا۔ اپنی دانست میں تو اس نے موقع محل دیکھ کر بڑا زبردست کاروباری داؤد کھیلنا تھا لیکن مائیکل کی سمجھ

بوجھ اور ہوشیاری کے بارے میں اس کا اندازہ غلط ہو گیا تھا۔ وہ اسے نو آموز اور نا تجربہ کار سمجھ کر دھوکا کھا گیا تھا۔ اس نے زندگی میں یہی ایک بڑی غلطی کی تھی اور اب اس کی سزا

بھگتے جا رہا تھا..... سزائے موت.....!

☆.....☆.....☆

رزئی اپنے گھر میں بیٹھا کھڑکی سے مال پر جاری ساری آمدورفت کا نظارہ کر رہا تھا اور بے چین ہو رہا تھا۔ اسے مال پر..... اور وہاں واقع تمام مکانوں میں غیر معمولی نقل

و حرکت نظر آرہی تھی۔ وہاں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ اپنے آپ کو اس سے بے خبر محسوس کر رہا تھا..... اور یہی احساس اس کا اضطراب بڑھا رہا تھا۔ مائیکل نے اس سے کہا تھا کہ وہ

گھر میں بیٹھ کر انتظار کرے وہ اسے بلوائے گا..... لیکن اس نے ابھی تک اسے نہیں بلوایا تھا۔ مائیکل نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ کوئی بڑا کام اس کے سپرد کرنا چاہتا ہے۔

”وہ کام کیا ہو سکتا ہے؟“ یہ سوچ سوچ کر بھی رزئی مضطرب ہو رہا تھا۔ آخر دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ بھی سمجھا کہ مائیکل نے اسے بلانے کے لئے فون

کرنے کے بجائے کسی آدمی کو بھیج دیا تھا..... لیکن جب اس نے دروازہ کھولا تو ایک عجیب سے خوف سے اس کا دل ڈوب گیا اور ٹانگوں سے گویا جان نکل گئی۔ مائیکل خود اس

کے سامنے کھڑا تھا۔ ہیگن اور لمپون اس کے ساتھ تھے۔ مائیکل کے چہرے پر پھیلی ہوئی گہری سنجیدگی رزئی کو موت کا پیغام محسوس ہوئی۔

وہ تینوں اندر آ گئے اور مائیکل بلا تمہید بولا۔ ”رزئی! تمہیں سنی کی موت کا ذمے دار قرار دیتے ہوئے مجھے افسوس ہو رہا ہے لیکن حقائق بہر حال حقائق ہوتے ہیں۔ انہیں جھٹلایا

نہیں جاسکتا۔“

رزئی نے اپنے تاثرات سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جیسے بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی..... لیکن شاید اس میں کامیابی نہیں ہوئی تھی کیونکہ مائیکل نے سرد لہجے

میں بات جاری رکھی تھی۔ ”تم نے اس روز جان بوجھ کر میری بہن کو مارا پیٹا تھا..... تمہیں یقین تھا کہ وہ اپنے والدین کے گھر فون کرے گی اور یہ بات سنی کے علم

میں آجائے گی۔ سنی کتنا غصہ و رانہاں تھا یہ بھی تم اچھی طرح جانتے تھے..... تمہیں یہ

رات گہری ہو چکی تھی لیکن مال پر تیز روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک کار سامنے ہی کھڑی

’کے‘ تو کوئی کوتاہی دینے کے ارادے سے باز و پھیلا کر اٹھی تھی لیکن جب اس نے کوئی کوچیٹہ اور مائیکل کو بددعائیں اور کوسنے دیتے سنا تو وہ اپنی جگہ بت بن کر رہ گئی۔

”خبیث..... سور.....!“ کوئی سینہ پیٹتے ہوئے مائیکل کی طرف ہاتھ پھیلا پھیلا کر کہہ رہی تھی۔ ”تم نے میرے شوہر کو مروایا ہے..... مجھے معلوم ہے تم اسے سنی کی موت کا ذمے دار سمجھتے تھے..... تم نے اس وقت تک انتظار کیا جب تک پاپا زندہ تھے۔ پاپا کے مرتے ہی تم نے بدلہ لے لیا..... لیکن تم نے میرے بارے میں نہیں سوچا..... تمہیں یہ خیال نہیں آیا کہ تمہاری بہن بیوہ ہو جائے گی..... بھانجا یتیم ہو جائے گا؟“

وہ اس شوہر کا ماتم کر رہی تھی جو اسے آئے دن اس بری طرح پینٹا تھا کہ اس چہرے اور جسم پر نیل اور زخم پڑ جاتے تھے۔ وہ بین کر رہی تھی اور ’کے‘ اس طرح دم بہ خود اس کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو جبکہ مائیکل کا چہرہ ساٹھا تھا۔ کوئی اسے دو ہتھ رسید کرنے کے لئے آگے بڑھی تو مائیکل نے سختی سے اس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اسے ذرا پیچھے دھکیل دیا۔

’کے‘ گویا کوئی کوسنبھالنے کے ارادے سے آگے بڑھی اور بولی۔ ”کوئی! تم اس وقت پریشان ہو.....“

”تم مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو.....“ کوئی اس پر بھی برس پڑی۔ ”تمہیں کچھ بتا نہیں ہے۔ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے شوہر کا اصل روپ کیا ہے! تم کیا جانو کہ اس نے ایک رات کے اندر اندر کتنے لوگوں کو مروایا ہے۔ تم تو اخبار پڑھ کر یہی سمجھ رہی ہو گی کہ وہ سب جرائم پیشہ اور بد معاش تھے..... آپس کی لڑائیوں میں مارے گئے..... تم نے تو شاید سوچا بھی نہیں ہو گا کہ ان سب کو مردانے والا..... یہ..... تمہارا شوہر تھا جو معزز، معصوم اور شریف بنا تمہارے پاس بیٹھا ہے.....“

’اے گھر لے جاؤ اور اس کے لئے کسی ڈاکٹر کو بلواؤ۔‘ مائیکل نے پُر سکون لہجے میں

تھی۔ مائیکل نے رزی کو اس میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رزی ڈرائیور کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تاہم گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اس کی قمیض پسینے میں بھیگی ہوئی تھی۔

گاڑی اسے لے کر روانہ ہو گئی۔ مال کے گیٹ سے نکل کر گاڑی آگے بڑھی تو رزی نے یہ دیکھنے کے لئے سر گھمانا چاہا کہ پچھلی سیٹ پر بھی کوئی بیٹھا تھا یا نہیں..... مگر اسے یہ دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا کیونکہ عین اسی لمحے ٹائیلوں کی ڈوری کا پھندہ اس کے گلے میں آن پڑا تھا اور فوراً ہی بری طرح کس دیا گیا تھا۔ وہ مچھلی کی طرح تڑپا لیکن پھندہ لمحہ بہ لمحہ زیادہ سخت ہوتا چلا گیا۔ میز اس کا کام میں بہت ماہر تھا اور عمر زیادہ ہو جانے کے باوجود اس کی طاقت میں کمی نہیں آئی تھی۔ آخر کار رزی کا جسم ڈھیلا پڑ گیا اور ساکت ہو گیا۔

☆.....☆.....☆

اسی رات کے اندر اندر ٹیگ اور بارزنی فیملی کے مزید کئی آدمی مارے جا چکے تھے ان میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے بعض مقامات پر کارلیون فیملی کے ناجائز دھندوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کی موت عبرتناک تھی۔ آئندہ چوبیس گھنٹوں کے دوران پانچوں فیملیز میں سنسنی اور خوف کی ایسی لہر دوڑ گئی کہ وہ ذرا سا رد عمل بھی ظاہر نہیں کر سکیں اور پر سے ان کے کئی خاص آدمیوں نے وفاداریاں تبدیل کرتے ہوئے مائیکل کے سامنے پیش ہو کر گھٹنے فیک دیئے اور گویا جان کی امان چاہی۔ انہیں خطرہ محسوس ہوا تھا کہ شاید ان کی موت کا پروانہ بھی جاری ہو چکا ہے۔

☆.....☆.....☆

مائیکل اپنے فیصلوں اور حکمت عملی سے مطمئن تھا۔ کافی حد تک وہ فتح کے احساس سے بھی سرشار تھا۔ بد مزگی صرف یہ ہوئی کہ اس کی بہن کوئی اپنے شوہر کی موت کی خبر سن کر ہوائی جہاز کے ذریعے نیویارک واپس پہنچی اور دیوانوں کی طرح روتی چپیتی اور ہسٹریائی انداز میں چیختی ہوئی مائیکل کے گھر میں گھس آئی۔ مائیکل اس وقت ’کے‘ کے ساتھ لوگ روم میں بیٹھا تھا۔

یہ سوچتے ہوئے 'کے' بچوں کو ساتھ لے کر نکلی اور مائیکل کو بتائے بغیر نیو ہمشائر اپنے والدین کے ہاں آ گئی۔ ایک ہفتے تک کسی نے اس کی خبر نہیں لی تاہم اس کے لئے اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ مائیکل کو معلوم ہو چکا تھا وہ کہاں تھی۔ اس کے وہ دن ایک عجیب سی افسردگی اور دل شکستگی کے عالم میں گزرے۔ اس میں گویا قوت فیصلہ بھی نہیں رہی تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ مائیکل گویا اس کے یوں آنے کی وجہ بھی سمجھ گیا تھا۔

ساتویں روز بڑی سی ایک سیاہ کار اس کے گھر کے دروازے پر آ کر رکی۔ اس میں نام ہیگن تھا۔ اس کے تاثرات کچھ زیادہ خوشگوار نہیں تھے۔ تنہائی میں بات کرنے کے لئے وہ اسے اپنے ساتھ باہر باغ میں لے گیا جہاں چہل قدمی کے دوران 'کے' نے بلاتمہید اور براہ راست پوچھ لیا۔ "کیا مائیکل نے مجھے دھمکانے کے لئے تمہیں یہاں بھیجا ہے؟" "کیسی بے وقوفی کی باتیں کر رہی ہو!" ہیگن کے چہرے کی ناگواری بڑھ گئی۔ "دنیا میں صرف تم اور اس کے بچے ایسی ہستیاں ہیں جن کے ساتھ وہ کبھی سختی یا کوئی زیادتی نہیں کر سکتا۔ وہ تم سے محبت کرتا ہے۔ اس نے تمہیں لانے کے لئے مجھے بھیجا ہے۔" "جب تمہاری گاڑی آ کر رکی تو میں سمجھ رہی تھی اس میں سے کچھ آدمی ہلکی مشین گنیں لئے اتریں گے اور مجھے اٹھا کر لے جائیں گے۔" اس نے دیانتداری سے اپنے خیال کا اظہار کر دیا۔

"مجھے تم جیسی سمجھدار عورت سے اس طرح کی بات سننے کی توقع نہیں تھی۔" ہیگن بولا۔ "کیا تمہیں اتنا بھی اندازہ نہیں کہ مائیکل تم سے اور بچوں سے کتنی محبت کرتا ہے؟" "مجھے اندازہ تو تھا..... لیکن اب میرے تمام محسوسات پر شکوک و شبہات کے سائے پڑنے لگے ہیں۔ میں خود اپنے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں یا نہیں؟ مجھے یوں لگتا ہے جیسے مائیکل وہ شخص نہیں ہے جس سے میں نے شادی کی تھی۔ اگر رزی نے غداری کی بھی تھی..... اگر سنی اس کی مخبری کی وجہ سے مرا

گارڈ کو حکم دیا۔ دو گارڈز کو نیکو بازو سے پکڑ کر تقریباً کھینچتے ہوئے لے گئے۔ 'کے' نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مائیکل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہی تھی؟ کیا یہ سب کچھ سچ ہے؟" "کچھ نہیں..... اسے ہسٹریا کا دورہ پڑا ہے۔ تمہیں اس کی باتوں پر توجہ نہیں دینا چاہئے۔" مائیکل نے کہا پھر اس کے لہجے میں ایک عجیب سی سرد مہری اور سختی آ گئی۔ "اور ایک بات کان کھول کر سن لو..... آئندہ تم فیملی کے معاملات تم فیملی کے معاملات میں مجھ سے کوئی سوال نہیں کرو گی۔"

وہ اٹھا اور باہر ہال کی طرف چل دیا۔ 'کے' پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔ وہ آج اسے ایک قطعی مختلف انسان محسوس ہوا تھا۔ اسے یوں لگا تھا جیسے یہ وہ مائیکل نہیں تھا جسے وہ جانتی تھی۔ کئی منٹ تک وہ وہیں ساکت کھڑی رہی پھر دھیرے دھیرے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

اوپر جانے سے پہلے اس نے ایک دیوار کی اوٹ سے ہال میں جھانکا۔ میزائل البرٹ اور لمپون اس کے شوہر سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اس نے دیکھا ان تینوں نے باری باری عقیدت بھرے انداز میں مائیکل کا ہاتھ چوما تھا اور اسے "گارڈ قادر" کہہ کر مخاطب کیا تھا۔

'کے' کو یہ سب کچھ بہت عجیب لگا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ کسی خواب سے جاگی تھی..... یا پھر شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی!

مائیکل اس دوران ایک شاہانہ تمکنت سے کھڑا تھا۔ اس کی وجہ یہ شخصیت کسی رومن شہنشاہ سے مشابہہ محسوس ہو رہی تھی جو اپنے دربار میں کھڑا ہو کر شاید لوگوں کی زندگی اور موت کے فیصلے کر رہا تھا۔ وہ بالکل مطمئن اور ہر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس وقت نہ جانے کیوں 'کے' کو یقین ہونے لگا کہ کوئی نے مائیکل پر ہسٹریائی کیفیت میں جو الزامات لگائے تھے وہ سب صحیح تھے۔

تھی اور ایک ہفتے بعد وہ گویا اس واقعے کو بھول ہی گئی۔ اس نے دکھاوے کے لئے بھی شوہر کی موت کا غم منانا ضروری نہ سمجھا اور کلبوں میں جانے لگی۔ ڈانس پارٹیوں میں حصہ لینے لگی۔ جلد ہی اس نے ایک نوجوان سے شادی بھی کر لی جو کارلیون فیملی میں ملازمت کرنے آیا تھا۔

’کے‘ نے اپنے آپ کو گھر اور بچوں میں مصروف کر لیا۔ اگلا سال اس طرح گزارا کہ ہلوگ کبھی نیویارک میں لائنگ بیچ پر ہوتے اور کبھی لاس ویگاس میں..... رفتہ رفتہ نام کاروبار اور چیزوں کی منتقلی کا عمل جاری تھا۔ سامان کے بڑے بڑے ٹرک بھر کر جاتے جتے تھے۔ جائیداد اور اثاثوں کے سودے ہوتے رہتے تھے۔ منتقلی بہر حال آسان نہیں تھی۔ مائیکل کو ہزاروں جزئیات کا خیال رکھنا پڑ رہا تھا۔ تاہم اب کسی کام میں رکاوٹ نہیں پڑ رہی تھی۔ دوسروں کی طرف سے مائیکل کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا تھا۔ دیگر ’فیملیز‘ نے اب بے چوں چرا کارلیون فیملی کی طاقت کو تسلیم کر لیا تھا۔

اب کوئی ان کے کسی کام میں رخنہ ڈالنے یا ان کے ساتھ چھین جھپٹ کرنے کی برات نہیں کر رہا تھا۔ مائیکل نے البرٹ کو اس ویگاس میں خریدے ہوئے اپنے تین ہوٹلوں کا سیکورٹی چیف مقرر کر دیا تھا۔ ہیگن کو بھی تمام کاروباری معاملات کی نگرانی کے لئے اس کے کنبہ سمیت وہیں بھیج دیا گیا تھا۔ پرانے زخم بھرنے لگے تھے۔ کوئی اب مائیکل کے ماتھے ایک سعادت مند بہن کی طرح پیش آنے لگی تھی۔ اپنے رویے پر اس نے بہت پہلے ہی معذرت کر لی تھی۔

مائیکل کو اس کے انداز و اطوار پسند نہیں تھے اور نہ ہی اسے اس کا اتنی جلدی شادی کرنا چھا لگا تھا۔ وہ اس نوجوان کی طرف سے کچھ زیادہ مطمئن نہیں تھا جو ’فیملی‘ میں ملازمت کرنے آیا تھا مگر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کا بہنوئی بن بیٹھا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس قسم کے طالع آزمائوگ ’فیملیز‘ کے لئے خطرناک ہوا کرتے تھے تاہم اس نے اپنی اپنڈیدگی کا زیادہ شدت سے اظہار نہیں کیا تھا اور کوئی کو اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

تھا..... تب بھی..... کیا مائیکل اسے معاف نہیں کر سکتا تھا؟ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔ کیا اب اس کے لئے اپنی ہی بہن کو شوہر کو مروانا..... بہن کو بیوہ کرنا اور اس کے بچے کو یتیم کرنا ضروری تھا؟“

”تم ان باتوں کو نہیں سمجھتیں.....“ ہیگن نرمی سے بولا۔ ”تم ایک نیک دل اور سادہ عورت ہو۔ تم نے زندگی کا صرف صاف ستھرا روپ دیکھا ہے۔ اگر مائیکل اس قسم کے لوگوں کو معاف کرنے لگتا تو اب تک وہ خود مر چکا ہوتا اور تم بیوہ ہوتیں۔ تمہارے بچے یتیم ہوتے۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ جس رات اس نے یہ سب کارروائیاں کی ہیں اس رات اس کی اپنی موت کا سامان کیا جا چکا تھا۔ ایک اور غدار نے اس کی زندگی کا سودا کر لیا تھا۔ یہ سب باتیں میں صرف تمہیں سمجھانے کے لئے اپنے طور پر بتا رہا ہوں۔ اگر مائیکل کو معلوم ہو جائے کہ میں نے تم سے یہ راز کی باتیں کی ہیں تو مجھے نہ جانے کتنی سخت سزا بھگتنی پڑے۔ اگر وہ رزی ٹیسو وغیرہ کو چھوڑ دیتا تو وہ میری..... تمہاری..... مائیکل

کی..... ہم سب کی زندگی کے لئے ایک مستقل خطرہ ہوتے۔ ان باتوں کو سمجھنا اور ان مسائل سے نمٹنا تمہارے بس کی بات نہیں..... اسی لئے مائیکل نے تمہیں ”فیملی“ کے معاملات میں دخل دینے سے سختی سے منع کر دیا تھا جو تمہیں برا بھی لگا ہوگا..... لیکن تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے حق میں وہی اچھا ہے۔ تم اسی مائیکل سے غرض رکھو جو تم سے محبت کرتا ہے اور جس سے تم محبت کرتی ہو۔ اس کی شخصیت کا اگر کوئی اور رخ ہے.....

تو تم اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ تمہارے لئے زندگی گزارنے کا یہی بہترین طریقہ ہے۔ کارلیون فیملی کی عورتیں یہی کرتی آئی ہیں۔ اس طرح وہ خود بھی سکھی رہی ہیں اور انہوں نے اپنے شوہروں کو بھی سکھی رکھا ہے۔“

یوں ہیگن سمجھا بھٹا اسے اور بچوں کو گھر لے آیا۔ مائیکل اس کے ساتھ یوں پیش آیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ پھر یہ دیکھ کر ’کے‘ کو مزید کچھ قرار آیا کہ کوئی خود اپنے شوہر کی موت پر اتنی غمزدہ نہیں رہی تھی جتنی پہلے دن نظر آئی تھی۔ اس روز تو اس کی حالت ہشربائی

”سج! میں اپنے معاملات تجھ پر چھوڑتی ہوں.....“  
 وہ جب دعا ختم کر کے چرچ سے نکلی تو اس کی آنکھوں میں نمی تھی لیکن اس کے دل کو  
 جیسے قرار آ گیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کی دعا قبول ہوگی یا نہیں..... اور اگر قبول  
 ہوگی تو کب ہوگی؟ لیکن اس کے وجود میں طمانیت اتر آئی تھی۔ وہ اپنے آپ کو کافی ہلکا پھلکا  
 محسوس کر رہی تھی اور اسے کچھ یوں لگ رہا تھا جیسے لاس ویگاس میں ایک نئی زندگی اس کی  
 منتظر تھی!

ختم شد

آخر کار وہ دن بھی آ گیا جب لانگ بیچ کے مکانوں میں رہ جانے والے چند افراد کو  
 بھی دو پہر کی فلائٹ سے لاس ویگاس روانہ ہونا تھا۔ مال پر واقع ان مکانوں کا بھی سودا ہو  
 چکا تھا۔ اس روز مائیکل سوکراٹھا تو اس نے دیکھا ’کے‘ کہیں جانے کی تیاری کر رہی تھی۔  
 مائیکل نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی لیکن وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے  
 ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہٹ گئی اور بولی۔ ”میں ماما کے ساتھ چرچ جا رہی ہوں۔ میں لاس ویگاس  
 روانہ ہونے سے پہلے خصوصی سروس میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔“  
 ”تم کچھ زیادہ ہی چرچ جانے لگی ہو..... اور کچھ زیادہ ہی مذہبی نہ ہوئی جا رہی  
 ہو۔“ مائیکل بولا۔

”کیا یہ کوئی بری بات ہے؟“ وہ تیار ہوتے ہوئے مسکرا کر بولی۔  
 مائیکل نے ایک لمبے خاموش رہ کر گویا کچھ سوچا پھر وہ بھی مسکراتے ہوئے بولا۔  
 ”نہیں بری بات تو نہیں۔ ماما بھی اچھی خاصی مذہبی ہیں.....“

چرچ میں خصوصی سروس ختم ہونے کے بعد جب صرف ماما کارلیون اور ’کے‘ رہ گئیں  
 تو ’کے‘ نے سینے پر ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر بڑی رقت بے دل ہی دل میں دعا کی۔ ”اے  
 یسوع مسیح! تو لوگوں کو اتنا طاقتور نہ بنایا کر..... کہ وہ اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی  
 زندگی اور موت کے فیصلے کرنے لگیں۔ ہمارا عقیدہ تو یہی ہے کہ زندگی اور موت تیرے ہاتھ  
 میں ہے..... لیکن جب لوگوں کے حکم سے انہی جیسے دوسرے انسان موت کے گھاٹ  
 اتارے جانے لگتے ہیں تو انہیں زعم ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی اور موت کے فیصلے کر سکتے  
 ہیں..... یسوع مسیح! لوگوں کو یہ طاقت نہ دے..... لوگوں کو ڈون کہلانے کے  
 قابل نہ بنا..... میرے بچوں میں کوئی ڈون نہ ہو..... مجھے نہیں معلوم کہ صحیح کیا ہے  
 اور غلط کیا..... میری عقل محدود ہے..... میری رہنمائی فرما..... اور  
 مجھے اتنی طاقت دے کہ میں اپنے لئے صحیح راستے کا انتخاب کر سکوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں  
 کس سمت میں سفر کر رہی ہوں لیکن میرے پاس قوت فیصلہ بھی نہیں ہے۔ اے یسوع